111121

حضرت علی علیہ السّلام کے معجزات

جلد سوئم

مؤلفہ و مرتبہ

محمد وصی خان

احمد بکڈپو امام بارگاہ شاہ کربلا رضویہ سوسائٹی کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت علی علیہ السلام کے معجزات

"علیؑ علیؑ"

جلد سوئم

مؤلفہ و مرتبہ
محمد وصی خان

کتاب ملنے کا پتہ
۲/۳۔ ای پاکستان کوارٹرز شتر روڈ۔ کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قطعہ

میں نے اس دور کے مخصوص مسلمانوں کو

یہ تو فرماتے سنا ہے کہ نبیؐ ہم سا ہے

یہ بھی سمجھے کہ پیمبرؐ یہ فضیلت دیدی

ایک آواز نہ اُٹھی کہ علیؑ ہم سا ہے

نام کتاب :- ____ حضرت علیؑ کے معجزات (علیؑ علیؑ جلد سوم)

ترتیب و پیشکش :- ____ محمد وصی خاں

طباعت :- ____ مشہور آفسٹ پریس کراچی ۱

ناشر :- ____ مرزا علی سعید کورنگی کے ایریا۔ کراچی۔

ایڈیشن :- ____ پہلا جنوری سنہ ۱۹۸۶ء۔ کتابت:- معظم علی خاں موتی رقم

تعداد ____ ۱۱۰۰ سو قیمت ۱۵/ روپیہ

ملنے کا پتہ ____ محفل حیدری ناظم آباد ۲۰ ۔ کراچی

احمد بک ڈپو امام بارگاہ شاہ کربلا رضویہ سوسائٹی کراچی۔

۷۸۶

یا علیؑ مشکل کشا معجزہ نما المدد

میری شہرت کا سبب مدحت حیدرؑ ہے وصی
ورنہ ارباب سخن میں مرا رتبہ کیا ہے

محمد وصی خاں۔

مؤلف کتاب۔ علیؑ علیؑ حصہ اول و دوم۔ حسینؑ حسینؑ حصہ اول دوم سوم
حضرت علیؑ کے فیصلے۔ بیعت علیؑ۔ وارث فدک۔ شیعہ ڈائریکٹری۔
بیاض تسکین زہراؑ حصہ اول، دوم، سوم، چہارم، پنجم۔ بیاض
صدائے زہراؑ، بیاض تسکین زینبؑ حصہ اول دوم۔ اولیائے کرام
و شعرائے عظام آستانہ مولا علیؑ پر۔ شیعہ حفاظ قرآن، تشکیل
پاکستان میں شیعیان علیؑ کا کردار چار جلدیں۔ کل پاکستان شیعہ
ڈائریکٹری، قندیل۔ حضرت علیؑ میدان جنگ میں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گویند غالیم بثنائے تو یا علیؑ
حال ایں کہ من ز حق ثنائے تو قاصرم

فہرست

اظہارِ تشکر

یہ کتاب میں نے اپنی بیماری کے دوران ایک مختصر مدت میں مرتب کی ہے جو ایک معجزہ سے کم نہیں۔ چونکہ اسی زمانے میں ایک موذی مرض نے مجھ پر حملہ کیا جس کی وجہ سے میں چلنے پھرنے سے بالکل معذور ہو گیا۔ گھر میں بڑی مایوسی کے عالم میں بستر پر پڑا ہوا تھا۔ کیونکہ میں ذیابیطس کا پہلے ہی سے مریض تھا جس کی وجہ سے اور فکر دامن گیر تھی کہ اب یہ بیماری جس کی وجہ سے تکلیف اور بے چینی ہے۔ لیٹنا سونا۔ چلنا پھرنا دوبھر۔ غرض ہر کام کے لیے بیکار ہو گیا تھا کہ ایک دم سے نادِ علیؑ کا ورد کیا آنکھوں میں آنسو آئے بس فوراً مجھ کو میرے ایک محترم عزیز بزرگ جناب سید علی نقی صاحب ولد سید محمد نقی صاحب ساکن الہ آباد حال مقیم کراچی کا خیال آ گیا۔ آپ ہومیوپیتھ ڈاکٹر ہیں جن کا تجربہ تقریباً چالیس (۴۰) سال ہے اپنے ایک عزیز کو بھیج کر بلوایا۔ وہ فوراً تشریف لائے۔ تین دن شب و روز مسلسل ہر تین گھنٹے کے بعد دوا پر دوا دیتے رہے اور میرا حال دریافت کرتے رہے۔ مولا علیؑ کی مدد اور اُن کی دواؤں کی برکت نے مجھ کو آرام پہنچایا۔ جس کے نتیجے میں فوراً دل میں خیال پیدا ہوا کہ یہ نادِ علیؑ کا اعجاز تھا۔ جس نے مجھکو معجزاتی طور پر اس قابل کر دیا کہ میں آپ لوگوں سے ملنے جلنے کے قابل ہو گیا تو کیوں نہ اس عظیم ہستی کے معجزات جو مختلف کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں یکجا کر دیئے جائیں۔ اس طرح صحت کے ساتھ ساتھ یہ کتاب بھی مرتب ہوتی گئی۔ اور آپ کی خدمت کے لیے یہ کتاب بھی تیار ہو گئی۔ ساتھ ہی ساتھ میں اپنے معالج جناب ڈاکٹر سید نقی صاحب کا شکر گزار ہوں اور ان کی صحت اور درازیٔ عمر کے لئے دعا گو ہوں کہ پروردگارِ عالم انکو دینی و دنیوی دولت سے مالا مال رکھے

اور اُن کے بچوں کو آباد اور شاد رکھے۔ آئمہ اطہار کا سایہ ان کے سروں پر رہے۔
اس کے علاوہ سید رضا رضوی ابن مبشر حسین رضوی (شاہ گنج آگرہ) حال مقیم کراچی کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ ناانصافی ہوگی کیونکہ یہ صاحبان ہمیشہ کتابوں کا مواد فراہم کرنے میں میری مدد فرماتے رہتے ہیں۔

خادمِ ناچیز
وصی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقریظ

از حجۃ الاسلام حضرت علامہ طالب جوہری صاحب مجتہد العصر ممبر اسلامی نظریاتی کونسل حکومت پاکستان

زیرِ نظر کتاب امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل و معجزات پر مشتمل ایک مبسوط مجموعہ ہے جس میں عہد قدیم سے لے کر عہد جدید تک کے واقعات حوالوں کے ساتھ درج ہیں اور جس کے مطالعے سے قاری کو مولائے کائنات کے اس روحانی تصرف کا اندازہ ہو سکتا ہے جو فقط انبیاء و اولیاء کا حصہ ہے۔

میں نے اس کتاب کو پڑھا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ مؤلف عالی قدر جناب محمد وصی خاں صاحب صدر مرکزی تنظیم عزا (رجسٹرڈ) نے اس ایک مجموعے میں امیر المومنین کی معجزاتی زندگی کے اتنے مختلف اور گوناگوں نقوش کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے کہ جن کا احصاء ایک کتاب میں بظاہر مشکل تھا مؤلف عالی قدر اس مشکل سے بخوبی عہدہ برآ ہوئے ہیں۔

میں اس مجموعے سے قبل بھی جناب محمد وصی خاں صاحب کی بعض مطبوعہ کتابیں دیکھ چکا ہوں اور انھیں خراج تحسین پیش کر چکا ہوں۔ اُن کی یہ بات ہمیشہ میرے لیے تعجب خیز رہی ہے کہ وہ اپنے کسی مطالعہ کو بھی ضائع نہیں ہونے دینا چاہتے اسی لئے وہ اپنی تالیفات میں اپنی پڑھی ہوئی کتابوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں یہاں

تک کہ اخبارات و جرائد سے بھی مفید مطالب مضامین کا اقتباس کرتے رہتے ہیں جس کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تحریروں کے انبار میں فضائل آلِ محمدؐ بکھرے ہوئے اوراق جمع ہو کر ایک دستاویز کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

میں دست بدعا ہوں کہ خداوند عالم مؤلفِ عالیقدر کے توفیقات میں اضافہ فرمائے اور انھیں خدمت دین اور نشرِ علوم آلِ محمدؐ پر کمربستہ رکھے یہی چیزیں دنیا کی آبرو اور آخرت کا سرمایہ ہیں۔"

طالب جوہری

نارتھ ناظم آباد۔ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقریظ

از:۔
جناب راحت حسین ناصری

الصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبین وآلہ الطاہرین المعصومین۔

میرے عزیز کرم فرما جناب محمد وصی خان طول عمرہ کی ذات محتاج تعارف اس لئے نہیں ہے کہ آپ ملت جعفریہ کے وہ مشہور فرد ہیں جو ہمہ وقت ملت جعفریہ کی خدمت میں سرگرم رہتے ہیں اس کے علاوہ علمی ذوق کے حامل ہیں اور خدمت آل محمدؐ اُن کی زندگی کا جزو بن گیا ہے۔ آپ نے فضائل آل محمدؐ پر کافی کتابیں تالیف کی ہیں جو ملت جعفریہ کے لئے ایک بیش بہا سرمایہ ہیں جنکا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔ خان صاحب نے مذہبی کتابوں کی اشاعت کے لئے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ آپکی موجودہ دو کتابیں حضرت علی علیہ السلام کے معجزات "علیؑ علیؑ جلد سوم" اور نہج البلاغہ کی روشنی میں زندگی کا منظر "علیؑ علیؑ جلد چہارم" قوم کے لئے ایک عظیم سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

معجزات امیرالمومنینؑ پر اردو زبان میں ابتک کوئی جامع اور مبسوط کتاب نہیں لکھی گئی۔ آپ نے امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام کے معجزات کو جو متفرق کتب میں مختلف زبانوں میں تحریر تھے یکجا کر کے قوم کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ خان صاحب

آج کل کی نوجوان نسل جو معجزات کی منکر ہے وہ دیکھیں اور پڑھیں کہ مولائے کائنات جناب امیر علیہ السلام کے معجزات صرف اعتقادی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ اپنے اندر بہت سی علمی اور سائینسی معلومات رکھتے ہیں۔ مثلاً جناب امیر علیہ السلام کا ابر کے ٹکڑے پر اپنے اصحاب کے ساتھ فضا میں پرواز کرنا جبکہ کوئی آلات موجود نہ تھے اور حالات کا صحیح بتا دینا ہمکو ایک سبق دے رہا تھا کہ علم حاصل کرو جو صرف صاحبانِ علم ہی سے مل سکتا ہے تم بھی یہ سب کچھ امور خود انجام دے سکتے ہو۔ یہ عجیب خیال کہ معجزات صرف عقیدہ ہیں نوجوانوں کے علاوہ عام لوگوں میں بھی پائے جاتے ہیں اور ان لوگوں کے خیال میں یہ صرف اس وقت کے لوگوں کو قائل کرنے کے لئے تھے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اگر ذرا غور و فکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ معجزات آج بھی اسی طرح کار آمد اور مفید ہیں جس طرح اس زمانے میں تھے۔ کیونکہ یہ معجزات معراج انسانی کی اس حد کو بتلاتے ہیں کہ پروردگارِ عالم نے انسان کو اشرف مخلوق پیدا کیا ہے اور اس کو پیدا کرنے کے بعد فرمایا کہ قابل مبارک و ستائش ہے وہ ذات جو بہترین مخلوق پیدا کرنے والی ہے۔ اس کی حد اختیار کیا ہے اور اگر وہ اپنی اصل خلقت پر قائم رہے تو اب بھی دنیا اس کے قبضے میں ہے اور تمام موجودات جو اس کے لئے پیدا کیگئی ہیں اس پر اسکو پورا پورا اختیار ہو سکتا ہے۔ اگر وہ علم قرآن صاحب قرآن سے حاصل کرے تو اسکی رُو سے سب کچھ حالات اس کی نظر کے سامنے آسکتے ہیں اس کتاب میں ایسے ایسے معجزات تحریر ہیں جو آپکو حیران کر دینگے۔ یہ نفس نبیؐ کی کرامات ہے۔

آخر میں جناب وصی خاں صاحب کے لئے بارگاہِ خداوندی میں دعاگو ہوں کہ پروردگارِ عالم انکو جزائے خیر عطا فرمائے اور روز حشر ان کے ثواب میں اضافہ فرمائے اور مومنین کو اس سے فیض حاصل ہو۔ نوجوان پڑھ کر اپنے معلوماتی خزانہ میں مزید اضافہ کریں۔

امید ہے یہ کتاب بہت مفید اور کارآمد ثابت ہوگی خصوصاً ذاکرین حضرات کے لئے جو مولائے متقیان کے ان فضائل کو اپنی مجلسوں میں چار چاند لگائیں گے۔

پروردگارِ عالم موصوف کے توفیقات میں مزید اضافہ فرمائے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ۔

دعا گو

خادم اہلبیت

راحت حسین ناصری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اجمالی تعارف

از قلم معجز رقم

برجلیسِ حشمت، کوکب تابندہ بخت فصاحت ماہ درخشندہ جبیں بلاغت نیر اعظم سپہر خطابت، تاجدار زری وقار، اقلیم طلاقت، سلطان المتکلمین، صدر العلماء والمجتہدین العمادی والاعتمادی سرکار سید ذکی الاجتہادی الرشتی

عامل فیض روحانی

محمد وصی خاں ایک فرد نہیں بلکہ ایک ادارے کا نام ہے ان کی شخصیت بڑی ہمہ گیر اور ہمہ جہت ہے۔ اگر وہ ایک طرف قومی رہنما و قومی خدمت گار ہیں تو دوسری طرف میدانِ تصنیف و تالیف میں تحقیق اور ترجمہ کے مشہور بھی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ وہ ایک ذمہ دار سرکاری ملازم بھی ہیں۔ اور اپنے فرائض منصبی نہایت دیانتداری سے انجام دیتے ہیں۔ اور اپنے محکمے میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ فنافی المذہب اور فنافی القوم ہونے کے باوجود اپنے بال بچوں کی طرف سے غافل نہیں رہتے گھر کو گھر سمجھتے ہیں۔ اور کسی کو شکایت کا موقع نہیں دیتے۔ انہوں نے اپنے اوقات کو بڑے سلیقے سے تقسیم کر رکھا ہے تمام کام ختم کر کے رات کے وقت سکون و اطمینان کے ساتھ کتابوں کی دنیا میں کھو جاتے ہیں اُن کے پاس کتابوں کا بڑا قیمتی ذخیرہ ہے۔ میرے

خیال میں کراچی جیسے عظیم شہر میں شاید بہت کم ہی لوگوں کے پاس ان کا اپنا اتنا اچھا کتب خانہ ہو
وصی خاں کے مشاغل کو دیکھ کر رشک آتا ہے۔ اسی نظم و ضبط و حسن کارکردگی کا نتیجہ ہے
کہ وہ صاحبِ تصانیف کثیرہ کہلانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ لکھتے لکھتے ان کا ایک اسلوب پیدا
ہو گیا ہے۔ اس لیئے مالک اسلوب بھی کہا جا سکتا ہے۔ وہ کتابوں کا با مقصد مطالعہ کرتے
ہیں اس بنا پر ان کو عاشق مطالعہ کہنا زیب دیتا ہے۔ کتابوں کا جمع کر لینا تو آسان ہے لیکن
یہ فیصلہ کرنا کہ کس موضوع پر کن کتابوں کو کہاں کہاں سے پڑھنا چاہیئے بہت ہی دقت،
طلب اور دشوار کام ہے۔ وصی خاں اس کا بہت اچھا سلیقہ رکھتے ہیں جیسا کہ ان کی کتابوں
کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو شہنشاہِ قرطاس و قلم کہنا چاہیئے۔ ان کی زندگی کا ایک
خاص پہلو جو ہماری طرح ہر عالم دین کو پسند ہے وہ یہ ہے کہ آپ ہفتہ عشرے میں ہر عالم
دین سے ملاقات کرتے ہیں اور ان کے علم سے مستفیض ہوتے ہیں۔ عالموں کی خدمت کرنا
اپنے لئے باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ میرے غریب خانہ پر بھی گھنٹوں بیٹھکر مختلف مسائل اور تاریخ کے
اہم نکات پر بحث و مباحثہ بڑی جامع اور علمی گفت گو کے ساتھ کرتے رہتے ہیں۔ ابتک تقریباً
تیس عدد سے زیادہ کتابیں تحریر فرما کر مومنین کرام کی خدمت میں نذر کر چکے ہیں۔ زیر نظر کتاب
"حضرت علی علیہ السلام کے معجزے" "عشق علیؑ" کا تحریری اور عملی ثبوت ہے جو دنیا
دنیا کے پرستاروں کے لئے ایک چیلنج ہے اور غلامانِ علیؑ کیلئے ایمان تازہ کرنے کا ذریعہ اس کتب
کو اگر ان کا دشمن بھی پڑھے تو ان کی محنت۔ قابلیت اور سلیقہ شعاری کی داد دیئے بغیر نہ رہے گا۔
کتاب میں امیر المومنین امام المتقین مولائے کائنات حلال مشکلات مظہر العجائب والغرائب
حضرت علی علیہ السلام کے زندہ معجزات کا تذکرہ کیا ہے۔ میرے مولاؑ کے لئے عربی مورخوں نے کیا
خوب کہا کہ حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کا سب سے بے نیاز ہونا اور تمام بنی نوع انسانوں کا ان
کی طرف احتیاج مند ہونا معجزہ نہیں تو اور کیا ہے: یہی وجہ تھی کہ آپ کے فضائل و مناقب
کا دوست اور دشمن دونوں نے اقرار کیا۔ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک پڑھا ایک ایک

واقعہ بھرپور حوالے کے ساتھ حقائق کی روشنی میں لکھا گیا ہے میں خیال کرتا ہوں کہ جو معجزات نجف اشرف میں دوران تعلیم مجھکو دربار علیؑ میں دیکھنا نصیب ہوئے تھے ان کو بھی بیان کر دوں تاکہ مومنین کے علم میں مزید اضافہ ہو جائے اور یہ معجزات کتاب کی زینت بن جائیں تاکہ ہمیشہ کے لئے یادگار ہو جائیں۔

معجزہ نمبر ۱

ہڈیوں کا ڈھانچہ لڑکی

حسب عادت تعلیم سے فراغت کے بعد میں حرم مولائے کائناتؑ میں نماز مغرب کے لئے حاضر ہوا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ لوگ ایک لڑکی کو صحن میں لے کر آرہے ہیں یہ لڑکی بالکل ہڈیوں کا ڈھانچہ معلوم ہو رہی تھی پیٹ بالکل اندر دھنسا ہوا تھا صرف سانس چلتی ہوئی معلوم دے رہی تھی۔ اس کے وارث اس کو صحن حرم میں چھوڑ کر جانے لگے اس پر خدام نے کہا اب اس لڑکی میں کیا رکھا ہے چند گھنٹوں کی مہمان ہے یہاں سے لے جاؤ۔ لیکن یہ لوگ اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ لڑکی دو دن تک اسی حالت میں صحن حرم میں پڑی رہی تیسرے دن اس نے ایک زائرہ سے پانی مانگا اور پھر کھانا۔ اس زائرنے اس کو پانی اور کھانا دیا جسکے بعد یہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ لوگ اس کے وارثوں کو بلا لائے معلوم کرنے پتہ چلا کہ یہ ایک بہت بڑے تاجر کی لڑکی ہے جس کے والدین نے دنیا بھر میں اس کا علاج کروایا اور پھر مایوس ہو کر اس بارگاہ کا رخ کیا جہاں ہر فریاد رس کی شنوائی ہوتی ہے۔

معجزہ نمبر ۲

چور کو فوراً سزا ملی

ایک دن مغرب کے وقت چند سپاہی ایک شخص کو ہتھکڑیاں پہنائے ہوئے

دروازے سے صحن حرم میں لائے۔ ان لوگوں کے پیچھے کافی مجمع تھا۔ یہ سب کے سب صحن حرم میں اس مقام پر کھڑے ہو گئے جہاں آقائے حکیم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ نماز پڑھاتے تھے۔ پھر سپاہیوں نے اس شخص سے کہا کہ تم حضرت علیؑ کی قسم کھاؤ کہ تم نے چوری نہیں کی ہے۔ اس شخص نے قسم کھائی کہ میں نے چوری نہیں کی ہے۔ بس قسم کھانا تھی کہ ایک زوردار طمانچہ کی آواز آئی فوراً سارے حرم کی بجلی بند ہو گئی اور یہ شخص فرش زمین پر گر گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد بجلی آگئی ہم لوگوں نے دیکھا کہ یہ شخص زمین پر پڑا تڑپ رہا ہے اور اس کے منہ سے خون جاری ہے۔ اس طرح کے سینکڑوں معجزات روزانہ میرے مولاؑ کی بارگاہ میں ہوتے رہتے ہیں۔ کہاں تک کون بیان کر سکتا ہے جس کے لئے خود اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے علیؑ دنیا کے تمام درخت قلم اور تمام دریا روشنائی بن جائیں تمام جن و انس لکھنے بیٹھ جائیں تو پھر بھی تمہارے فضائل اور مناقب نہیں لکھے جا سکتے۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے

وصی خاں نے مختلف کتابوں اور رسالوں میں بکھرے ہوئے معجزات کو یکجا کر کے ایک عظیم قومی خدمت انجام دی ہے۔ جو اہل علم و دانش کے لئے ذخیرۂ معرفت ہے غرض یہ ایک بے خزاں گلشن ہے۔ ایک سدا بہار انجمن ہے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں وصی خاں اور اُن کے کارنامہ کی تعریف کروں۔ البتہ وصی خاں کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے کتنا حسین گلدستہ ہدیۂ ناظرین ترتیب دیا ہے۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ

مولیٰ کی ہو توصیف رقم اور زیادہ

امید ہے کہ موصوف کی یہ کوشش بھی ان کی سابقہ مطبوعات کی طرح مقبولیت حاصل کرے گی۔ آخر میں میری دعا ہے کہ پروردگار عالم ہم سب کو حضرات محمدؐ و آل محمدؐ کے کمالات کی نشر و اشاعت کے ساتھ ساتھ اُن کی سیرت طیبہ کے اعلیٰ آفاقی محاسن

کو بھی اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

ابتک ہیں اُس کے نام کے آفاق میں نعرے بلند
قدرت نے زورِ اسلام کا سب یا علیؑ میں بھر دیا
(نجم آفندی)

تاریخ ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء۔

فقط والسلام

سیّد ذکی الاجتہادی الرشتی

شریعت کدہ روحانی ۱۹ پی آئی بی کولونی، کراچی۔

حضرت علیؑ معیار ایمان ہیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اے علیؑ تم سے وہی محبت رکھے گا جو مومن ہے اور تم سے وہی بغض رکھے گا جو منافق ہے (بحوالہ ترمذی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

حضرت علیؑ کی محبوبیت عظمیٰ

ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس چڑیئے کا گوشت آیا۔ تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ تیری مخلوق میں جو سب سے بڑھ کر تیرا محبوب ہے اسے بھیجدے کہ میرے ساتھ یہ گوشت کھائے۔ اس کے بعد حضرت علی علیہ السلام آئے اور یہ گوشت تناول فرمایا

(سنن ترمذی جز ۲ صفحہ ۲۱۳)

ارشاد باری تعالیٰ

خداوند عزوجل نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھاکر اہل بیتؑ اطہار کی تعریف وتوصیف میں خود فرمایا ہے کہ میں نے آسمان وزمین چاند سورج۔ دریا سمندر۔ جہازوں کے بڑے غرض جو کچھ بھی پیدا کیا وہ تمام کا تمام محمدؐ وآل محمدؐ کی خاطر اور ان ہی کی محبت کیخاطر بنایا ہے۔

پیغمبرؐ کا ارشاد

۱۔ فاطمہؑ میرا ٹکڑا ہے۔ ۲۔ علیؑ اور میں ایک نور کے دو ٹکڑے ہیں۔ ۳۔ حسنؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں ۴۔ حسینؑ مجھ سے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

شانِ محمدؐ

توصیفِ محمدؐ کروں تحریر کہاں تک
ناچیز کا ادراک تو پہنچا ہے یہاں تک
جبرئیلؑ کے پر جلنے کا امکاں ہے جہانتک
پاپوشِ محمدؐ کی رسائی ہے وہاں تک

شانِ علیؑ

انوارِ خداوند کا اک جزو علیؑ ہے
یہ شیرِ خدا ضیغم و ضرغامِ جلی ہے
عنوانِ ولایت ہے یہ سرتاجِ ولی ہے
گلدستۂ تطہیر کی معصوم کلی ہے
اس چشمۂ فیضان سے ہے سیراب زمانہ
اس رحمتِ یزداں سے ہے سیراب زمانہ

انتسابِ عقیدت

حُبِّ علیؑ دلیل ہے حُبِّ رسُولؐ کی

دل کی تمام گہرائیوں، اور دماغ کی تمام وسعتوں کی تمام بالیدگیوں اور عقیدت و شوق کی تمام ایمانی کیفیتوں کے ساتھ یہ ہدیہ ولا اور نذرانہ عقیدت امام اول، حلاّلِ مشکلات مظہر العجائب والغرائب و شیر خدا حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمتِ بابرکت میں پیش کرتا ہوں اور انھیں کے نامِ نامی و اسمِ گرامی سے معنون کر کے متدعی ہوں کہ اس ہدیہ حقیر فقیر عاصی پُر معاصی کو شرفِ قبولیت بخشا جائے تاکہ قبول ہو اور مجھ گناہ گار کی آخرت کا توشہ ہو کر مغفرت کے کام آئے اور میرے قلم میں مزید زور عطا ہو تاکہ عمر بھر امیر المومنینؑ کے فضائل اور مناقب قلم بند کرتا رہوں۔ آخر میں اپنے مولاؑ کی بارگاہ سے والد بزرگوار جناب محمد عسکری خاں اور والدہ محترمہ جنابہ علیم النسا کے لئے ایک سورۂ فاتحہ کی استدعا کرتا ہوں۔

آخر میں سید رضا رضوی صاحب (شاہ گنج آگرہ) حال مقیم کراچی کا شکریہ ادا نہ کروں تو یہ بدباطنی ہوگی کیونکہ آپ ہمیشہ مواد کے سلسلے میں رہبری اور مدد فرماتے ہیں۔ خدا انکو خوش رکھے۔

ماسکو روس میں علیؑ کا نام

شاہ محمد عزیز صاحب اڈیٹر ڈیلی بزنس لائیپور اپنی کتاب "ماسکو تک" مطبوعہ ۱۹۴۴ء جو انکا سفرنامہ ہے۔ صفحہ نمبر ۴۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب ہم لوگ ماسکو سے وطن آنیکی تیاری کر رہے تھے۔ ہمارے ساتھی، جنھوں نے ماسکو سے بے اندازہ اشیا خریدی تھیں وہ اپنا سامان، باندھنے میں مشغول تھے۔ میرے پاس صرف ایک سوٹ کیس تھا جسمیں چند جوڑے تھے۔ میں نے سامان نہیں خریدا تھا۔ فوراً سوٹ کیس اٹھاکر تیار ہوگیا۔ سامان کی زیادتی کی وجہ سے لوگوں کی پریشانی دیکھ کر مجھ کو ہنسی بھی آئی اور ساتھ ساتھ حضرت علی علیہ السلام کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ کہ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ وہ اپنے گھر کی اشیاء کے نام باھر دھوپ میں پڑے ہوئے ایک گرم پتھر پر کھڑے ہوکر بیان کریں

چنانچہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی نے دس اشیاء گنیں کسی نے بارہ کسی نے پندرہ اور گھر کی ساری اشیاء کسی نے بھی پوری نہ گیں کہ پاؤں جل جاتے تھے جسکی وجہ سے اتر جاتے تھے لیکن جب حضرت علی علیہ السلام کی باری آئی تو آپ پتھر پر گئے اور اپنے گھر کی چار یا پانچ چیزیں گنیں اور بڑے آرام سے پتھر پر سے اُتر آئے۔

آج یہی حال میرا بھی تھا جبکہ تمام ہمراہی پریشان ہو رہے تھے اور میں بڑے آرام سے واپس لے جانے والی گاڑی میں گھر کی طرف جا رہا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقام معجزات

لفظ معجزہ عجز یعنی ناتوانی سے بنا ہے۔ اور اس کے لغوی معنیٰ ہیں وہ کام جس کے کرنے سے کوئی انسان عاجز رہ جائے۔ بالفاظ دیگر عاجز کرنے والا کام۔ مگر اصطلاح دینی میں معجزہ سے وہ کام مراد ہے جو کسی کامل انسان نے کر دکھایا ہو۔ اور دوسرے تمام انسان اس قسم کے کام سے عاجز رہتے ہوں۔ جس کا مقصد یہ ہو کہ اس انسان کامل یعنی نبیؑ کی نبوت اور ولی کی ولایت کے متعلق لوگوں کو یہ یقین آجائے کہ یہ نبیؐ اور ولیٔ خدا کے حکم سے آیا ہے اور اس کی ہدایت و نصیحت پر عمل کرنا ضروری ہے۔

ہم اس مضمون میں خدائے برتر کی توفیق اور اس کے نور کی یاری سے معجزات کے اقسام۔ ان کے مواقع اور وجوہ کے متعلق گفتگو کریں گے تاکہ قارئین کرام معجزات کے متعلق ضروری معلومات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے آپکو ایک ایسے معجزے کی جلوہ نمائی دیکھنے کے لئے تیار کریں جس میں دین و دنیا کے لاانتہا فوائد مضمر ہیں۔ چنانچہ اہل علم جانتے ہیں کہ معجزات کئی قسم کے ہوتے ہیں اگر ان کو بلحاظ زمان تقسیم کیا جائے تو ہنگامی معجزات اور دائمی معجزات کے نام سے موسوم کئے جا سکتے ہیں۔ اور اگر باعتبار مکان انکو تقسیم کیا جائے تو حسی معجزات اور عقلی معجزات کہلاتے ہیں اور اگر زمان و مکان دونوں کی ترکیب سے ان کو تقسیم کیا جائے تو (۱) ہنگامی حسی معجزہ (۲) ہنگامی عقلی معجزہ (۳) دائمی حسی معجزہ (۴) دائمی عقلی معجزہ کہلاتے ہیں پس معجزات کی اصلی اور بڑی

تقسیم یہی ہے۔ یعنی کل چار قسم کے معجزے ہیں جن کی بہت سی شاخیں ہیں۔ اگر دینی مراتب کی رو سے معجزات کے نام معلوم کرنا مقصود ہوں تو نبی کے مافوق الفطرت کام معجزہ اور ولی کے ایسے کام کا نام کرامت ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہاں یہ کہنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ اگر مکانیت کے لحاظ سے ان عجائبات کو تقسیم کیا جائے تو یہ حق اور باطل کے دو ناموں میں بٹ جاتے ہیں یعنی معجزہ کے جملہ اقسام حق کہلاتے ہیں اور سحر و جادو کی ساری شاخیں باطل قرار دی جاتی ہیں مگر اس کے باوجود بسا اوقات عوام الناس سے ایک بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ وہ معجزہ کو جادو سمجھ کر گمراہ ہو گئے ہیں۔

ہنگامی حسّی معجزہ وہ امر عجوبہ ہے جو قادر مطلق ایسے کسی نبیؑ اور ولی کو اس وقت عطا کرتا ہے جبکہ منکرین نے اس نبیؑ اور ولی سے بشرط ایمان آوری کوئی معجزہ طلب کر لیا ہو۔ چونکہ اکثر منکرین اور خلق عامہ علم حقیقت کی تربیت سے محروم اور دلائل عقلی سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ان کے ادراک کا سارا دارومدار محض حواس پر ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو قائل کرانے کے لئے ایسے معجزے کے وقوع میں آنے کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں لیکن بسا اوقات ان معجزات کے باوجود اکثر لوگ اپنی معقول اور کورانہ تقلید سے باز نہیں آتے اور صرف چند گنے چنے خوش نصیب انسانوں کے سوا باقی سب ان معجزات کو سحر و جادو قرار دے کر ان سے قطعی انکار کر دیتے ہیں۔ بلکہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کا تمسخر اڑاتے ہیں اور انھیں مختلف اذیتیں دیتے ہیں۔ اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ خداوندی قہر کی زد میں آتے ہیں اور ہلاکت انھیں آگھیرتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی دعوت اور ان کے معجزات سے انکار کر کے ان پر ظلم و ستم کرنے والوں پر حکم خداوندی سے ہلاکت کے آنے کی کئی ایک وجوہ ہیں جن میں سب سے

سے سب پہلی وجہ یہ ہے کہ اول تو وہ بذات خود راہِ راست پر نہیں آتے پھر
جب پروردگارِ عالم نے اپنی رحمت سے ان کے لئے ایک ہادی بھیجا تاکہ انھیں
راہِ حق پر لائے تو انھوں نے پھر نہیں مانا۔ اور بشرطِ ایمان آوری معجزہ طلب کیا
جب انھیں معجزہ دکھایا گیا۔ تب بھی انھوں نے انکار کیا۔ اس کے علاوہ انبیاء اور
ان کے وصی اور پیروکاروں کو ہر قسم کی اذیتیں دینے پر اتر آئے اس طرح جب
ان کے راہِ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو قہر خداوندی ان پر ٹوٹ پڑا
اور اپنے کفر و انکار کی پاداش میں صفحہ روزگار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ گئے۔

پس یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفےٰ صلعم اور ان کے نائب حضرت
علی علیہ السلام نے دین اسلام کی تبلیغ کے لئے ایسے معجزات سے کام نہیں لیا جو وقتی اور
حسی ہوں اور نہ ایسے فیصلہ کن معجزات سے کہ اگر کسی انسان نے خوف کے مارے
ایمان لایا تو اس کی جان بچ گئی۔ ورنہ تو اسے تباہ کر دیا گیا۔ آنحضرت نے خداوندی
حکم سے دعوتِ دین کا یہ راستہ اختیار نہیں کیا اس لئے کہ آپ رحمۃ العالمین تھے
اگرچہ رسولِ اکرم ﷺ سے بھی مخالفین نے انبیاء ما سلف کے مخالفین کی طرح فیصلہ
کن معجزات کا مطالبہ کیا تھا۔ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے (ترجمہ) اور (مخالفین نے) کہا
ہم تیرا کہنا نہ مانیں گے۔ جب تک تو ہمارے لئے۔ زمین سے ایک چشمہ
نہ نکالے یا تیرے لئے کھجور اور انگور کا ایک باغ ہو جائے۔ پھر تو اس کے بیچ نہریں
چلا کر بہالے یا ہم پر آسمان ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دے جیسا کہ تیرا کہنا ہے
یا تیرے چڑھنے کا ہرگز یقین نہ کریں گے۔ جب تک تو ہم پر ایک کتاب نہ اتار لائے
جو ہم پڑھ لیں۔ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک بھیجا ہوا آدمی ہوں
آیہ مذکورہ بالا سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ منکرین پیغمبر آخرالزماں سے
بار بار معجزات طلب کرتے رہتے تھے۔ مگر خدا اور رسول کو ان کا یہ مطالبہ اس لئے

منظور نہ تھا کہ منکرین ان معجزات کے نتائج پر ایمان لانے والے نہ تھے۔ جیسا کہ مذکورہ آیت سے ان کے منکرانہ خیالات کی ترجمانی ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے خیالات کے مطابق چھ عظیم معجزات دکھانے کے باوجود بھی وہ یقین نہیں کرتے جب تک انفرادی طور پر ایک ایک کتاب آتار نہ دی جائے۔ جو ان کے کہنے کے مطابق ساتواں معجزہ تھا تاکہ وہ کتاب کو بغور پڑھ کر اپنی عقل سے کوئی فیصلہ کرتے کہ کیا جس محمدؐ نے آسمان سے یہ کتاب لاکر انھیں دی ہے وہ خدائے واحد کا سچا نبیؐ ہے یا نہیں؟ انکار کی حد دیکھ لیجیے کہ حقیقت سے کس قدر دور ہے ان کسان فطری ہم خیالوں کی عادت بھی یہی جاہلانہ انکار انتہائی حد تک مضبوط ہو چکا تھا جو ان سے آگے گزرے ہیں یہی وجہ ہے کہ انبیاء کی ہنگامی ضرورت کے مطابق حسی معجزات کا ایک نمونہ دنیا والوں کو دکھانے کے بعد حضرت محمد مصطفٰے صلعم کے دور نبوت میں خدائے کلیم نے تا قیامت ان کو رد کر رکھا یہی حقیقت کلام پاک میں ہے کہ (ترجمہ) اور ہم کو نشانیاں (معجزات) بھیجنے سے صرف اس خیال نے باز رکھا ہے کہ اگلوں نے اسے جھٹلایا ہے۔ اور ہم نے ثمود کو اونٹنی دی تھی (ان کی) آنکھیں کھولنے کو۔ مگر انھوں نے اس پر ظلم کیا۔ اور نشانیوں (معجزات) تو ہم صرف خوف دلانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں۔" (۵۹/۱۷)

اس تفصیل کے بعد ان نکات کا بیان کیا جاتا ہے جو ہنگامی حسی معجزہ کے باب میں ضروری ہیں لو وہ یہ ہیں کہ حسی معجزہ کے جملہ اقسام کی واقعیت حواس خمسہ پر ہوتی ہے۔ یعنی ظاہری غیر معمولی عجائبات کا ادراک انسان اپنی آنکھ، کان منھ (دہن) اور جلد کے ذریعہ کرتا ہے پس ہم ان معجزات کے ان حواس کی نسبت سے (۱) بصری دیکھنے والے) (۲) سمعی (سماعت سے تعلق رکھنے والے) (۳) شامی (۴) ذوقی اور (۵) لمسی معجزات کہہ سکتے ہیں۔

پھر ان میں سے ہر ایک حس پر تین قسم کے معجزات گزرتے ہیں جن کی تنزیل تمثیلی اور تسخیری معجزات کہیں گے۔

لہٰذا حسی معجزہ کی کل پندرہ قسمیں ہوتی ہیں۔ انشاء اللہ ہم ان جملہ اقسام کے متعلق ان حقائق و معارف کو بیان کریں گے جن سے ہر خوش نصیب علم جو اور صاحب ذوق انسان عقلی طور پر مطمئن ہو سکے علم و حکمت کے ایسے بیش بہا نایاب جواہر صرف ولیٔ رسول اکرمؐ کے روحانی خزانے کے سوا پیدا ہو نہیں سکتے۔ اب ہم جملہ حسی معجزات کے اقسام کی ایک مثال بشکل گوشوارہ پیش کرتے ہیں تاکہ قارئین کرام کو اس موضوع کی حقیقت باسانی ظاہر ہو سکے۔

حسی معجزات کی قرآنی مثالیں

نمبر شمار	مثال	حسی معجزات کے اقسام		دلیل مختصر	قرآنی حوالہ جات
۱	حضرت ابراہیم کے گھر مجسم فرشتے آئے	بصری	حسی تمثیلی معجزہ	چونکہ فرشتے تھے اسلئے کھانے سے انکار کیا	۵۱ / ۲۴-۲۷
۲	حضرت مریم نے مجسم روح القدس کی بات سنی	سمعی		خیال میں نہیں بلکہ ظاہری طور پر	۱۹ / [illegible]
۳	قوم عاد نے عذاب کی بو سونگھی	شامی		زور کا جھکڑ تھا جسمیں بو بھی تھی	۴۶ / ۱۰-۲۰
۴	حواریوں نے غیبی کھانا کھایا	ذوقی		آیت میں آسمانی دسترخوان کہتا ہے ان چیزوں کے آسمانی ہونیکی دلیل ہے	۵ / ۱۱۱-۱۱۵
۵	چند شریروں نے صالح کی اونٹنی کے پیر کاٹ ڈالے	لمسی		اگر غیب کی چیز ٹھوس نہ ہوتی تو پھر اونٹنی کے پیر کاٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا	۹۱ / ۱۳-۱۴

۶	نافرمان ماہی گیروں کا بندر بنا دیا گیا	بصری	نفسانی معجزہ	مٹی کو آدم کی شکل دینے والے کیلئے انسانوں کو بندر کی شکل میں تبدیل کرنا کوئی مشکل نہیں ۔	۲/ ۶۴، ۶۶
۷	حضرت عیسیٰ نے پیدا ہوتے ہی لوگوں سے کلام کیا	سمعی		اگر روح القدس جسم کے بغیر بات کر سکتی ہے تو کسی بچے کی زبان سے کرنا کوئی تعجب نہیں	۱۹/ ۲۸ - ۳۰
۸	یعقوب نے غیر معمولی مسافت سے یوسف کی بو محسوس کی	شامی		روحانی قوت تمام چیزوں پر حاوی ہوتی ہے	
۹	فرعون اور اس کی قوم کے لیے پانی خون بن گیا	ذوقی		نہ صرف بو بلکہ ہر چیز کو نزدیک لا سکتی ہے	۱۲/ ۹۵
۱۰	قارون زمین میں دھنس گیا	لمسی		بلا ذریعہ خون بنانا کوئی مشکل نہیں	۷/ ۱۳۳
	״			جس کا اثر جلد سے شروع ہوا	۲۸/ ۸۱
۱۱	سلیمان کی بارششت لوگوں نے دیکھی	بصری	نفسانی و طبعی معجزہ	یہ مسلمہ روایت ہے کہ ہوا، پرندے اور جنات اس کے تابع تھے ۔ انسان کے علاوہ	
۱۲	داؤد کی خوش الحانی بھی معجزہ تھا	سمعی		پہاڑ اور پرندے تک ان کی آواز سے	
۱۳	آنحضرتؐ دائیں طرف سے غیبی خوشبو محسوس کر رہے تھے	شامی		محظوظ ہوتے تھے ۔	۲۱/ ۷۹
۱۴	بنی اسرائیل پر ایک وقت تک من و سلویٰ اترتا تھا	ذوقی		یمن کے معنی یمن کے بھی ہیں دانی لاحد۔ جب یہ مسلمہ ہے کہ ہر چیز بہشت سے آتی ہے	
۱۵	بنی اسرائیل پر ابر کا سایہ ہوتا تھا	لمسی		تو کسی پیغمبر کی دعا پر کوئی کھانے کی چیز کا آنا کوئی تعجب نہیں ۔	۲/ ۵۷
	״			سایہ کا اثر اولاً جلد پر ہوتا ہے	۲/ ۵۷

نوٹ :-

۱ ان اقسام میں سے بعض میں ایک سے زیادہ خصوصیات بھی پائی جا سکتی

ہیں۔ مثلاً مائدہ عیسیٰؑ کی چیزوں میں ذوقی خاصیت کے ساتھ ساتھ بصری، شامی اور لمسی معجزہ کی خصوصیات بھی تھیں، مگر چونکہ کھانے کی چیزیں تھیں اس لئے ذوقی معجزہ میں رکھا۔

۲؎ قرآن پاک میں بے شمار معجزاتی واقعات کا ذکر موجود ہے لیکن ہم نے بغرض اختصار ہر نوع سے صرف ایک ایک معجزہ کی مختصر مثال یہاں پر درج کی ہے۔

۳؎ تنزیلی سے مراد یہاں پر وہ چیزیں ہیں جو پردۂ غیب سے ظہور پذیر ہوتی ہوں، تمثیلی سے مراد وہ چیزیں ہیں جو معجزانہ طور پر غیر معمولی حالت اختیار کر چکی ہوں اور تسخیری سے مراد کسی چیز کا غیر معمولی طور پر کسی کا تابع فرمان ہونا ہے۔

ہنگامی عقلی معجزہ

نبیؐ و ولیؑ کا وہ علم لدنی یا حکمت بالغہ ہے جو خدائے حکیم ان کو عطا کرتا ہے جسکو عالمی دور کی نسبت سے ہنگامی معجزہ کہا جا سکتا ہے۔ اس حکمت بالغہ کی غرض لوگوں کو عقلی طور پر یہ یقین دلانا ہے کہ وہ نبیؐ یا ولیؑ خدا کی طرف سے ان کی رہنمائی کے لئے آیا ہے۔ تاکہ وہ ان کی ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکیں اگرچہ لفظ حکمت ظاہری طور پر معجزاتی اصطلاح تو نہیں اور نہ اب تک عوام کو اس حقیقت کا کوئی انکشاف ہو چکا ہے کہ انسان کامل کے بعض معجزات ایسے بھی ہیں جن کا تعلق علم و عقل سے ہے۔ لیکن عقل سلیم کے لئے یہ ایک قابل تسلیم حقیقت ہے کہ جیسے ہمارے حواس ظاہری پر انسان کامل کے غیر معمولی حسی عجائبات اثر انداز ہوتے ہیں ویسے ہی ہمارے مدرکات باطنی طور پر اس کے عقلی معجزات بھی اثر انداز بھی ہوتے ہیں۔ بنا بریں یہ ماننا حقیقت پسندی کا ثبوت ہے کہ نبیؐ یا ولیؑ خدا کی دی ہوئی روحانی طاقت کے ذریعہ نہ صرف حسی معجزات دکھا سکتے ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عقلی معجزات بھی عقول انسانی کے سامنے لا سکتے ہیں خواہ ایسے معجزات سے کوئی ہدایت پائے یا اس سے چشم پوشی کرے جس طرح حسی معجزہ کی حیثیت سے مخالفین کو راہ حق پر گامزن ہونے کیلئے مجبور نہیں کرتا بلکہ اس کے اثرات سے انکے دلوں میں یقین کے ساتھ ساتھ مزید شکوک بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ اندریں صورت ان کے اختیار کا توازن بحال رہتا ہے۔ اور یہ حسی معجزہ ان کے لئے ہدایت کی

جبلت سے صرف ایک معمولی آگاہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح عقلی معجزہ بھی عوام الناس کو ہر حالت میں بجبر واکراہ صراط المستقیم پر لا نہیں چلاتا، بلکہ اس میں ان کو حسی معجزہ سے کہیں زیادہ شبہات پیدا ہو جاتے ہیں جسکی ایک نمایاں وجہ عقلی معجزہ میں ظاہری خوف کا نہ ہونا ہے۔ اس لئے کہ یہ معجزہ انبیاء علیہ السلام کے قاہرانہ حسی معجزات میں سے نہیں۔

اب حکمت بالغہ کی معجزاتی واقعیت کو قرآنی روشنی میں بھی واضح کیا گیا ہے۔ جیسا کہ علیم وحکیم کا یہ ارشاد ہے کہ: اقتربت الساعة وانشق القمر وان یروا آیة یعرضوا ویقولوا سحر مستمر وکذبوا واتبعوا اھواءھم وکل امر مستقر ولقد جاءھم من الانباء ما فیه مزدجر حکمة بالغة فما تغنی النذر فتول عنھم (۵۴)، قیامت نزدیک پہنچی اور چاند (روحانی طور پر) شق ہوگیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر امر کی قرار گاہ ہے اور ان لوگوں کے پاس (گزشتہ امتوں) کی خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہو، حکمت بالغہ یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی حاصل ہو سکتی ہے۔ سو ان کی حقیقت یہ ہے کہ خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے:

آیۂ مذکورہ بالا کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ نبی آخر الزماں سے جو حسی معجزات طلب کئے تھے وہ قیامت کی مختلف اشکال میں واقع ہوں گے اس لئے کہ پیغمبران گزشتہ اور آنحضرت میں ایک نمایاں امتیاز یہ بھی ہے کہ آپ بمرتبۂ خاتم الانبیاء دورِ قیامت کے پیغمبر ہیں، لہٰذا آپکے پورے دور کے اولیاء کے عقلی معجزات اور عالمی ہنگامۂ عظیم کے آخری معجزات سب کے سب آپ ہی کے ہیں، نیز اس آیت کا ایک واضح مطلب یہ بھی ہے کہ ظاہری طور پر جن حسی معجزات کے دکھانے کی ضرورت تھی۔ وہ عالمی دور کے پیش نظر مناسب اوقات میں دکھائے جا چکے ہیں۔ انکی خبریں متاخرین تک پہنچائی جا چکی ہیں اور ان معجزاتی خبروں کی تاویل من حیث المجموع حکمت

بالغہ میں موجود پائی جا سکتی ہے۔ اسی حکمت بالغہ کا دوسرا نام خیر کثیر ہے۔ چنانچہ کلام پاک میں ہے کہ: یوتی الحکمۃ من یشآء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً وما یذکر الا اولوا الالباب پ۳ ۲۶۹۔ اللہ جس کو چاہے حکمت دے دیتا ہے، اور (سچ تو یہ ہے) کہ جس کو حکمت مل جائے۔ اس کو خیر کثیر مل گئی۔ اور نصیحت وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔ پس اگر ان مذکورہ بالا دونوں آیتوں پر عقل و دانش سے غور کیا جائے تو یہ نکتۂ جامع حاصل آتا ہے کہ جس طرح حسی عجائبات کی چوٹی پر معجزہ کا مقام ہے۔ بالکل اسی طرح عقلی، غرائبات کی چوٹی پر حکمت کا مقام ہے پھر اس حسی و عقلی بلندی کی چوٹی پر یہ دونوں امور ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہیں جس طرح انسانی جسم و روح وابستہ ہوا کرتے ہیں یعنی حکمت کے ظاہری عمل کا نام معجزہ ہے اور معجزہ کے باطنی علم کا نام حکمت اور وہ نام جس میں لفظ معجزہ اور حکمت دونوں کے کلی اور حقیقی مفہومات پائے جا سکیں آیت کہلاتا ہے جسکی جمع آیات ہے چنانچہ قرآن شریف کا ارشاد ہے کہ: ولقد اتینا موسیٰ تسع آیات بینٰت فسئل بنی اسرائیل اذ جاءھم فقال لہ فرعون انی لاظنک یا موسیٰ مسحوراً پ۱۵ ۱۰۱ اور ہم نے موسیٰ کو کھلے ہوئے نو معجزے تو دئے۔ آپ بنی اسرائیل سے پوچھ دیکھئے تو فرعون نے اس کو کہا کہ اے موسیٰ میرے خیال میں ضرور تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے، قرآن کے اس ارشاد سے حقیقت صاف عیاں ہے کہ جن چیزوں کو اصطلاح عام میں معجزات کہتے ہیں انکو اصطلاح میں خاص آیات کہا گیا ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جو عجائبات فرعون اور اس کی قوم کو تخویف کے لئے کر دکھائے تھے ان میں یہ چیزیں تھیں۔ عصا، قحط، دریا، ٹڈی ید بیضا، جوئیں، خون، مینڈک اور طوفان، پس ان حسی آزمائشی چیزوں کو آیات یعنی معجزات نہ صرف اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ غیر معمولی طور پر ظاہر ہوئی تھیں بلکہ اس لئے بھی کہ ان کے ظاہر ہونے میں تاویل یعنی حکمت بھی اور وہ حکمت اب بھی باقی ہے چنانچہ قرآن شریف کے کلمات

کے مجموعے کو بھی آیت یا معجزہ کہنا حقیقت ہے؟ مگر صرف اس لئے نہیں کہ وہ حروف و کلمات کا ایک مجموعہ ہے بلکہ اس لئے بھی کہ وہ خدا کا کلام ہے اور اس میں حکمت ہے، پس ہنگامی عقلی معجزہ یعنی حکمت کے اثبات کے لئے یہی دلائل کافی ہیں۔

دائمی حسّی معجزہ وہ امر اعجوبہ ہے جو کسی پیغمبر کی حیات طیبہ کے بعد بھی اپنی اصلی شان و جلالت کے ساتھ انسانی حواس کے سامنے ہمیشہ موجود و حاضر پایا جا سکے، اور اس کی خصوصیات میں ذرہ بھر بھی کمی واقع نہ ہونے پائے۔

چنانچہ سردار رسل کے دو عظیم دائمی حسی و عقلی معجزات کے سوا جملہ انبیاء کے معجزات ان کی جسمانی حیات طیبہ کے ساتھ ساتھ ختم ہو چکے ہیں۔ اب انکی روایات کے سوا عوام الناس کو کوئی نشان نہیں مل سکتا۔ پس از روئے قانون عقل انکو ہنگامی معجزات کہنا بالکل درست ہے۔ اس قسم کے معجزات کی واقعیت کے بارے میں اگرچہ ہر دیندار اعتقادی قوت سے اپنے آپ کو مجبور کرتے ہوئے سطحی طور پر یہ کہتا ہو کہ "قادر مطلق جو چاہے کر سکتا ہے اور امر ابداعی (یعنی موجودہ طریقہ پیدائش کے برعکس کسی چیز کا پیدا کرنا) اس کے لئے کوئی مشکل کام ہرگز نہیں، تاہم اس کے ساتھ وہ اپنے دل کی گہرائیوں میں ان روایات سے متعلق بہت سے پیچیدہ سوالات بھی رکھتا ہو گا اور اس کے تحقیقاتی جذبے کا ہمیشہ یہ تقاضا ہے گا کہ معلوم کر لیا جائے کہ حضرت صالح نبیؑ کی اونٹنی پتھر سے کس طرح پیدا ہوئی؟ حضرت داؤد لوہے کو گرم کئے بغیر کس طرح بکتر بناتے تھے؟ کیا یہ حقیقت ہے کہ حضرت موسیٰ کی لاٹھی اژدہا بنجاتی تھی؟ جناب مسیح کن مردوں کو زندہ کرتے تھے؟ جب کہ مردے دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی ایک زندہ نما مردہ دوسرا مردہ نما زندہ کیا یہ اور اس قسم کی دوسری تمام روایات حقیقی واقعات ہیں یا تاویلی تمثیلات؟

اب ہم زیر نظر بیان کے سلسلے میں اس بحث پر آگئے جس میں ہمیں اس اہم سوال کا حل جواب دینا ہو گا کہ حضرت محمد صلعم کے دو دائمی حسی معجزے کون کون سے ہیں؟ اس سوال کا

جواب یہ ہے کہ جناب سیدالثقلین کے دو دائمی حسی معجزے قرآن پاک اور اہل بیت رسولؐ ہیں جو خدا کی کتاب اور اس کے نور کی حیثیت سے ایک دوسرے کے ساتھ ہر دور میں پائے جاتے ہیں اور ان دونوں کو حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا اور ان دونوں کی باہمی وابستگی بھی ظاہراً اور باطناً معجزانہ قسم کی ہے یعنی جب ہم کسی آیت، حدیث یا عقلی دلیل سے یہ ثابت کرنے لگیں کہ قرآن بجائے خود ایک معجزہ ہے تو ساتھ ساتھ اور خود بخود امام زمان کے دائمی ظہور اور اسکی قرآن سے وابستگی کی دلیل بھی چشم بصیرت کے سامنے آنے لگے گی اور اگر اس کے برعکس صرف امام کے ذکر سے شروع کیا جائے تو اس میں بھی یہی ہو گا کہ ایک کتاب یعنی قرآن ظاہر یا باطن ہی ہمارے سامنے آئے گا۔

اب ہم اس ذات یگانہ کی درگاہ رحمت سے قوت بیان طلب کرتے ہیں جس نے اسلام میں کسی چیز کی کمی، کوئی علمی رکاوٹ اور کوئی عقدۂ ناکشا نہیں رکھا ہے۔ جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے کہ: ھو اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین من حرج ۲۲/۷۸ یعنی اس نے تم کو (اور امتوں سے) ممتاز فرمایا اور (اس نے) تم پر دین (کے احکام) میں کسی کی تنگی نہیں کی۔ اب متعلقہ جواب کی تفصیل یوں ہے کہ قرآن پاک نہ صرف باطنی طور پر بلکہ عوام ظاہری کے اوصاف و کمالات کی جامعیت کے لحاظ سے بھی اپنی کوئی مثال نہیں رکھتا چنانچہ آیۂ درج ذیل میں نہ صرف قرآن پاک کو علم و حکمت کی بے نظیر کتاب مانا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں قرآن کو "معجزۂ محمدی" تسلیم کرنے کی دلیل بھی موجود ہے آیۂ کریمہ یہ ہے کہ: قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیراً ۱۷/۸۸ آپ فرما دیجئے کہ اگر تمام انسان اور جنات اس بات کے لئے جمع ہو جائیں کہ ایسا قرآن بنا لائیں تب بھی ایسا نہ لا سکیں گے، اور اگرچہ ایک دوسرے کا مددگار بھی بن جائے۔ اب یہاں ایک بہت اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدائے برتر کے فرمان پر ہمارا ایمان تو ضرور ہے۔ اور وہ جس کلام

کا کرنا ناممکن قرار دے تو بلاشبہ وہ ناممکن ہی ہوتا ہے لیکن کیا ہم یہ بھی معلوم کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ کہ وہ کونسی وجہ ہے جس سے تمام انسان اور جنات باہم یار و مددگار ہونیکے باوجود بھی قرآن کی مانند کوئی کتاب بنا نہیں سکتے، اور کیوں ان کی متحدہ علمی قدرت اس فعل کے سامنے اگر عجز و ناتوانی کی ایک خاموش صورت بنجاتی ہے ؟

بس اس کا واحد جواب یہ ہے کہ قرآن حکیم سر تا سر حکمت ہے یعنی جس جامع المعانی اصول پر قرآن کی حقیقت الفاظ و کلمات میں سمودی گئی ہے اور جس انداز بیاں سے دور رس مثالیں اس میں بیان کی گئی ہیں، وہ اصول اور وہ انداز انس و جن کے کسی فرد کو معلوم نہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص باوجود انکہ قرآن پاک اس کے حواس ظاہری کے سامنے موجود ہے اس کا معنوی تجزیہ نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر یہ امر ممکن ہوتا کہ انسان اپنی عقل جزوی سے قرآن پاک کا معنوی تجزیہ کر سکے، یعنی اس کے حروف، کلمات اور آیات کے معانی کچھ اس طرح کھولے اور ان میں چشم بصیرت سے دیکھے جس طرح کوئی کاریگر کسی مشین کو کھول کھول دقت سے معائنہ کرتا ہو، اندریں صورت انس و جن کے ایسے شخص کو پتہ لگ سکتا کہ یہ آسمانی کتاب کن کن معنوی اصولوں پر مبنی ہے، پھر یہ علم ہو جاتا اور سب اس پر قادر ہونے جاتے اور انس و جن کوئی ایسی کتاب لکھ سکتے، کیونکہ کسی کاریگر کو جب کسی چیز کے ظاہر و باطن کا پورا پورا علم حاصل ہو جاتا ہے، تو وہ اس کی مانند ایک جدا چیز بنا سکتا ہے مذکورہ بالا بیان سے یہ حقیقت پایۂ ثبوت پر آگئی کہ انس و جن نہ صرف قرآن جیسی کتاب بنانے سے قاصر ہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس آسمانی کتاب کی حکمت سے بھی عاجز ہیں، پھر جس مقدس کتاب کو جو اس کے سامنے موجود ہوتے ہوئے بھی انسان و جنات اس کے سمجھنے اور بنانے سے عاجز ہو جاتے ہوں اس کو ایک عظیم حسی معجزہ کیوں نہ مانا جائے۔

اب ہمیں مذکورہ بالا آیت ہی سے یہ حقیقت ظاہر کر کے دکھانا ہے کہ ولیؑ کو کن دلائل سے معجزۂ محمدیؐ مان لیا جا سکتا ہے اور اس آیت میں قرآن پاک اور اہل بیتؑ کی کون سی

وابستگی ہے ؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ انسان کی ظاہری و باطنی ہدایت کے لئے قرآن پاک کا نازل کئے جانا، پھر انسانی عقل کی رسائی سے قرآنی حقائق کا برتر واقع ہونا اس امر کی ایک مستحکم دلیل ہے کہ اس ظاہری دنیا میں قرآن پاک کے ساتھ ساتھ ایک ایسے معلم القرآن کا ہونا ضروری ہے جس کو بباطن خدائے برتر نے اپنے نور کی حیثیت سے بھیجا ہو اور بظاہر آنحضرت نے اپنا جانشین مقرر کیا ہو۔ تاکہ قرآنی مشکلات اور حالات حاضرہ کے مطابق ہدایت کے بارے میں خدائے حکیم پر لوگوں کی کوئی حجت نہ ہو سکے۔

پس امر واقع یہ ہے کہ نور القرآن بہ لباس جسم انسان ہمیشہ دُنیا میں حاضر و ناظر موجود ہے جس کو امام زماں یا انسان کامل کہا جاتا ہے پھر اگر اس نور کو اسلئے پہچانا نہیں جاتا کہ بتقاضائے حکمت اس کا ظاہری تعلق بشری جسم اور اس کے لوازمات سے ہے تو اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی جیسا کہ کوئی ناسمجھ انسان قرآن پاک کو خدا کا کلام محض اس لئے نہیں مانتا ہو، کہ وہ کاغذ، سیاہی، حروف اور الفاظ جیسے مادی چیزوں کا بنا ہوا ہے، اور یہ بات کبھی اس کے گمان و خیال سے بھی نہ گزری ہو کہ یہ آسمانی کتاب ہے لہٰذا ہو سکتا ہے کہ ان مادی چیزوں کے پس پردہ علم الٰہی کا ایک کمیاب خزانہ موجود ہو۔ پھر ان حالات کے پیش نظر آیۂ مذکورہ کا خدائی اعلان نہ صرف قرآن پاک کی بے مثالی کے بیان تک محدود ہے بلکہ اس میں ولی رسول کی بے نظیری کا بیان بھی مضمر ہے اس لئے کہ قرآن اور امام حقیقت میں ایک ہی نور ہے ایک صامت دوسرا ناطق لہٰذا اس اعلان حق میں تمام انسان اور جنات کو یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ اگر امام حق کے من عند اللہ ہونے پر تمہیں یقین نہیں اور مرتبۂ امامت کو محض انفرادی یا اجتماعی جدوجہد کا ایک عام نتیجہ سمجھتے ہو تو تم بھی آپس کے اتفاق و اتحاد سے ایک ایسے کامل انسان کا انتخاب کرو جو اپنے ظاہری و باطنی اوصاف سے حقیقی امام کا ہم صفت ہو سکے اور اس کی اپنی ہی ذریت میں اس کا منصبی سلسلہ تاقیامت اسی طرح باقی رہ سکے جس طرح حقیقی امام کے یہ اوصاف انسانی حواس کے سامنے موجود پائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ سارے انسان اور جنات کے لئے امام زماں کا ایک

نظیر قائم کرنا ناممکن رہا ہے اور ناممکن رہے گا۔ پس ہملا یہ کہنا ایک روشن حقیقت ہے کہ امام زماں کی ظاہری دائمی موجودیت حضرت محمد صلعم کا دوسرا دائمی حسی معجزہ ہے۔

دائمی عقلی معجزے

کے بیان سے قبل یہ جاننا ضروری ہے کہ اس میں وہ تمام معجزاتی خصوصیات بھی شامل ہیں جن کا ذکر ہنگامی عقلی معجزے کے بارے میں ہو چکا ہے۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ آنحضرت کے دو دائمی معجزے بھی قرآن اور امام ہی ہیں۔ اس سے قبل ان کو دو دائمی حسی معجزوں کی حیثیت سے ثابت کیا گیا ہے اب یہاں پر یہ واضح کرنا ہے کہ قرآن اور امام دو دائمی عقلی معجزے بھی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ خدائے برتر کی جانب سے حکمت بالغہ کے نام سے جو خیر کثیر جناب محمد کو دی گئی تھی وہ حکمت قرآن اور معلم القرآن کی حیثیت سے اب بھی موجود ہے یہ دونوں عقلی معجزات ساری مخلوق کی مادی اور روحانی لاانتہا عروج کی وسیع ہدایت اور حکمت سے اس قدر مملو اور بھاری ہیں کہ سارے انسان اور جنات اپنی متحدہ عقلی طاقت کے باوجود بھی انکو بیک وقت اٹھانے سے عاجز ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آں حضرت نے ان دونوں معجزات کا نام ثقلین یعنی بھاری چیزیں رکھا اور اپنی امت سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑ جانے والا ہوں۔

یہ بات قبلاً احاطہ تحریر میں آچکی ہے کہ معجزہ دکھانے کی اصلی غرض یہی ہے کہ لوگ صاحب معجزہ کو خدا کا نبی یا ولی مانیں اور اس پر یقین کریں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معجزہ درحقیقت کسی کی نبوت یا ولایت کے اثبات کے لئے ایک عملی گواہ کی حیثیت رکھتا ہے پس ہم معجزے کے اس پہلو سے بھی یہ حقیقت ظاہر کر کے دکھاتے ہیں کہ ثقلین کے یہی دو دائمی عقلی معجزات یعنی قرآن اور نور القرآن آنحضرت کی نبوت کے ایسے دو گواہ ہیں جو حسی اور عقلی وجود میں ہمیشہ موجود ہیں، جو شہادت کی جملہ شرائط میں موجودات سے بڑھ کر ہیں جنکی تردید حقیقت میں ہو نہیں سکتی، نہ ان گواہوں کو مٹایا جا سکتا ہے چنانچہ خداوند فرماتا ہے کہ:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسَلًا ۚ قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ ۱۳؍۴۳ یعنی اور یہ کافر لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ آپ پیغمبر نہیں، آپ فرما دیجیئے کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری نبوت پر) اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب (آسمانی) کا علم ہے گواہ کافی ہیں یعنی بباطن خدا اور نور امامت اور بظاہر قرآن اور شخص امامت ایسے واقف کل (کافی) گواہ ہیں کہ ان کی ذات میں حضرت محمد کی نبوت کے اسرار کا پورا پورا علم موجود ہے اور لوگ ان سے اس بارے میں جس قسم کی بھی شہادت پوچھیں تو وہ ان کو ہر وقت بلا کم و کاست بتا سکتے ہیں

اب اگر کوئی شخص یہ سوال کرے کہ کس دلیل کی بنا پر یہ کہا اور مانا جا سکتا ہے کہ نور امامت علوم القرآن کا یکتا معلم، اسرار نبوت کا واقف کُل اور نبوت محمدی کا گواہ مطلق ہے؟ تو اس کے جواب میں دلیل اول یہ ہے کہ خدا کے کلام میں سچائی اور عدل بدرجہ اتم موجود ہے وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا ۶؍۱۱۵، اس لئے یہ ناممکن ہے کہ حق تعالیٰ نبوت محمدی کی شہادت کے لئے لوگوں میں سے ایک شخص کا انتخاب کرے اور اسے گواہ کافی (پورا) کے خطاب سے نوازے۔ جو ماضی، حال اور مستقبل میں یکساں طور پر نبوت محمدی کی گواہی نہ دے سکتا ہو جو بیکوقت حسی اور عقلی دونوں صورتوں میں اس کا گواہ نہ بن سکتا ہو جس کو بعض نبوت کا علم ہو اور بعض کا نہ ہو اور جو قرآنی تاویل کسی حد تک جانے اور ما بقی سے ناواقف ہو، ایسا کبھی ہو نہیں سکتا، بلکہ حقیقت اس کے برعکس ہے یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہاں گواہِ کافی اور حامل علم آسمانی قرار دیا ہے، وہ نبوت محمدی کی شہادت کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ اور سب کچھ کر سکتا ہے پس ایسا گواہ نور امامت ہی ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں

دلیل دوم۔ اسی طرح یہ بھی حکمت لفظ شہید (حاضر) میں بھی ہے کہ گواہ کا نام عربی میں شہید ہے جس کے معنی حاضر کے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی معاملے کا گواہ اس صورت میں بن سکتا ہے جب وہ اس معاملے میں حاضر رہ کر اسے دیکھ چکا ہو پس ایسا شخص نور امامت ہی ہے جس نے خدائی نور کی حیثیت سے سب کچھ دیکھا ہے۔

دلیل سوم جیسا کہ ہم نے دلیل اول میں ظاہر کیا کہ کلمات قرآنی سچائی اور عدل سے بھرپور ہیں۔ چنانچہ ذیل کی قرآنی مثال پر بھی اسی صدق و عدل کے نظریے سے غور کیجئے مثال یہ ہے کہ مَنْ کان عالم القرآن (جو کوئی قرآن کا جاننے والا ہے) اور من عندہ علم الکتاب (جس کے پاس کتاب کا علم ہے) دونوں کلمات کے معنوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مقدم الذکر کلمے کا مطلب ایک ایسے شخص سے ہے جو قرآن پاک کو دیکھے اور اس کے علم کا عالم ہو۔ لیکن اس کے برعکس موخر کلمے سے وہ شخص مراد ہے جس کے پاس ہی خود کتاب کا علم ہو۔

اس کے علاوہ اس کلمے میں یہ حقیقت بھی ہے کہ قرآن کے بجائے کتاب کا لفظ استعمال کئے جانا اس امر کی دلیل ہے کہ یہ کتاب کُل یعنی ام الکتاب کے معنیٰ میں آیا ہے کیونکہ جملہ کتب کا ایک مجموعی کتاب بھی ہے جس کا نام ام الکتاب ہے۔ پس ام الکتاب بقول قرآن۔ بدلیل حدیث اور ببرہان عقلی علی المرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ علی نام ہے خود معجزہ کا۔

مراکش میں جناب سیدہؑ کے نام سے منسوب پنجہ

خیر و برکت کی علامت سمجھا جاتا ہے

بحوالہ سیارہ ڈائجسٹ مارچ ۱۹۸۲ء صفحہ نمبر ۳۰۶ مضمون نگار میاں محمد افضل

ابن بطوطہ کا دیس

مراکش "مراکش میں آپکو گھر گھر اور مختلف مقامات پر ایک پنجہ آویزاں نظر آئیگا۔ اسے دست فاطمہؑ کہتے ہیں یہاں آپکو یہ پنجہ موجود ملے گا۔ عام لوگ اسے خیر و برکت کا وسیلہ خیال کرتے ہیں اور اسے مقدس اور چشم بد کا توڑ سمجھکر احترام کرتے ہیں۔"

یہی تو اہلبیت کی کرامت ہے جو کسی نہ کسی حال میں ہر شہر اور ملک میں موجود ہے۔

معجزہ نمبر ۱۱

علیؑ کی حیاتِ پاک سے ہر دور میں رہنمائی حاصل کی جاتی رہے گی

یہی علیؑ کی ذات میں معجزہ نمائی ہے

(بحوالہ روزنامہ جنگ ۲۸ اپریل ۱۹۸۲ء شکریہ کے ساتھ)

"آج پشاور ایئر فورس بیس میں ایک شاندار پریڈ میں وزیر دفاع میر علی احمد خاں تالپور نے فضائی برتری حاصل کرنے والے اسکواڈرن بلیک اسپائڈر کو اسکواڈرن پرچم پیش کیا انھوں نے کہا کہ آج کی یہ تقریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس روایت کو تازہ کرتی ہے جب حضورؐ نے غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت علیؑ کو اسلامی پرچم عطا کیا تھا۔ اس دن سے پرچم عزت کا نشان، فیضان کا ذریعہ اتحاد کی علامت اور اسلام کی افواج کی اور سپاہیوں کے مجمع مرکز بن گیا ہے جنہوں نے بہادری کے عظیم کارنامے انجام دیے اور تمام مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنے پرچموں کو بلند رکھا۔"

کاش مسلمانانِ عالم رسولِ عربی کے اس غلام کی پوری زندگی سے استفادہ حاصل کرتے جو محمد مصطفٰےؐ کی تعلیم کا صحیح عملی نمونہ تھے تو آج اسلام کی عظمت کچھ اور ہوتی میرے مولاؑ آپ نے تو زندگی کے ہر شعبہ میں انسان کی رہنمائی کے لئے سنہرے اصول مرتب کئے ہیں اور خود عمل کر کے بتایا ہے ... یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم کبھی مارکس، کبھی لینن وغیرہ کے اصولوں کو دیکھتے ہیں اور اسلام کے اس مردِ مجاہد کو صرف تنگ نظری کی وجہ سے نظر انداز کر دیتے ہیں۔

امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہمارے رسول کا معجزہ ہیں

تحریر
مولانا سید احمد جوہر دہلوی

اس سے قبل کہ اصل موضوع پر گفتگو کا آغاز کردیا جائے۔ مناسب ہوگا کہ خود معجزہ کا بھی ایک مختصر سا تعارف کردیا جائے۔ معجزہ اس ما فوق قوت یا طاقت کا نام ہے جو قدرت کی جانب سے انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو عطا کی جاتی ہے تاکہ وہ اس قوت کے اظہار کے ذریعے خود کو نمائندہ الٰہی ثابت کرسکیں۔ تاکہ وہ معجزہ انکی ثبوت کے لئے دلیل بنجائے۔ ورنہ معجزہ کے معنیٰ تو ہیں کہ عاجز کرنے والا۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایسے تمام محیر العقول واقعات جو انسان کو حیرت زدہ اور عاجز کردیں۔ معجزات سمجھے جاتے ہیں۔ اور مقصد معجزہ یہ ہے کہ انسان اپنی حقیقی فکر اور شعور سے کام لے اور ان واقعات کو دیکھ کر جو مافوق العادات ہیں۔ روزمرہ اور معمول کے خلاف ہیں اس ہستی کو سمجھنے اور تلاش کرنیکی کوشش کرے۔ جس نے انسان کو یہ قوت عطا فرمائی۔ یا اس غیر مرئی قوت کا قائل ہوجائے جو اس نظام عالم کو روز اول سے چلارہی ہے۔ اور تا ابد چلاتی رہیگی۔ تاکہ انسان کی یہ غلط فہمی دور ہوجائے کہ یہ سب کچھ اس مادہ کی کارفرمائیاں ہیں جو خود عقل و شعور و فہم و ادراک سے خالی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جب انسان ایسے واقعات کو دیکھ کر حیران و عاجز ہوجائے اور یہ سمجھ لے کہ اس کے پس پردہ کوئی اور قوت کام کررہی ہے تو اس کا نام معجزہ ہے۔ اگر وہ معجزہ دلیل نبوت و رسالت یا امامت بن جائے تو وہ بینہ ہے۔ اور اگر اس کی توحید و مرکزیت کی تشریح

کرے تو وہ اللہ کی آیت ہے۔

اب پروردگارِ عالم نے اس کائنات میں ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے۔ جنھوں نے عالم کے گوشے گوشے میں اس کے پیغام کو پہنچایا۔ اور دلیل نبوت کے لئے اپنے ہمراہ معجزات لے کر آئے۔ پھر قدرت نے ان تمام کو زمانے، مقامات اور معجزات بھی مختلف عطا کئے۔ یا یہ کہہ دیجئے کہ ہر نبی کو معجزات بقدر ظرف عطا کئے۔ اور اگر کسی نبی پر بہت نگاہِ کرم ہوئی جیسا کہ جناب موسیٰ پر تھی۔ تو اُن کو نو معجزات عطا فرمائے لیکن ہمارے رسُول کے سوا نہ کسی نبی کو جامع کمالات بنایا اور نہ کسی نبی اور رسول کی ذات کو ہمارے رسول کی طرح سر تا پا معجزات سے سجایا۔ پھر ان تمام انبیاء کے پاس دو طرح کے معجزات تھے! یعنی ایک وہ جو ذات سے جُدا ہو سکیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ کا عصاء یا تخت سلیمان اور کشتیٔ نوح۔ اور معجزہ کی دوسری قسم وہ تھی، جو اُن کی ذات سے وابستہ تھے اور صفاتی حیثیت رکھتے تھے۔ یعنی اُن سے جدا نہیں ہو سکتے تھے۔ مثلاً علم آدم، ید بیضاء اور روح عیسیٰ وغیرہ۔ لیکن اسکے باوجود ان انبیاء کے پاس یہ معجزات اس وقت تک باقی رہے، جبتک کہ اُن کے جسم میں حیات رہی۔ لیکن جیسے ہی روح کا تعلق جسم سے منقطع ہوا۔ یہ معجزات بھی ختم ہو گئے۔ اب ہمارے رسول حضور ختمی مرتبت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چونکہ خاتم النبین ہیں اور شرف رسالت و نبوت انہی پر ختم ہوا۔ اس لئے قدرت نے دیگر انبیاء اور ان کے مابین فرق امتیاز کے لئے ایک ایسا معجزہ عطا فرمایا جو ان کی زندگی میں بھی معجزہ اور وفات کے بعد سے قیامت تک معجزہ ہی رہے گا۔ چونکہ قرآن کا یہ دعویٰ اپنے مقام پر آج بھی موجود ہے کہ جس سے ممکن ہو سکے قرآن کی ایک سورۃ کا مثل بنا لائے! لیکن سورۃ تو بڑی بات ہے تمام دنیا مل کر قرآن کی ایک آیت کا مثل نہیں بنا سکی۔ اور یہی قرآن کا سب سے بڑا اعجاز ہے۔

ہمارے رسول کے اس معجزے کا نام قرآن ہے۔ اور دوسرا اعجاز قرآن یہ ہے

کہ اس کے ساتھ ایک ایسی ذات وابستہ ہے جو قیامت تک اُس سے جُدا نہیں ہو سکتی اور خود ارشادِ رسول سے بھی اسکی تصدیق و تائید ہو رہی ہے! عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِیٍّ لَا یَفْتَرِقَانِ (وَلَنْ یَفْتَرِقَا) حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ۔ تاریخ خلفاء ص ۱۱۶ مطبوعہ دمشق ۔ صواعق محرقہ ص ۱۲۲ مطبوعہ مصر ۔ ینابیع المودۃ ص ۹۰ مطبوعہ استنبول) اور ان کتابوں کو مرتب کرنے والے ایسے جیّد علماء ہیں جو تمام عالمِ اسلام کی نگاہ میں انتہائی لائق احترام ہیں ۔ لیکن حیرت اس پر ہے کہ اہل دنیا نے قرآن کا معجزہ ہونا تو تسلیم کر لیا لیکن جب بات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی آتی ہے تو حیران ہو کر پوچھتے ہیں کہ یہ ممکن کیسے ہو سکتا ہے؟ اس کا جواب سادہ یہ ہے کہ قرآن پاک کتاب صامت ہے اس میں کلام کرنے کی طاقت نہیں ۔ اور نہ حکم رسول پر عمل کا نمونہ بن سکتا ہے ، تو اب عدل الٰہی پر اعتراض ہو جاتا کہ اگر قرآن کے ساتھ ایسی ذات کو وابستہ نہ کیا جاتا جو کبھی قرآن ناطق بنی ۔ اور کبھی خود رسول کا معجزہ بن گئی یعنی جب رسول نے قرآن کی طاقت ملکوت کو ظاہر کیا تو اس کا اظہار اس ذات کے ذریعہ ہوا جس کو دنیا امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے نام سے جانتی ہے ۔ آپ خود فیصلہ کریں کہ حکم رسول کے مطابق کیا قرآن کبھی بستر رسول پر سویا ، کیا قرآن میدان جنگ میں لا فتی بنا ہے ۔ کیا قرآن نے علم پر دوش ہو کر پانچ کمالات یک وقت دکھلائے ۔ کیا قرآن کبھی نورٌ علیٰ نور کا مصداق بنا ؟ کیا قرآن کبھی کھل کر مباہلہ میں سامنے آیا ؟ کیا قرآن کبھی چادر میں چھپ کر آیۂ تطہیر کی تصویر بنا ؟ کیا قرآن نے باب خیبر اکھاڑا ؟ تو ان تمام سوالات کا جواب نفی میں ہو گا ! اب کوئی ذات اگر حکم رسول پر عمل قرآن بنجائے تو وہ قرآن عمل کہلائیگی ؛ اور جس کا معجزہ قرآن ہے ! یہ ذات بھی اسی کا معجزہ کہلائے گی ۔ آخر کار ان تمام صفات کو یا اس ذات کے معجزات دیکھ کر علمائے اسلام کو بتانگ دہل یہ اعلان کرنا پڑا ۔ اِنَّ عَلِیًّا کَانَ مُعْجِزَةً مِّنْ مُعْجِزَاتِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ؛ طبقات علامہ کفوی ۔ فی ترجمہ امیر المومنین (علیہ السلام) بیشک (حضرت) علی رسول اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ تھے

اسی طرح بعض مفسرین نے یہ نقل کیا ہے " امیرالمومنین علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ
عنہ و کرم اللہ وجہہ من آیات اللہ و من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
مستطرف جلد ص ۱۹) یعنی امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اللہ کی آیتوں
(نشانیوں) میں سے ایک آیت ہیں اور رسول اللہ کے معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں۔
معجزہ اس طاقت باطنی کے اظہار کو کہتے ہیں جو عطیہ الٰہی ہو اور دوسرا اس
کو پیش کرنے سے عاجز رہیں۔ تو اب جو ذات حکم رسول پر اس قوت و طاقت عملی کا مظاہرہ
کرے وہی ذات رسول مقبول کا معجزہ قرار دی جائے گی۔ سیرت اور تاریخ کی ساری
کتابیں اس امر پر متفق ہیں کہ وادیٔ خیبر کا مشہور قلعہ قموص تھا اور جس کا دروازہ اپنی مضبوطی
اور پائیداری میں ناقابل شکست سمجھا جاتا تھا۔ اور یہی دروازہ باب خیبر کے نام سے
مشہور تھا۔ اس لئے کہ اگر یہ دروازہ کھل گیا تو پھر وادیٔ خیبر کا فتح ہونا بھی دشوار نہ تھا۔
اب تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ لشکر اسلام نے اس قلعے کا محاصرہ بعض کے بقول سترہ روز اور
بعض کے نزدیک انتالیس ۳۹ دن تک جاری رکھا لیکن فتح نہ ہو سکی! آخر کار سرکار رسالت نے
یہ اعلان فرمایا کہ یہ علم کل ایسے شخص کو دیا جائے گا کہ جب تک فتح اس کے ہاتھ پر نہ ہوگی وہ شخص
واپس نہیں لوٹے گا۔

اعطاہ رایۃ فی یوم خیبر و اخبر ان الفتح یکون علی یدہ (تاریخ
خلفاء ص ۱۴۳) اور یہ روایت صرف ایک تاریخ میں نہیں بلکہ تقریباً سترہ ۱۷ دیگر مستند کتب تاریخ
میں موجود ہے۔

اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ جب علم نبوت کے ذریعہ رسول کو یہ معلوم تھا کہ خیبر فتح
کرنا حضرت علیؑ کے سوا کسی اور کے لئے ممکن نہیں ہو سکتا تو پھر یہ انتظار کیا پہلے ہی کیوں نہ
بلوایا؟ اس کا جواب سادہ ہے۔ اگر ایسا کیا جاتا تو بہت سوں کو اعتراض ہوتا کہ جب ہمیں موقع
ہی نہیں دیا گیا تو ہم فتح کیسے کرتے۔ دوسرے یہ کہ اس راز سے بھی پردہ نہ اٹھتا کہ یہ ذات صرف

حامل ملکوت ہی نہیں بلکہ خود رسول کا معجزہ بھی ہے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو سرکار رسالت کبھی یہ دعویٰ نہ فرماتے "اِنَّ اَلْفَتحُ یکُونُ علی یَدِہٖ" بیشک فتح اس کے ہاتھ پر ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ

دے دیا حیدر کرار کو احمد نے علم
فتح نے دستِ یداللہ پہ بیعت کرلی

اگر واقعہ خیبر پر نگاہ ڈالی جائے تو یہ واضح ہو جائے گا۔ کہ امیرالمومنین نے فتح خیبر کے دوران صرف ایک معجزہ پیش نہیں کیا بلکہ دنیا کے سامنے معجزات کا انبار لگا دیا اور حامل رایت و روایت اور آیت بن گئے۔ اور یہ ایسا فخر ہے جو تاریخ اسلام میں کسی اور کے لئے ممکن نہ ہو سکا۔

تاریخ شاہد ہے کہ حضرت علی آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ سرکار رسالت نے بلا کر اپنا لعاب دہن آپ کی آنکھوں پر لگا دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وہ خود نور تھے۔ جیسا کہ مشہور احادیث سے بھی واضح ہے تو خود نور کو ضرورت نور کیا تھی۔ مرض خاصۂ بشریت اور شفاء خاصۂ نور ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ علاج کے دو طریقے ہیں یعنی علاج بالمثل اور علاج بالضد۔ تو اب رسول کے لعاب دہن سے اگر ان کو شفاء ملی تو وہ علاج بالضد تھا۔ اور یہ ذات چونکہ جسم رسول کا ایک حصہ تھی۔ یعنی خون و گوشت حتیٰ کہ نفس تک ایک تھا۔ تو اب یہ علاج بالمثل ہوا۔ یا کہہ دیجئے کہ دونوں میں نور ایک تھا تو نور سے نور کا علاج ہوا اور دنیا پہ یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ علیؑ کے آشوب چشم کا علاج رسولؐ کے لعاب دہن کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ ادھر وہ لعاب مس ہوا اور ادھر آنکھیں منور و شفایاب ہوگئیں۔ بلکہ نور نے نور میں اضافہ کر دیا۔ یا معجزہ نما نے معجزے میں بھی اپنا اعجاز دکھلا دیا۔

اب کتب معتبرہ میں یہ واقعہ بھی موجود ہے کہ حضرت علیؑ نے خیبر کے

دروازے پر پہنچکر سب سے پہلے اپنے نیزہ کو پتھر پر گاڑ دیا۔ یعنی پتھر موم بن گیا۔
اللہ رے زور معجزہ یا اعجاز دستِ حیدرؑ کہ جس کا اثر نوک نیزہ تک پہنچ گیا جبکہ
جناب داؤدؑ کی چٹکی صرف اس زرہ کی کڑیوں کو موم کر دیتی تھی جو اُن کے جسمِ اقدس
سے مس رہتی تھی۔ لیکن یہ امیر المومنین علی ابن ابیطالبؑ کی طاقت اعجاز تھی کہ ان کا
نیزہ بھی معجزنما بن گیا۔ اور یہ پتھر کے جگہ میں اتر گیا۔ یہ میدان خیبر میں پہلا معجزہ تھا
جس کا ظہور ہوا۔

اکثر مورخین نے لکھا ہے کہ جس دن حضرت علیؑ نے باب خیبر اکھاڑا ہے تو اس روز
آپ فاقے سے تھے۔ لیکن یہ حضرت علیؑ کے دست معجز نما کا اعجاز تھا کہ الٹے ہاتھ کی
انگلیوں سے جب آپ نے خیبر کے دروازہ کو جھٹکا دیا۔ تو انگلیاں فولاد کی چادر میں
اُتر گئیں۔ اور جب زورِ ید اللّٰہی آزمایا۔ تو قموص جیسے قلعے کے درو دیوار لرز اٹھے
اور جناب صفیہ سردار خیبر کی بیٹی۔ اپنے تخت سے نیچے گر پڑیں۔ یہ دوسرا معجزہ تھا
اور پھر دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ خیبر کا وہ عظیم الشان دروازہ جس پر سونے اور لوہے
کی چادریں منڈھی ہوئی تھیں بچشم زدن میں اپنے مقام سے جُدا ہو گیا۔ اور آپ کے
ہاتھوں میں مثلِ ڈھال نظر آیا جبکہ بقول علامہ طبری یہ دروازہ اس قدر وزنی اور
بھاری تھا کہ اسکو چالیس افراد مل کر کھولتے تھے۔ اور یہی قول موجود ہے ملاحظہ ہو
(تاریخ خلفا ص ۱۸۴) باب خیبر کے سلسلے میں مختلف تاریخوں میں مختلف روایات ملتی ہیں
جو حضرت علیؑ کے معجزے اور معجز نما ہونے پر مصدقہ شہادت کی حیثیت رکھتی ہے۔

"ابی رافع غلام حضرت رسول خدا سے یہ روایت ہے کہ جب رسولؐ نے علیؑ
کو رات دیکر بھیجا تو ایک یہودی کی ضرب سے حضرت کی سپر گر گئی آپ نے فوراً ایک
دروازے کو جو قلعے کے پاس پڑا ہوا تھا اپنی ڈھال بنالیا اور اس وقت تک جنگ
کرتے اور اس دروازے کو سپر بنائے رہے جبتک کہ خدا نے فتح نہ دے دی"۔

(مطالب السوئل ص ۱۳۷)

پھر اسی کتاب کے دوسرے صفحات پر یہ بھی تحریر ہے کہ پہلے اس دروازہ کو سپر بنا کر لڑتے رہے پھر اس کو پل بنا کر لشکر اسلام کو خندق کی دوسری جانب پہنچا دیا اور طریقہ کار یہ رکھا کہ خود درمیان خندق میں کھڑے رہے اور ہاتھ کی جنبش سے اس دروازے کو حرکت دیتے رہے اس طرح کُل لشکر دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ اُس کے بعد آپ نے دروازہ کو اتنے زور سے پھینکا کہ وہ چالیس گز دُور جا گرا۔ اس واقعہ کو دوسرے مورخین نے بھی بالتفصیل لکھا ہے۔ مثلاً (مطالب السئول ص۱۳۱، ص۱۳۲۔ منتہی الآمال ص۵۰۔ شیخ عباس قمی۔ تاریخ طبری۔ (صحیح بخاری جز ثالث ص۳۵ مطبع عثمانیہ مصر۔ واقعہ رایت)

ہمارے نزدیک اس اہم واقعہ کی توضیح اس طرح پیش کی جا سکتی ہے کہ امیرالمومنین دستِ راست کے بہت سے معجزے دکھا چکے تھے جن میں مرحب اور یاسر ذوالخمار اور عنکبوت جیسے شجاعانِ یہود کا قتل بھی شامل ہے۔ اب ہاتھ سے ذوالفقار کیا گری کہ قدرت نے دوسرا ہاتھ بھی معجزے کے لئے خالی کر دیا۔ اس وقت تک آپ کے ایک ہاتھ میں ذوالفقار آبدار اور دوسرے میں معمولی ڈھال تھی۔ ضرورت یہ تھی کہ وہ بھی آپ کے شایانِ شان ہو اسی لئے آپ خالی ہاتھ آگے بڑھے۔ دروازہ پر ہاتھ مارا اور اسی باب کو دستِ حیدری کی ایک جنبش سے اکھاڑ کر بطور ڈھال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ کفار خوفزدہ ہو کر بھاگے۔ آپ کے قدموں نے رُخ بدلا تو اسی کے ساتھ ڈھال نے بھی اپنا رنگ بدلا۔ اور علیؑ کے ہاتھ میں معجزہ بن گئی۔ اس لئے کہ وہ کبھی پل بنی تو کبھی کشتی اور جب نبیؐ اور حسنینؑ بھی آگئے تو شہر امن بن گئی۔ یعنی ڈھال ایک تھی لیکن کردار تین ادا کئے۔ اس طرح باب مدینۃ العلم نے باب خیبر کو توڑ کر ایک نیا فتح باب بنا دیا۔ حق تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنی ڈھال کو اسی دن کے لئے بچا کر رکھا تھا ورنہ اسد اللہ کے لئے نہ ڈھال کی اور نہ زرہ کی ضرورت تھی۔ نہ سر پر خود تھا نہ جسم پر آئینہ اور بکتر بند فقط سامنے کے رُخ پر ایک زرہ تھی اور پشت مکمل خالی تھی۔ البتہ وہ نور ضرور رہتے ہوئے تھی لوگوں نے حضرت علیؑ سے سوال کیا کہ آپ کی پشت پر زرہ کس لئے نہیں؟ آپ نے برجستہ ارشاد فرمایا

کہ "جو بھاگے وہ زرہ رکھے"۔ یہ شجاعت امیر المومنین تھی۔ اور سینہ پر بھی اس لئے زرہ تھی کہ وہ مہر فاطمہؑ بننے والی تھی۔ اس لئے جان سے لگا کر رکھا تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ سے جنگ خیبر کے دوران جن معجزات کا ظہور ہوا وہ تمام واقعات اس امر کی دلیل ہیں کہ آپؑ رسولِ مقبول کا معجزہ تھے۔ اور تعمیل ارشاد رسولؐ کر رہے تھے۔ پھر یہ مقصد بھی تھا کہ دنیا کے سامنے قرآن عمل کا نمونہ پیش کر دیں۔ اگر قرآن آئینہ پیش کرے تو یہ اس کی تفسیر بن جائیں۔ ارشاد رب العزت ہے کہ یَا ایها الذین آمنوا ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (سورۃ محمد آیت ۷) یعنی اے ایماندارو اگر (تم) خدا کے دین کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا۔ تو اب یہ لازم تھا کہ ایسی ذات موجود ہو جو نصرت دین کے سلسلے میں ثابت قدمی کی ایسی تصویر بن جائے کہ اس آیت کی عملی تفسیر پیش کر دے! اب جنگ خیبر کیا تھی؟ اللہ کے دین کی مدد اور علم لے کر یقین فتح کے ساتھ جانا یہ حکم رسولؐ کی تائید تھی۔ اب امیر المومنین نے روز خیبر یہ اعجاز دکھلایا کہ وہ پانی پر قدم رکھ کر مثلِ عیسیٰ بنے، اس لئے ہاتھ سے کشتیٔ نوح کا منظر پیش کیا اور انگلیوں سے جناب داؤد کا معجزہ دکھلایا تو یہ بات ہمارے لئے باعث حیرت نہیں۔ چونکہ وہ اس وقت صرف علیؑ نہ تھے۔ بلکہ سرتاپا رسولؐ کا معجزہ تھے! باب خیبر کو جس ہاتھ نے اکھاڑ کر پھینکا یا وہ کوئی معمولی ہاتھ نہ تھا بلکہ وہ ذات خود یداللہ تھی۔ بلاشک حیرت ان کو ہوئی تھی جنھوں نے اب تک دستِ یداللّٰہی کا معجزہ نہیں دیکھا تھا۔ یا اس حقیقت کو فراموش کر چکے تھے کہ یہ ہاتھ تو جھولے میں بھی اژدر کے دو کر چکے ہیں اسی لئے انھوں نے امیر المومنین سے حیران ہو کر پوچھا کہ یہ ممکن کیسے ہوا اور آپ میں یہ قوت کہاں سے آئی! آپ نے انتہائی سادگی سے جواب دیا۔ واللّٰہ ما قلعت باب خیبر بقوۃ جسدانیۃ ولکن بقوۃ ربانیۃ۔ "(تفسیر کبیر علامہ فخر الدین رازی جلد ۵ ص ۹۲)۔

یعنی خدا کی قسم میں نے بابِ خیبر پر اپنی جسمانی قوت استعمال نہیں کی بلکہ یہ قوت الٰہی تھی جس نے اپنا اعجاز دکھا دیا۔

اکثر و بیشتر مورخین نے دروازہ خیبر کی تفصیلات پیش کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ اس پر لوہے اور سونے کی چاندی کی چادریں منڈھی ہوئی تھیں جب آپ نے لشکر کو پار کرانے کے بعد اسکو زمین پر پھینکدیا۔ تو سپاہیوں کا اک ہجوم اس کے گرد جمع ہو گیا اور انکی نگاہیں اس سونے پر جمی ہوئی تھیں جو اس پر جڑا ہوا تھا۔ آپ نے تو دنیا کی طرح اسکو بھی پس پشت پھینکا تھا۔ لیکن دنیا کے طلب گار اس کی جانب دوڑے تو اب سرکار رسالت کو یہ حکم دینا پڑا کہ علی اس دروازے کو تم تقسیم کر دو۔ اب حضرت علی نے ایک بار پھر معجزہ دکھلا دیا۔ یعنی اس آہنی اور طلائی دروازہ کے پتروں کو اپنی انگلیوں کی قوت سے ٹکڑے ٹکڑے یا ریزہ ریزہ کر کے تمام سونا کل لشکر میں برابر طور پر تقسیم کر دیا۔ اور حضرت کا یہی وہ عمل تھا جس کو دیکھ کر بعض لوگوں کو مستقبل کا خدشہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ انھوں نے یہ سمجھ لیا کہ جب سونے جیسی قیمتی شے کی تقسیم میں علیؑ نے کسی کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں برتا بلکہ مساوات کو پیش نظر رکھا تو اگر رسول کے بعد علیؑ کو خلافت مل گئی تو پھر رعایا پروری ہوگی نہ کہ رعایت۔ کیا یہ معجزہ نہیں کہ بغیر وزن کئے سب کو یکساں حصہ مل جائے۔ بلاشک باب خیبر فتح کرنا تو معجزہ تھا لیکن اس کی مساوی تقسیم بھی کسی "معجزہ" سے کم نہ تھی۔

سوال یہ ہے کہ سترہ یا انتالیس دن میں کس چیز کی کمی واقع تھی۔ جو خیبر فتح نہ ہو سکا یعنی لشکر بھی موجود اور خود رسالت بھی ہمراہ تھی لیکن اس کے باوجود فتح نہ ہو سکی۔ بات یہ ہے کہ منشائے قدرت یہ تھا کہ اب دنیا پر یہ حقیقت بھی واضح کر دی جائے کہ فقط نبوت و رسالت ہی کافی نہیں جب تک امامت اس کے ساتھ نہ ہو یہی سبب تھا کہ جب چالیسویں روز نبوت کے ساتھ امامت کا بھی اضافہ ہو گیا تو اب فتح نے بھی قدم چوم لئے لیکن اس بات سے یہ مطلب نہ سمجھ لیجئے گا کہ خدانخواستہ نبی علیؑ کی امداد کے محتاج تھے اور وہ خود اپنا معجزہ نہیں دکھا

تو ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ان دونوں میں چولی دامن کا ساتھ تھا۔ رسول نبی تھے اور علی نبی
کا معجزہ اور معجزہ ب معجزہ کے بغیر بے کار ہے۔ علی کے قدم تو اس وقت تک بڑھ ہی نہیں
سکے جب تک لعاب دہن نبوت سے چشم امامت نہ چمکی امامت نبوت کے سہارے
بڑھی اور نبوت نے امامت کے ذریعہ فتح حاصل کی۔ ان کے ہاتھ سے چشم آشوب وا ہوئی
تو ان کے ہاتھ سے باب خیبر کھل گیا۔ فاتح نبوت کے قبضہ میں تھا اور فتح علی کے قبضہ میں
تھی۔ گویا علی کلید فتح تھے اور محمد اس کے ب نبی نے جیسے ہی کلید کو حرکت دی کلید
نے بڑھ کر باب خیبر کھول دیا۔ اس طرح قفل شکست فتح میں تبدیل ہو گیا۔

اگر حضور ختمی مرتبت سرکار رسالت اور امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب ان
دونوں ذوات مقدسہ کے معجزات لکھے جائیں تو قلم کی سیاہی ختم ہو جائے گی۔ لیکن ان کی
تفصیلات تمام نہ ہوں گی۔ اگر ذات رسول مظہر کمالات الٰہی اور جامع کمالات انبیاء ہے۔ تو امیر المومنین
جامع کمالات خاتم النبین ہیں۔ اور وہ شرف امامت کے اس منصب اعلیٰ پر فائز ہیں جہاں ان کے کمالات
اور فضائل کو دیکھ کر خود انبیاء بھی حیران نظر آتے ہیں۔ اب رہا انکی ذات سے اظہار معجزات کا سوال تو
قدرت نے نبوت کے بعد سلسلہ رشد و ہدایت کو ختم نہیں کیا بلکہ اس کو امامت کے ذریعہ جاری کیا
تو اب جس طرح نمائندہ الٰہی ہونے کی دلیل کے طور پر انبیاء کرام کو معجزات و طاقت ملکوت عطا کی
گئی۔ اسی طرح امامت کو بھی یہی قوت عطا کی گئی یا کہہ لیجئے کہ قدرت نے نبوت و امامت کو
دونوں کو ایک ہی نور عطا کیا۔ البتہ فرق امتیاز کے لئے ان کی صورتیں مختلف بنا دیں یعنی ایک
میں اگر نبوت جلوہ گر ہو گی۔ تو دوسری میں امامت تابندہ ہو گی اور خود قرآن پاک میں
بھی ایسی بکثرت آیات موجود ہیں جو اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ محمد و آل محمد دونوں کو قدرت
کی جانب سے قوت ملکوت عطا کی گئی تاکہ اس کے ذریعے معجزات کا ظہور ہو سکے اور یہ
ہمارے امام کی قوت ملکوت ہی تھی کہ ادھر زبان سے "کن آمد" نکلا۔ ادھر تصویر کے شیر نے
لباس حقیقت پہن لیا۔ یا یہ کہہ لیجئے کہ مجازی شیر حقیقت کے جامے میں آگیا۔ اور بادشاہ

وقت کو یہ اعتراف کرنا پڑا۔ کہ امام طاقت ملکوت کا حامل ہے۔

طاقت ملکوت کیا ہے؟ وہ الٰہی قوت جسکے ذریعہ معجزات کا ظہور ہو سکے اور قدرت کی جانب سے جن ذوات مقدسہ کو عطا کی گئی۔ ان کے بارے میں خود قرآن میں بے شمار ایسے ارشادات موجود ہیں مثلاً ۱۔ اللّٰہ الذی سخر لکم البحر۔ الخ (جاثیہ ۱۲) بیشک خدا ہی ہے جس نے سمندر کو تمہارے اختیار میں دیدیا۔ ۲۔ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم الیل والنھار (ابراہیم ۳۳) اور سورج و چاند کو تمہارا تابع دار بنا دیا کہ وہ ہمیشہ گردش کرتے رہیں اور رات دن کو تمہارے قبضہ میں دے دیا۔ وسخر لکم ما فی السمٰوات والارض جمیعاً منہ۔ الخ (جاثیہ ۱۳) اور تمہارے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے۔ سب کو تابع دار بنا دیا۔ یہ تمام آیات اس امر کی دلیل ہیں کہ قدرت نے اس کائنات میں کچھ ہستیاں ایسی پیدا کیں جن کے اختیار میں سمندر، شمس و قمر کی گردش دن اور رات بلکہ زمین و آسمان میں جو کچھ موجود ہے یعنی ہر شے دے دی گئی ہے۔ اور ان ہستیوں سے مراد صرف محمدؐ و آل محمدؐ ہیں۔ لیکن اہل دنیا نے اس تسخیر سے مراد یہ لی ہے کہ تمام اشیاء انسانوں کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں۔ اور انہی کے دست تصرف میں ہیں۔ گویا رسول اور ان کے اہل بیت سے ان آیات کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی طرح بعض مقامات پر جناب داؤد اور جناب سلیمان کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ اور یہ بتلایا ہے کہ ولسلیمان الریح عاصفۃ تجری بامرہٖ (الانبیاء ۸۱) یعنی ہم نے تیز ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا تھا۔

حیرت یہ ہے کہ اہل دنیا نے ان آیات کو کیسے نظر انداز کر دیا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ ان کو بھی اپنی جانب منسوب کر لیتے جبکہ تسخیر کے واضح معنیٰ یہ ہیں کہ وہ ان کے حکم کے تابع ہو جائے۔ جیسے ہوا جناب سلیمان کے تابع تھی۔ اور اسی کے ذریعہ تخت سلیمان پرواز کرتا تھا۔ تو اب معنیٰ تسخیر یہ ہیں کہ آپ ہوائی جہاز کے ذریعہ فضا میں بلند ہو جائیں۔ اور یہ کہدیں کہ ہم نے ہوا کو تسخیر کر لیا۔ یا راکٹ کے ذریعہ چاند پر پہنچ جائیں تو یہ کہدیں کہ چاند کو ہم نے مسخر کر لیا۔ بلکہ تسخیر قمر ان کے تابع ہو گی۔ جو

انگلی کے اشارے سے اس کو دو کر کے اور پھر یکجا کر دیتی۔ اور تسخیر آفتاب وہ کر سکتا ہے۔ جس کے ایک اشارہ پر ردِ شمس ہو۔ تمام مورخین اس بات پر متفق ہیں کہ ردِ شمس پہلی بار جنگ خیبر کے بعد واپسی کے موقع پر ہوئی۔ اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ آخر رسول نے جنگ خیبر کے بعد ہی یہ معجزہ کیوں دکھلا دیا۔ بات یہ ہے کہ جب امیر المومنین نے باب خیبر کو فتح کر کے معجزہ دکھلا دیا تو بعض لوگ ان کی قوت کو دیکھ کر یہ سمجھے کہ علی بشر نہیں بلکہ کچھ اور ہیں۔ اور ایک ایسا گروہ بھی موجود تھا جس کو شبہ ہوا نبی کی کمزوری اور علی کی طاقت پر کہ رسول اتنے عرصے میں کچھ نہ کر سکے اور علی آئے تو ایک ہی دن میں سب کچھ ہو گیا۔ تو اب رسول کے لئے لازم ہوا کہ وہ ایسے شکوک و شبہات کو دور کر دیں۔ اب آفتاب اگرچہ غروب ہو چکا تھا۔ لیکن ادھر نبی نے ولی کے لئے ہاتھ بلند کئے۔ ادھر آفتاب لوٹا۔ زمین نے گردش کی تا کہ اُمت اپنی نگاہوں سے دیکھ لے کہ ہاتھ لگانا تو بڑی بات ہے کہ اگر ہاتھ اٹھا دوں اور محض انگلی سے اشارہ کر دوں۔ تو باب خیبر کی حقیقت آفتاب اپنی جگہ سے ہل جائے اور زمین چکر لینے لگے۔ بلکہ فتح باب چونکہ باب العلم کا حصہ ہے اسی لئے مجھے کیا ضرورت تھی کہ دو بابوں کے درمیان مداخلت کرتا۔ تو یہ تسخیر آفتاب تھی۔ اب تاریخ گواہ ہے کہ آفتاب ایک مرتبہ جنگ خیبر اور دوسری بار جنگ نہروان کے بعد حضرت علیؑ کے حکم پر لوٹا (تفسیر کبیر و تفسیر والعصر) گویا آفتاب نے نبیؐ اور علیؑ دونوں سے اس امر کا اعتراف کیا کہ یہ بشر ہیں جنھوں نے آپ کے متعلق ایسا گمان کیا ہیں تو آپ دونوں کا مطیع و فرمانبردار ہوں۔

اب رہی منفعت والی بات کہ یہ تمام اشیاء قدرت نے صرف ہمارے ہی لئے بنائی ہیں۔ تو جس طرح ہوا و شمس و قمر۔ یا شب و روز ہمارے لئے مفید و کار آمد ہیں۔ اس سے کہیں زیادہ جمادات و نباتات اور حیوانات کے لئے فائدہ مند ہیں۔ چونکہ پھلوں میں رنگ و آبداری و پختگی، نباتات میں رنگ و خوشبو گل و ثمر میں حسن و شیرینی یہ سب کچھ آفتاب و ماہتاب کے طفیل سے ہے۔ اسی طرح دن اور رات ہیں جو جانداروں کے لئے مفید و کار آمد ہیں چونکہ وہ دن کی روشنی میں شکار کی تلاش اور شب کی تاریکی میں آرام کرتے ہیں۔ اب رہا سمندر کے

کارآمد ہونے کا سوال۔ تو جو حیوانات اس کی تہ میں رہتے ہیں۔ اُن کے لئے تو یہ سمندر باعث حیات ہے۔ تو پھر یہ تمام اشیاء آپ کے لئے کس طرح باعث تسخیر ہوگئیں۔ یا قدرت نے ان تمام چیزوں کو صرف آپ کی تسخیر کے خاطر پیدا کیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ تمام چیزیں صرف اُن کے تابع ہوں گی جو شوکت داؤد و سلیمان کے حامل ہوں۔ اور اگر اُن سے یہ فریاد کی جائے کہ اب آپ کے جد کی امت پہ کٹھن وقت پڑا ہے اور وہ ہوا کو صرف اشارہ کر دیں تو ابر رحمت کائنات کے گوشوں سے سمٹ کر آ جائے اور برسنا شروع کر دے۔ اسی طرح سمندر و دریا کے تسخیر کرنے والے وہ تھے جنہوں نے اپنا عصا دریا پہ مارا تو اس نے راستہ دے دیا۔ اور جب غیر نے اس دریا میں قدم رکھا تو اسے پانی نے غرق کر دیا یا پھر تسخیر اُن کے لئے تھی جنہوں نے جنگ صفین کی واپسی پہ فرات جیسے دریا سے ایک اشارہ میں اپنے کل لشکر کو پار کرا دیا۔

ایک بار اہل کوفہ نے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ شکایت کی کہ اس سال دریائے فرات میں طغیانی ہے اگر اس وقت آپ نے امداد نہ کی تو ہم سب تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ راوی لکھتا ہے کہ آپ نے امام حسن اور امام حسین کو اپنے ہمراہ لیا۔ اور روانہ ہو گئے۔ وہاں جا کر دیکھا کہ دریا کے دونوں کنارے پانی سے اُبل رہے ہیں۔ اس وقت آپ اپنے دست مبارک میں رسول اللہ کا عصا لئے ہوئے تھے۔ جس وقت آپ نے وہ عصا دریا پہ مارا تو دونوں جانب سے اس کا پانی ایک ایک ہاتھ کم ہو گیا۔ پھر دوسری بار ہاتھ مارا تو دو دو ہاتھ کم ہو گیا۔ لوگوں نے عرض کی کہ مولا یہ عمل ایک بار اور دہرایا جائے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ سے اسی قدر مانگا تھا۔

اب یہ امر پیش نظر رہے کہ حکومت کا پھیلاؤ یا دائرہ اثر ہمیشہ بازو کی قوت ہوتا ہے حضرت موسیٰ کی حکومت و قوت اس قدر تھی کہ جس مقام پہ وہ کھڑے ہوئے تھے اسی جگہ پر دریائے نیل نے اُن کو راستہ دے دیا۔ مگر الحمد للہ رے قوت علیؑ یا اعجاز امام کہ جہاں تک فرات بہہ رہا تھا، وہاں تک دونوں سمت پانی کم ہو گیا۔ اب فرق کیا تھا تو صرف یہ کہ جناب موسے

ہاتھ میں حضرت شعیب علیہ السلام کا عصاء تھا اور حضرت علیؑ کے دست مبارک میں عصائے رسول تھا۔ ویسے تو دونوں ہی عصاء اپنے اپنے مقام پہ معجزہ ظاہری کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن استعمال کرنے والے جو دونوں بازو تھے۔ ان میں زمین و آسمان کا فرق تھا یعنی ایک بازو اژدر سے ڈرنے والے اور دوسرے بازد اژدر کو ذو کرنے والے تھے۔ تو یہ حقیقی تسخیر ہے جو صرف محمد و آل محمد کا حصہ تھی۔ ورنہ محض عصاء سے کام نہیں چل سکتا۔ فرعون تخت حکومت پہ جلوہ افروز پھر صاحب اقتدار حکومت بھی تھا۔ اگر چاہتا تو اک اشارہ میں جناب موسیٰ کے عصاء کو چوری کرادیتا لیکن وہ اس حقیقت سے بھی بخوبی واقف تھا کہ محض عصاء پہ قبضہ کر لینا ہی کافی نہ ہوگا یہی سبب تھا کہ اسکو عصا کے چوری کرانے کی جرأت نہ ہو سکی۔ اسی طرح عصائے رسول بھی اکثر لوگوں کے قبضے میں رہا لیکن اس سے کام لینے والے صرف امیرالمومنین حضرت علیؑ تھے جن کے بارے میں خود رسول نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ عَلِیٌّ مِنِّی وَاَنَا مِنْہُ۔ (ابن ماجہ جز اول ص ۵۰۔ بخاری جلد ۲ ص ۲۰۴ ریاض النضرۃ حصہ ۲ ص ۱۷۴) یعنی علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں۔ گویا دونوں میں نور ایک تھا۔ دونوں کا نفس ایک تھا۔ اور دونوں نور کے حامل تھے۔ یا دونوں طاقت ملکوت رکھتے تھے۔ جس کے ذریعے معجزات کا ظہور ہوتا تھا۔ البتہ یہ فرق ضرور تھا کہ ایک صاحب معجزہ تھا تو دوسرا خود اس کا معجزہ تھا۔

اسی طرح سورہ انبیاء میں جناب داؤد کے بارے میں یہ ارشاد ہو رہا ہے۔ وَسَخَّرْنَا مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ یُسَبِّحْنَ وَالطَّیْرَ۔ (انبیاء ۷۹) اور ہم نے پہاڑوں کو داؤد کا تابع بنا دیا تھا کہ انکے ساتھ (اللہ کی) تسبیح کیا کرتے تھے اور پرندوں کو بھی انکا تابع کر دیا تھا۔ تو یہ جناب داؤد کا اعجاز تھا کہ پرندے اپنی اڑان چھوڑ کر ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔ بلکہ شریک حمد و ثنا ہوتے تو تسخیر یہ ہے نہ کہ یہ آپ جال لے کر جنگل میں گئے اور بہت سے پرندے پکڑ کر لے آئے اور یہ دعویٰ کہ ہم نے پرندوں کو تسخیر کر لیا اگر ان معیار تو تسلیم کر لیا جائے۔ تو پھر شکاریوں سے زیادہ انتساب تسخیر کے دعویدار ہو جائیں گے البتہ انبیاء کے بعد اگر کوئی ہستی صاحب تسخیر ہو سکتی ہے تو صرف وہ

جس کے ایک ادنی اشارہ پر اپنی پرواز ترک کر کے پرند صحن مسجد میں جمع ہو جائیں۔

براءابن عاذب سے روایت ہے کہ حضرت امیرالمومنین تشریف فرما ہیں کہ مرغابیوں کی اک قطار پرواز کرتی ہوئی آپ کے سامنے سے گذری اور جونہی وہ آپ کے مقابل آئیں تو انھوں نے بولنا شروع کر دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مجھے اور تمہیں سلام کر رہی ہیں۔ منافقین نے جب یہ سنا تو مسکرا کر ایک دوسرے کو اشارہ کرنے لگے۔ اللہ رے شرف و عظمت امیرالمومنین کہ آپ نے فوراً قنبر کو حکم دیا کہ انھیں آواز دو کہ تمکو امیرالمومنین رسول اللہ کے بھائی بلا رہے ہیں اب جیسے ہی مرغابیوں نے آواز سنی راہ بدل کر مڑیں اور پر جوڑ کر صحن مسجد میں آگرا اپنے پوٹے ٹیک دیئے اور سب ایک جگہ جمع ہو گئیں۔ آپ نے ان سے باتیں شروع کر دیں وہ گردنیں لمبی کر کے سنتی رہیں۔ پھر آپ نے جب یہ حکم دیا کہ اب واپس چلی جاؤ تو وہ اڑ کر اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گئیں۔ قابل غور امر یہ ہے کہ پرندوں نے تو آپ کی بات کو سمجھ لیا لیکن وہ منافقین جو آپ کے پاس اٹھتے بیٹھتے تھے وہ آپکی بات کو بھی نہ سمجھ سکے۔ بظاہر یہ ایک سادہ سا معجزہ ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو ایک ہی معجزے میں کئی معجزات موجود ہیں۔ مثلاً آپ نے خود آواز نہیں دی بلکہ قنبر کو حکم دیا کہ تم آواز دو۔ تاکہ دنیا یہ دیکھ لے کہ جسکے غلاموں میں یہ اعجاز ہے تو خود اس کا آقا کیسا ہو گا۔ آواز کا اتنی بلندی تک پہنچ جانا یہ دوسرا معجزہ تھا۔ مرغابیوں نے عربی زبان و کلام کو سمجھ لیا اور صحن مسجد میں آکر جمع ہو گئیں۔ یہ تیسرا معجزہ تھا پھر خود امیرالمومنین نے ان سے گفتگو کی یہ چوتھا معجزہ تھا حضرت سلیمانؑ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے کہ اے لوگو! مجھے قدرت نے زبان طیور سمجھنے کا علم عطا کیا ہے (سورۂ نمل آیت ۱۶) اور خود قرآن پاک میں بھی جناب سلیمانؑ کا ہدہد سے کلام کرنا مذکور ہے۔ تو جو اعجاز جناب سلیمان نے تخت حکومت پر جلوہ افروز ہو کر دکھلایا۔

اس کا نام ہے حقیقی تسخیر جس کا علم قدرت کی جانب سے امیرالمومنین کو

علامہ ثعلبی نے اپنی مشہور کتاب العرائس مطبوعہ مصر صفحہ ۲۵۰۔ و صفحہ ۵۹ اپر

پر یہ واقعہ اصحاب کہف کے ضمن میں بڑی تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ یعنی خلیفہ دوم کے زمانے میں علمائے یہود کا ایک گروہ ان کے دربار خلافت میں آیا اور چند سوالات کیے۔ پھر یہ بھی کہا کہ اگر ہمیں صحیح جواب دیے گئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ لیکن خلیفہ صاحب ان سوالات کا جواب دینے سے قاصر رہے۔ اور جب کوئی اور صورت سمجھ میں نہ آئی تو امیر المومنین حضرت علیؑ کی خدمت میں یہ پیغام بھجوایا۔ یا ابوالحسن انت لکل معضلۃ وشدۃ تدعی۔ یعنی اے ابوالحسن آپ ہی ہر مشکل مسئلہ اور مصیبت کے وقت پکارے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ حضرت علی اس پیغام کے بعد دربار میں پہنچ گئے اور علمائے یہود سے اُن کے سوالات سن کر انتہائی تسلی بخش جوابات دیئے۔ اور انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ ویسے تو تمام سوالات ہی انتہائی اہم اور دشوار تھے لیکن ایک سوال اپنے مقام پر انتہائی عجیب و غریب تھا۔

وَاَخبرنا مایقولُ الدّراج فی صیاحہ۔
وَمَا یقول الدیک فی صراخہ
وَمَا یقول الضفدع فی نعیقہ
وَمَا یقول الفرس فی سھیلہ
وَما یقول الحمار فی نھیقہ
وَمَا یقولُ القبرۃ فی صفیرہ
(بحوالہ منہاج نہج البلاغہ ص ۱۹۶)

یعنی ہمیں یہ تبلایئے کہ تیتر، مرغ، گھوڑا، مینڈک اور چنڈال اپنی اپنی بولیوں میں کیا کہتے ہیں؟۔
حضرت علیؑ نے انکے سوالات کے بھی شافی جوابات دیئے، اور ہر طرح سے ان کو مطمئن کیا جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

تیتر:۔ اَلرَّحمٰنُ علیٰ عرشِ الستوَان !
مُرغ:۔ اُذکروا اللہ ایّھا الغافلُون!
مینڈک:۔ اللّٰھمّ العَن مبغضِ محمدٍ وآلِ محمدٍ!

اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام کے پاس یہ تمام علوم کہاں سے آئے۔ اس کا جواب خود اُن کے مندرجہ ذیل ارشادات گرامی میں موجود ہے فرماتے ہیں جب میں رسول سے سوال کرتا تو حضرت تبلاتے اور اگر خاموش ہو جاتا تو پھر خود پیغمبر میرے دریافت کیے بغیر تبلاتے۔ (صواعق محرقہ ص ۷۶ طبع مصر)

۲۔ "میرے پروردگار نے مجھے وہ قلب عطا کیا ہے کہ جس میں خزانۂ عقل محفوظ ہے اور زبان بھی ایسی عطا فرمائی جو اوراک حقائق معلوم کرنے سے کبھی تھکتی نہیں ہے۔" (حلیۃ الاولیاء جلد ۱ ص ۶۸۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے راز آسمانی کتابوں میں ہیں ان سب سے میں بخوبی واقف ہوں۔ اور جو کچھ ان تمام کتب آسمانی میں ہے اس کا کل علم قرآن پاک میں موجود ہے۔ اور قرآن پاک کا کل علم سورۂ فاتحہ میں اور سورۂ فاتحہ کا علم بسم اللہ میں اور بائے بسم اللہ کا علم اس نقطے میں موجود ہے جو ب کے نیچے ہوتا ہے اور وہ نقطہ خود میں ہوں۔ انا النقطۃ تحت الباء (ینابیع المودۃ علامہ قندوزی ص ۶۹ طبع استنبول)

اب ان ارشادات سے واضح ہوجاتا ہے کہ امیر المومنین حضرت علیؑ کی علم کس قدر بلند منزلت پر فائز تھے اور منبع علم جہاں سے انھوں نے یہ سب کچھ حاصل کیا وہ ذات رسالتمآب تھی۔ جو مظہر کمالات الٰہی تھی۔ آئینۂ صفات الٰہیہ تھی۔ گویا ذات رسول کمالات الٰہی کی مظہر بنی تو امیر المومنین کمالات و صفات رسول کا مظہر بنے۔ رسول مدینۃ العلم تو علی باب العلم تھے۔ اگر قدرت نے اپنے رسول آخر کو قرآن صامت کی شکل میں ایک معجزہ عطا کیا تو قرآن ناطق کے طور پر علی کو اس کے ہمراہ کر دیا۔ تاکہ وہ ذات مظہر اعجاز رسول بن جائے اور تمام عالم اپنی نگاہوں سے دیکھ لے کہ ذات امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام رسول سے جدا نہیں بلکہ اُن کا معجزہ ہے۔ اور وہ بھی اسی قوت ملکوت کی حامل ہے جو انبیاء اور ائمہ طاہرین کو من اللہ عطا کی گئی ہے۔ مگر اس کا کیا کیا جائے کہ اہل دنیا نے تو ابھی تک امیر المومنیں کی شخصیت کا حقیقی نگاہوں سے مطالعہ ہی نہیں کیا اور اکثر و بیشتر دیکھنے والوں نے انکو صرف خلافت کی سیاسی دیکھا ورنہ اگر وہ بحیثیت ملک انسان کامل ان کی ذات گرامی کا مطالعہ کرتے تو یہ دیکھتے کہ انکی زندگی انسانیت کے ہر موڑ پر اور بشریت کی ہر اہم منزل پر مشعل راہ بنکر انکی راہنمائی کے لئے موجود ہے عالم میں کتنے ہی انقلاب کیوں نہ رونما ہوجائیں۔ اور انسانیت کتنی ہی کروٹیں کیوں نہ

بڑے۔ لیکن علی جیسا انسان کامل پیدا ہونا ممکن نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ذات خود کو رسول کا معجزہ ثابت کر سکتی ہے۔ یہ صرف شرف امیر المومنین ہے جو بیک وقت اللہ کے ولی رسول کے وصی، رسول کے جسم کا حصہ، رسول کا نفس اور رسول کا معجزہ ہیں اور جس طرح قرآن سے اہل بیت رسول کو جدا نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح امیر المومنین کی ذات گرامی کو سرکار رسالتؐ سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا چونکہ معجزہ کی تعریف ہی ہے کہ وہ صاحب معجزہ سے جدا نہ ہو سکے تو اب جس طرح قرآن قیامت تک ہمارے رسول کا معجزہ ہے اسی طرح امیر المومنین بھی قیامت تک رسول کا ہی معجزہ رہیں گے۔

احقر الزمن

سید احمد جوہر دہلوی

۲۷ مئی ۱۹۸۲ء ۱۴/۲ فردوس کالونی کراچی ۱۸

۷۵٦

حقیقتِ معجزہ

قبل اس کے کہ امام اول مظہر صفاتِ خداوندی امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے بعض زندہ معجزات کا ذکر کیا جائے تو اس سے پہلے معجزہ اور اس کی حقیقت کیا ہے اس پر روشنی پڑنا ضروری ہے۔ تاکہ جو لوگ معجزات کے قائل نہیں وہ عقل و شعور سے غور و فکر کریں کہ کس حد تک اس کی حقیقت قابل تسلیم ہے جب کہ واقعات زمانہ اور وقت اس کے سمجھنے میں مدد دیتے ہیں۔ اور عقل تسلیم کرتی ہے کہ ہر بلندی تک پہنچنے کے لئے زینہ یعنی وسیلہ لازمی ہے

خالقِ کائنات نے اپنے بندوں کو پیدا کر کے اپنی عبادت اور بندگی کا قانون نافذ کیا اور اس پر چلانے اور بندوں کو ہدایت کیلئے اپنے بندگان خاص کو نبی رسول پیغمبر اور امام بنا کر وقتاً فوقتاً بھیجا تاکہ انسان گمراہ نہ ہو۔ اور راہِ مستقیم پر چلے شیطان انسان کو خلیفہ (نائب خدا) بنانے کی مخالفت کر کے سرکشی کر چکا تھا جس سے معتوب درگاہ احدیت ہوا وہ انسان کا دشمن بنگیا۔ اور اس نے شیوہ اختیار کیا کہ وہ خدا کے بندوں کو بہکا کر گمراہ کرے۔ انسان کی فطرت ہے کہ جو روکے۔ ان کے احکامات سے گھبراتا ہے اور من مانی کا متمنی ہوتا ہے جب انسان نے دیکھا کہ قانون خداوندی اور اس کے ہدایت کنندگان خواہشات نفسانی پر چلنے سے روکتے ٹوکتے ہیں تو وہ گھبرانے لگے اس وقت شیطان نے اس کو بہکایا کہ تیرا معبود اللہ نہیں ہے نہ اس کا کہیں وجود ہے تیرے معبود تو گائے کے بچھڑے۔ پتھر۔ سورج۔ چاند ستارے۔ درخت وغیرہ۔ لڑکیاں اور ناگ سانپ وغیرہ ہیں۔ چنانچہ معبود حقیقی کے گمراہ بندے ایسی چیزوں کو پوجنے لگے

یعنی ان کو معبود سمجھ کر ان کی پرستش کرنے لگے۔ چپ چاپ دیکھتے رہے ان کو روکا اور ٹوکا نہیں گیا۔ انھوں نے دوسرے بندوں کو بھی ورغلا کر ہم خیال بنانا شروع کر دیا۔ اس کے بعد ان لوگوں نے ہدایت کنندگان کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور ان کو جھٹلایا جانے لگا۔ چونکہ خداوند عالم جانتا تھا کہ میرے بندوں کو شیطان بہکائے گا۔ صرف مخلصین اس کی زد سے محفوظ رہ جائیں گے۔ اور دوسرے مقرر کردہ اور برگزیدہ ہدایت کنندگان بندوں کو جھٹلائے گا۔ اس لئے اپنے نمائندوں کو ایسی طاقت بھی قدرت نے ودیعت فرمادی کہ وہ گمراہ بندوں کو قائل کرنے کے لئے محیر العقول خلاف عادت خلاف فطرت ایسے مناظر کا مشاہدہ کرائیں جن کے سمجھنے سے بندہ عاجز ہو جائے۔ اسکی عقل حیران رہجائے۔ چنانچہ بعض مواقع پر قدرت نے ایسے مظاہرے کرائے کہ انسان حیرت زدہ رہ کر عاجز آگیا۔ ایسی طاقت کے ظہور کو مُعجزہ کہا جاتا ہے ہر زمانہ میں معجزات کا ظہور ہوتا رہا ہے اللہ کے نیک بندے ان سے ہدایت پاکر راہ مستقیم پر چلتے رہے اور فائدہ اٹھاتے رہے۔ بہت سے گمراہ بندے اس کے قائل نہ ہوئے وہ ان معجزات کو جادو یا سحر بتلا کر ہدایت کنندگان کو جھٹلاتے رہے حتی کہ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ اس معجزہ کو دکھانے اور ماننے والوں کو بدعتی قرار دیا جاتا ہے حالانکہ معجزات کا ذکر کلام الٰہی میں بکثرت آیا ہے اور تاریخ دنیا کے اوراق میں ان کا وجود اور ذکر محفوظ ہے۔

مولائے کائنات کے فضائل اور حیرت انگیز و مسحور کن معجزات و کرامات کا انتخاب کتب و رسائل سے جمع کر کے جن کی تصدیق غیر مسلموں نے اور اخبارات وغیرہ نے کی ہے۔ ان اذہان کو متوجہ کرنے کے لیے شائع کئے ہیں جو معجزات کے قائل نہیں آخر میں مولائے کائنات کا ایک نادر روزگار معجزہ پیش کر رہا ہوں جو آپ کو محمد مصطفےٰ پیغمبر خدا کے وصی اور خداوند کریم کا خلیفہ برحق اور مظہر العجائب و غرائب ثابت کرتا

کرتا ہے۔ یوں تو اس دنیا میں بہت سے لوگ آئے ان کی دوسروں نے بڑی بڑی کراماتیں پیش کیں لیکن علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی طرح اعلان کرکے کسی کو معجزہ دکھانے کی جرأت نہیں ہوئی۔

وصی مصطفےؐ نے اٹھ دن کے مردے کو زندہ کر دیا۔

زہرۃ الریاض الحسن الکبار اور کوکب دری صفحہ ۲۶۰ میں میثم تمارؒ سے مروی ہے کہ ایک روز میں شہر کوفہ میں جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا اور اصحاب کبار کی بھی ایک جماعت موجود تھی کہ یکایک ایک شخص قبائے خز پہنے اور زرد عمامہ سر پر باندھے اور ایک تلوار زیب کمر کئے آیا۔ اور بولا تم میں کونسا شخص ہے جس نے اپنی عمر میں میدان جنگ سے کبھی فرار نہیں کیا اور کمال اور ناموری میں سب سے فائق ہے اور اسکی ولادت بیت اللہ میں ہوئی ہے اور اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ میں درجہ اعلیٰ کو پہنچا ہوا ہے۔ تمام غزوات میں محمد مصطفیٰ پیغمبر خدا کا ناصر و مددگار رہا ہے۔ اور عمرو عنتر کو قتل کیا ہے خیبر کو ایک حملہ میں اکھاڑا ہے۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا اے سعید بن الفضل بن الربیع وہ شخص میں ہوں۔ پوچھ جو کچھ پوچھنا چاہتا ہے۔ میں ہوں غمزدوں اور یتیموں کا ملجا و ماویٰ۔ اسیروں اور خستہ دلوں کا مرہم۔ میں ہوں وہ شخص کہ مجھ پر بلاہائے عظیم وارد ہوئیں اور بموجب حکم قرآن مجید خدا صابر دل کو دوست رکھتا ہے میں ان بلاؤں پر صبر کرتا رہا۔ میں ہوں وہ شخص جس کے اوصاف توریت انجیل زبور۔ اور فرقان میں مرقوم ہیں۔ قرآن میں مجھ کو صراط مستقیم کہا گیا ہے اعرابی نے کہا ہم کو ایسا لگتا ہے کہ آپ ہی رسولخداؐ کے وصی اور اولیاء اللہ کے پیشوا سیدۃ المرسلین کے بعد زمین و آسمان کی حکومت آپکے لئے ہے حضرت نے

ارشاد فرمایا ہاں ایسا ہی ہے۔ اے اعرابی تو سوال کر جو کچھ تیرے دل میں ہے دریافت کر۔ اعرابی نے جواب دیا وہ ساٹھ ہزار مردوں کی طرف سے جن کو عقیمہ کہتے ہیں ایلچی بنکر آیا ہوں۔ اور اپنے ساتھ ایک مردہ شخص لایا ہوں۔ جس کو قتل کردیا گیا تھا قاتل کے معاملے پر اختلاف پیدا ہوگیا ہے۔ اصلی قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اگر آپ اس کو زندہ کردیں تو ہم کو تحقیق طور پر معلوم ہوجائیگا کہ آپ رسولخدا کے وصی اور اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ اور اس طرح ہملوگوں کو اصلی قاتل کا بھی پتہ بھی چل جائیگا۔

میثم تمار بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین نے مجھ سے فرمایا کہ ایک اونٹ پر سوار ہوکر کوفہ کے گلی کوچوں میں جاؤ اور منادی کرو جو کوئی ان کرامات کا حق تعالی نے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو عطا فرمائیں ہیں مشاہدہ کرنا چاہتا ہے کل نجف میں حاضر ہو۔ میں نے حسب ارشاد تمام کوفے میں منادی کردی۔ دوسرے روز صبح کی نماز کے بعد مولائے کائنات جنگل کی طرف متوجہ ہوئے۔ اہل کوفہ بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہولیے۔ مقام مقررہ پر پہنچے تو فرمایا اس اعرابی کو حاضر کیا جائے جب اعرابی حاضر ہوا تو اس سے

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مردہ کو حاضر کرو۔ لوگ لاش لے کر آئے۔ جنازہ کا سر کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک نوجوان کی لاش ہے جس کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کرکے قتل کیا گیا ہے۔ سر کہیں پاؤں کہیں ہیں حضرت نے فرمایا اے اعرابی اس کو قتل ہوئے کتنے دن ہوئے ہیں اس نے عرض کی اکتالیس روز ہوچکے ہیں پھر ارشاد کیا کہ اس کے خون کا طالب کون ہے عرض کی قوم کے پچاس آدمی اس کے خون کا بدلہ چاہتے ہیں فرمایا اس کو اس کے چچا نے قتل کیا ہے۔ جس کا نام حریث بن حسان ہے۔ اس نے اپنی لڑکی اس سے بیاہی تھی اس جوان نے اس

لڑکی کو چھوڑ کر دوسری عورت سے شادی کرلی اس وجہ سے اسکے چچا نے اس کو انتقاماً قتل کردیا۔ اعرابی نے کہا یا امیر المومنین ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ آپ ارشاد فرماتے ہیں۔ لیکن میں اس پر راضی نہ ہوں گا جب تک آپ اس کو زندہ نہ کردیں گے۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے کوفہ والوں کی طرف رُخ کر کے خطاب کیا۔

اے اہل کوفہ بنی اسرائیل کی گائے اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم الانبیاءؐ کے وصی اور نائب سے بڑھکر معظم و مکرم نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک جماعت نے اس گائے کا ایک عضو اس مقتول پر لگایا تھا جس کو قتل ہوئے ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ حق تعالیٰ نے اس کو زندہ کردیا تھا۔ کیا میں رسولؐ خدا کا وصی اور خلیفہ منجانب اللہ اپنا ایک عضو اس مردے پر لگاتا ہوں جو اس چیز سے جس کو بنی اسرائیل نے اس مقتول پر لگایا تھا معزز اور مکرم ہے یہ فرما کر اپنا دایاں پاؤں اس مقتول پر لگاکر فرمایا۔

"قُمْ بِاِذْنِ اللہ یا مدرکہ بن حنظلہ بن علیشان" اے مدرکہ بن حنظلہ بن عیشان اللہ تعالیٰ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔

وہ نوجوان زندہ ہوگیا اور پکارا حاضر ہوں حاضر ہوں اے زمانہ کی حجتؑ اور رسولؐ خدا کے بعد تمام مخلوقات میں افضل و اعلیٰ۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا تجھ کو کس نے قتل کیا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میرے چچا حریث بن حسانؑ نے۔

جب لوگوں نے یہ عجیب و غریب واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تو باآواز بلند امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کی مدح و ثنا کرنے لگے۔ یعنی آج کل ہماری طرح نعرہ حیدری یا علیؑ کی صدا ہر طرف آنے لگی۔ بعد ازاں مولائے کائنات علیؑ نے ارشاد فرمایا۔ اے اعرابی اور اے جوان اب تم جاؤ اور اپنی قوم کو اس چشم دید واقعہ کی خبر دو انہوں نے عرض کی یا امیر المومنینؑ ہم نے خدا سے عہد کیا ہے کہ جناب کی خدمت سے اب جدا نہیں ہوں گے

بوسی کے بعد کہا کہ شکر ہے خدا کا کہ اس نے میری دعا قبول فرمائی اور اپنے ایک
خادمِ حرم کی زیارت سے مشرف فرمایا پھر کہا کہ آپ کا کیا نام ہے آپنے فرمایا ابوطالب
مثرم نے کہا کہ میں آپکو بشارت دیتا ہوں کہ اس سال آپکے صلب سے ایک فرزند
پیدا ہوگا جو خاتم المرسلین محمد مصطفےٰ رسولِ خدا کا وصی، نائب اور خلیفہ برحق ہوگا۔ جب یہ
فرزند پیدا ہو تو میرا سلام عرض کیجے گا۔ اور کہیئے گا کہ میں محمد مصطفےٰ کی رسالت اور آپکی
امامت کا قائل ہوں۔ اور آپ کے دوست داروں میں سے ہوں۔ ابوطالبؑ نے پوچھا
اے مثرم اس فرزند کا نام کیا ہوگا جواب دیا علیؑ نام ہوگا۔ اور مرتضےٰ لقب

علیؑ کی پیدائش کے وقت معجزہ رونما ہونا

بحوالہ کتاب انوار امامت تا قیامت از مقدس اردبیلی ترجمہ مولانا سید علی
احسن اطہر ہوی صفحہ ۹۱ تحریر فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی ولادت
کا زمانہ آیا۔ اسی زمانہ میں شہر مکہ میں زلزلہ بھی آیا۔ لوگ بے حد پریشان ہوئے اور
اپنے بتوں کو اٹھا اٹھا کر کوہِ ابوقبیس" پر دعا کرنے اور دعا کرانے کے واسطے لے
گئے۔ جب دعا کی تو کوہِ ابوقبیس کے پتھر زلزلہ سے متاثر ہوکر دور دور جا گرے اور
سارے بت زمین پر آ رہے۔ ایسی حالت میں ابوطالب کوہِ ابوقبیس پر پہونچے
اور اکابرینِ قریش سے کہا کہ آج ایک ایسا بچہ قدرت نے پیدا کیا ہے۔ کہ اگر تم لوگوں
نے اس کی اطاعت نہ کی تو یہ زلزلہ ہرگز ہرگز دور نہ ہوگا۔ پھر سب نے یک زبان ہوکر
کہا ہم وعدہ اطاعت کرتے ہیں۔ آپ خداوند کریم سے دعا کیجئے کہ یہ زلزلہ ختم ہوجائے
ابوطالبؑ نے درگاہِ قاضی الحاجات میں دعا کی۔ "الٰھی اسئلک بالمحمدیۃ
المحمودۃ والعلویۃ العالیۃ والفاطمیۃ البیضاء الا تفضلۃ
علی تھامۃ بالرافۃ والرحمۃ"۔ فوراً زمین ساکن ہوگئی اور زلزلہ ختم

دونوں شخص خدمت اقدس میں رہے اور فیض اٹھاتے رہے۔ یہاں تک کہ جنگ صفین میں شہید ہوئے"

جناب امیرؑ کی ولادت سے قبل معجزات اور کرامات کی پیشنگوئی

کتاب مستطاب روضۃ الواعظین میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسولِ خدا سے امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی پیدائش کا حال دریافت کیا۔ پیغمبر خدا نے فرمایا۔ جابرؓ تم نے عجیب سوال کیا۔ سنو علیؑ کی ولادت کا حال بالکل عیسیٰ کی پیدائش جیسا ہے۔ عیسیٰ نے بھی پیدا ہوتے ہی کلام کیا تھا۔ اور علیؑ نے بھی یہ معجزہ دکھلایا اور پیدا ہوتے ہی کلام کیا۔ اے جابرؓ خدائے بزرگ و برتر نے مجھے اور علیؑ کو ایک نور سے پیدا فرمایا ہے۔ پانچ سو ہزار سال (یعنی پانچ لاکھ برس) قبل تخلیق عالم سے ہمارے نور کو خلق کیا پھر جب آدمؑ کو پیدا کیا تو ہمارے نور کو صلب آدمؑ میں رکھا اور صلب آدمؑ سے صلب ہائے طاہرہ منتقل ہوتا ہوا میرا نور صلب عبداللہ اور نورِ علیؑ صلب ابو طالبؑ یعنی میرے چچا کے صلب میں آیا۔

جب رسولِ خدا یہاں تک بیان فرما چکے تو پھر مزید آگے ارشاد فرمایا اے جابرؓ ابھی علیؑ کی ولادت نہ ہوئی تھی کہ یمن میں ایک زاہد و عابد موحد ذکر خدائے یگانہ میں مشغول تھا جس کی عمر ایک سو نوے سال تھی اس کا نام مثرم تھا۔ اس تارک الدنیا نے بارگاہ ایزدی میں پہلی بار دعا مانگی کہ پیدا کرنے والے تو اپنے کسی ولی مقرب بارگاہ کی زیارت سے مشرف فرما۔ اس کی دعا قبول ہوئی۔ اور ابو طالبؑ کو ضرورتاً یمن جانا پڑا۔ اس مقبولِ بارگاہِ الٰہی" مثرم کی شہرت سنکر یہ بھی اس سے ملنے گئے۔ مثرم کی نظر جب آپ کے نورانی چہرے پر پڑی، پوچھا، کہاں سے آئے ہو۔ آپ نے فرمایا شہر مکہ سے اس نے کہا کس قبیلہ سے؟ ابو طالبؑ نے جواب دیا بنی ہاشم سے یہ سن کر وہ کھڑا ہو گیا۔ دست

ہو گیا۔
رسول خدا کا ارشاد ہے کہ اس روز کے بعد سے جب بھی کبھی کوئی مشکل پیش آتی وہ ابو طالبؑ کے الفاظ جس کا مطلب اور مفہوم نہیں جانتے تھے اہل مکہ بڑی مصیبت اور تکلیف کے لئے ادا کرتے تھے۔

فضائل علیؑ کا معجزہ
دشمن سنتے تھے اور عظمت کو یاد کر کے روتے تھے

علامہ ابن حجر مکی نے کتاب صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ امیر معاویہ نے ضرار صیدائی سے کہا اے ضرار مجھ سے علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے اوصاف و کردار بیان کر۔ ضرار نے کہا اے امیر مجھے اس بات سے معاف رکھ امیر معاویہ نے کہا نہیں تجھے ضرور ان کے اوصاف بیان کرنے پڑیں گے۔

ضرار نے کہا اگر تو مجھ کو مجبور ہی کر رہا ہے تو پھر سن۔ واللہ علیؑ انتہائی دور رس کام والے اور بڑی قوتوں والے تھے۔ بزرگی سے بات کرتے تھے اور عدل سے حکم دیتے تھے۔ علم کا دریا ان کے دل سے موجزن تھا۔ حکمت ان کی زبان سے بولتی تھی۔ وہ دنیا اور دنیاوی خوبیوں سے گریز کرتے تھے۔ وہ اندھیری رات اور اس کی وحشت سے مانوس تھے اور غم میں ڈوبے رہتے تھے ان کو چھوٹا کپڑا اچھا لگتا تھا اور ان کو کھانے میں کرخت چیز بھلی معلوم ہوتی تھی وہ ہم میں ہمارے جیسے تھے وہ ہم کو جواب دیتے تھے جب ہم ان سے دریافت کرتے تھے۔ خدا کی قسم باوجود ان کے قریب کے ہم ہیبت کی وجہ سے ان سے کلام نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اہل دین کی تعظیم کرتے تھے مسکینوں کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ ان کے خوف سے کوئی شخص بیہودگی کی خواہش تک اپنے دل میں نہیں لا سکتا تھا۔ ضعیف ان کے عدل سے ناامیدی کا

منہ نہیں دیکھا تھا۔ میں نے ان بعض مقامات پر دیکھا جبکہ رات کا گھٹا ٹوپ اندھیرا چھایا ہوا تھا اور ستارے سیاہی میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اپنی ریش مبارک کو پکڑے ہوئے آہستہ آہستہ ہل رہے تھے اور نرم آواز سے رو رہے تھے اور فرماتے جاتے تھے کہ اے دنیا میرے سوائے کسی اور کو فریب دے۔ میرے سامنے کیوں آئی ہے۔ یا مجھ سے کیوں شوق رکھتی ہے۔ افسوس افسوس کہ میں نے اے دنیا تجھ کو تین مرتبہ طلاق دی ہے جس کے بعد رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہتی اسلئے دنیا تیری عمر بہت تھوڑی ہے۔ اور تیرے دکھ بہت ہیں ساہ آہ اللہ نے دنیا میں بہت کم مہلت دی ہے اور آخرت کا سفر لمبا رکھا ہے۔ امیر معاویہ یہ سنکر رونے لگے اور کہنے لگے۔ خدا ابوالحسنؑ پر رحم کرے وہ ایسے ہی انسان تھے اے ضرار ان کے مرنے سے تجھے کیسا رنج ہوا ہے ضرار کہنے لگا مجھے ایسا رنج ہے کہ جس طرح سے کسی عورت کی گود میں اس کا بیٹا ذبح کر دیا جائے۔ دیکھا آپ نے یہ صفات اور کرامات ضرور اللہ کی طرف سے منتخب کردہ لوگوں میں ہوتی ہیں یہ بھی علیؑ اور اولاد علیؑ کے معجزات میں سے ہے کہ ان کے دشمنوں نے ان کے فضائل بیان کئے۔ اور ان کے منکروں نے ان کے مناقب اور معجزات کا اقرار کیا۔ باوجودیکہ ان کے فضائل و مناقب کی کتابیں دریا برد کی گئیں اور ان کے راویوں کو سخت سے سخت سزائیں دی گئیں پھر بھی دفتر کے دفتر ان کے فضائل سے پُر ہیں معجزہ کیا ہے؟ یہی تو معجزہ ہے کہ جتنے اوصاف و کرامات انکی دنیا کی نظروں سے چھپائی گئیں اتنی ہی ابھر کر ہر دور اور ہر زمانہ میں سامنے آتی رہیں اور قیامت تک آتی رہیں گی۔ بندشوں اور سخت گیریوں کے باوجود بھی مدح کرنے والے مدح سے نہ رکے اور نہ رک سکیں گے۔

ط عیش اور عشرت مراد ہے۔

راوی کہتا ہے کہ مسجد کوفہ میں ایک بدوی عورت علی الاعلان کہہ رہی تھی کہ۔ اے آسمانوں میں مشہور اے زمینوں میں مشہور، کوشش کی جباروں اور بادشاہوں نے کہ آپ کا نور بجھانے کی اور ذکر دبانے کی لیکن معبود حقیقی نے منظور نہ کیا۔ اپنے مکرم بندے کی ثنا خود کی اور مختلف طریقوں سے لوگوں سے کرائی۔ کسی نے اس بدوی سے دریافت کیا کہ تو ابھی کس کی تعریف اور مدح سرائی کر رہی تھی۔ اس نے گرج کر کہا اپنے مولا و آقا حضرت علی ابن ابیطالبؑ علیہ السلام کی۔

یہ مسلسل معجزات کا ظہور نہیں تو اور کیا ہے دو دو سو سال تک فضائل اور ذکر علی ابن ابی طالبؑ علیہ السلام کرنے سے حکومتیں روکتی رہیں اور حکومتوں نے تو یہاں تک احکام جاری کر دیے کہ اگر ذکر علیؑ ہوگا تو گردن مار دی جائے گی۔ کتاب مجمع الفضائل از علامہ ابن شہر آشوب صفحہ ۳۲۶ میں تحریر ہے کہ امیر معاویہ نے ابن عباسؓ سے کہا کہ میں نے اپنی حکومت کے دائرہ میں ہر جگہ یہ اعلان کرا دیا ہے کوئی شخص بھی کسی لحاظ سے علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل و مناقب بیان نہ کرے اس احکام کے بعد بھی کسی نے فضائل یا کوئی روایت علیؑ سے لی یا کہیں تحریر کی تو اس کو سخت سزا دی جائے گی اس پر ابن عباسؓ اور امیر معاویہ کے درمیان جو گفتگو ہوئی سنیئے۔

ابن عباسؓ:۔ کیا تم نے لوگوں کو قرآن پڑھنے سے بھی منع کیا ہے۔

امیر معاویہ:۔ نہیں۔

ابن عباسؓ:۔ کیا تاویل قرآن سے بھی منع کیا ہے

امیر معاویہ نہیں۔

ابن عباسؓ:۔ تو کیا ہم اسے پڑھتے جائیں اور مطلب نہ پوچھیں۔

امیر معاویہ:۔ پوچھو ضرور پوچھو لیکن اہل بیت سے نہیں۔

ابن عباس۔ کیا خوب قرآن نازل ہو تو ہم پر اور مطلب پوچھیں اور وں سے۔

امیر معاویہ۔ میرا مطلب ہے دوسروں سے جن کے پاس علم ہو۔

ابن عباسؓ۔ تو کیا ہمیں اللہ کی عبادت سے روکتے ہو۔

امیر معاویہ۔ نہیں ہرگز نہیں۔

ابن عباسؓ۔ جب امت گمراہ ہو جائے گی پھر عبادت بے کار

امیر معاویہ۔ میرا مطلب یہ ہے کہ قرآن پڑھو مگر یہ بیان نہ کرو کہ فلاں آیت ہماری شان میں ہے۔ میں اس شخص سے بری الذمہ ہوں جو فضائل علیؑ بیان کرے۔

امیر معاویہ کی سخت گیری کا یہ حال تھا کہ عبداللہ بن شداد لیثی نے کہا اگر میں فضائل علیؑ بیان کرنے ترک نہ کرتا تو میری گردن مار دی جاتی۔ محدثین کوئی حدیث اگر حضرت علی علیہ السلام سے ڈرتے ڈرتے نقل کرتے تھے تو یہ کہکر قال رجل من قریش۔ خواجہ حسن بصریؒ بیان کرتے تھے کہ شعبی نے جو حدیث نقل کی وہ ابوزینبؓ کے نام سے روایت کی۔ یہ معجزہ نہیں تو اور کیا ہے۔

امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے فضائل۔ معجزات۔ کرامات اور مناقب کا ذکر ہر قسم کی کتابوں میں موجود ہے مثلاً تواریخ صحاح۔ سنن جامع سیر۔ تفاسیر جن کی صحت پر امت کا اجماع ہے اگر کوئی فضیلت ایک کتاب میں نہیں تو دوسری کتاب میں مل جاتی ہے۔ دنیا کے چھپانے اور جھٹلانے کے باوجود علیؑ کے فضائل و مناقب خلق کثیر نے بیان کئے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ ایک ضروری علم قرار پا گیا۔ اور مستقل کتابیں اس سلسلے میں لکھی گئی ہیں جن میں مشہور یہ ہیں۔

۱۔ ابن جریر طبری کی کتاب الغدیر۔ ۲۔ ابن شاہین کی المناقب، اور کتاب فضائل فاطمہ علیہا السلام۔ ۳۔ یعقوب ابن شیبہ کی تفضیل الحسنؑ والحسینؑ اور مسند امیر المومنینؑ واخبارہ وفضائلہ۔ ۴۔ جاحظ کی کتاب العلوی اور کتاب فضل بنی ہاشم علی بنی امیہ

۵۔ ابونعیم اصفہانی کی منقبة المطہرین فی فضائل امیرالمومنین اور ما نزل فی القرآن فی امیرالمومنین، ۶۔ ابوالمحاسن رویانی کی کتاب الجعفریات، ۷۔ موفق مکی کی کتاب قضایا امیرالمومنین، ۸۔ ابوبکر محمد بن مومن شیرازی کی کتاب نزول القرآن فی شان امیرالمومنین، ۹۔ ابوصالح عبدالملک مؤذن کی کتاب الاربعین فی فضائل الزہرا، ۱۰۔ احمد حنبل کی مسند اہلبیت اور فضائل الصحابہ، ۱۱۔ ابو عبداللہ محمد بن احمد نطنزی کی الخصایص العلویہ علی سائر البریہ، ۱۲۔ ابن مغازلی کی کتاب المناقب، ۱۳۔ ابوالقاسم الہتی کی کتاب المراتب، ۱۴۔ ابوالله بصری کی کتاب المراتب اور الخطیب ابوتراب۔ کتاب الحدیق مع الکتمان والیلل۔ یہی تو اہلبیت علیہم السلام کے معجزات ہی سے ہیں کہ ان کے دشمنوں نے ان کے فضائل بیان کئے اور ان کے منکروں نے ان کے مناقب کا اقرار کیا جس نے آپ کو پہچانا نیک بخت ہوا اور نجات پا گیا جس نے آپکی مخالفت کی وہ گمراہ ہو کر جہنم کی آگ کی نذر ہو گیا۔ آپ کے فضائل شمار کرنے سے زیادہ ہیں اور احسانات دنیا والوں پر ان گنت ہیں۔

علیٌ حُبُّہ جُنَّۃ۔ قسیم النار والجنۃ۔ وصیُّ المصطفٰے حقا۔ امام الانس والجنۃ۔ یہ ہیں تاریخی حقائق جنکو آپ معجزہ سمجھیں یا میرے مولا کی کرامات خدا کی قسم آپ اپنی مشکل اور پریشانی میں سچے دل کے ساتھ فریاد کریں۔ پھر دیکھیں کہ مظہر العجائب والغرائب مشکل کشائے عالم علی ابن ابی طالب علیہ السلام آپ کی معجزاتی طور پر مدد کرتے ہیں کہ نہیں۔ انشاء اللہ یہ میرا ایمان ہے کہ آپکو مایوسی نہ ہوگی۔ استاد قمر جلالوی مرحوم نے کیا خوب کہا ہے۔

بیٹھا ہے مشکلات کیسے رستہ میں ہار کے

اے بد نصیب دیکھ علیؑ کو پکار کے

خادم۔ محمد وصی خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

حق کی معجز نمائی خود قدرت کرتی ہے

علیؑ کا نام بھی نامِ خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصا ہے پیر ہے تیغ جواں ہے حرز طفلاں ہے

علامہ سید رضی علیہ الرحمۃ جامع کتاب نہج البلاغہ فرماتے ہیں کہ جب میں علیؑ کے متعلق غور کرتا ہوں تو حیرت میں پڑ جاتا ہوں اس لئے کہ اب تک دیکھا تو یہ گیا ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا عبادت گزار ہے تو وہ بہت بڑا شجاع نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی بہت بڑا عالم کامل ہے تو وہ محنت مزدوری میں شہرۂ آفاق نہیں بن سکتا اس لئے انسان ایک وقت میں ایک ہی چیز میں کمال حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن ایک وقت میں یہ ہمہ صفت اکمل موجودات ہونا یہ اگر تھا تو خدا اور رسولؐ کے بعد صرف "علیؑ" کے لیے۔

اگر مسندِ علم پر دیکھو تو علیؑ سے بڑا کوئی عالم نہیں۔ اگر مصلائے عبادت پر دیکھو تو علیؑ سے بڑا کوئی عابد نہیں۔ اگر مزدوری کرتے دیکھو تو علیؑ سے زیادہ جفاکش نہیں اور اگر میدانِ شجاعت میں دیکھو تو علیؑ سے بڑا دلیر اور جری کوئی نہیں۔ یہی وہ منزل ہے جہاں کہنا پڑتا ہے کہ لباسِ امکاں میں اگر واجب الوجود کی مرقع کشی ممکن ہے تو صرف علیؑ ہی کی ذات ہو سکتی ہے جہاں پیکر امکانی تھا مگر جلوہ وجوبی تھا۔ جبھی تو دنیا نے کبھی عین اللہ کہا کبھی ید اللہ۔ اور کبھی نفس اللہ غرض جس جس پہلو سے دیکھا جائے علیؑ جنب اللہ ہی نظر آئیں گے۔

بھائیو یہ لقب یونہی نہیں مل گئے تھے۔ بلکہ یوں کیوں نہ کہا جائے کہ خیبر واژدر نے طفلی وجوانی میں ہاتھوں کی قوت جانچ کے بتایا کہ علیؑ کی طاقت انسانی طاقت سے برتر اور بلند ہے جس نے ہم کو یداللہ سمجھنے پر مجبور کر دیا۔ شب معراج نگاہِ علیؑ قابِ قوسین تک جا کے قدم رسالتؐ کے ساتھ پلٹی اور قابِ قوسین جانے والے نے پلٹ کے تصدیق کی کہ یا علیؑ بیشک تم سچ کہتے ہو۔ تب دنیا پکار اٹھی عین اللہ۔ شبِ ہجرت بڑے بڑے قوت والوں کو جان کے خوف سے روتا اور علیؑ کو جان بیچ کے تلواروں کے سایہ میں سوتا ہوا دیکھا۔ قدرت نے قرآن کے ذریعہ نفس اللہ کا لقب دیا۔ اللہ کے رسولؐ نے جب ہی تو ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ اگر میں تیری وہ منزلت بتا دوں جو اللہ کے یہاں ہے تو لوگ تیرے پیروں کی خاک لے جائیں گے۔

علیؑ کے فضائل نہ جانے کس کس نے چھپائے دشمنوں نے دشمنی میں فضائل پر پردہ ڈالا۔ دوست دشمنوں کے ڈر سے زیادہ زبان نہ کھول سکے۔ اللہ کے رسولؐ نے مصلحتِ ایزدی کے پردوں میں فضیلتیں چھپائیں مگر جب اتنا چھپانے پر اتنے نمایاں ہیں تو اگر ظاہر ہو جاتے تو کیا عالم ہوتا۔ سچ کہا تھا جس نے کہا تھا کہ حق خود بلند ہوتا ہے اس کو بلند کئے جانے کی ضرورت نہیں۔ یا علیؑ آپ کی بلندی اور معجز نمائی کا پوچھنا ہی کیا ہر زینہ مرتبہ میں پہلے زینہ سے اتنا بلند کہ جہاں تک دنیا کی رسائی مشکل اس ہی طرح ہر معجزہ دوسرے معجزہ سے زیادہ حیرت انگیز آنکھیں دل اور دماغ جس کو دیکھ کر سن کر اور پڑھ کر یہ کہنے پر مجبور ہو جاتی ہیں کہ علیؑ مظہر صفاتِ خداوندی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا نے آپ کو مظہر العجائب الغرائب کے لقب سے پکارا۔ ذرا دیکھو تو سہی کیسی قسمت ہے کیسی زیبت گاہ ہے دنیا میں کسی انسان کو نصیب نہیں۔ دنیا میں قدم آتے ہی فاطمہ بنتؑ اسد جیسی ماں کی گود ملی جس کو رسولؐ خدا نے بھی اپنی ماں کا لقب دیا۔ ابو طالبؑ محافظ رسالتؐ کے سایہ میں آغوشِ رسالتؐ میں پروان چڑھتے رہے۔ جوں جوں بڑھتے گئے ترقی کی منزلیں اونچی

یہاں تک کہ جب بچپن کی حد سے بڑھ کے شباب کی منزل میں قدم رکھا تو اب نہ رسالت کا زانو نہ ماں کی گود تھی لیکن اللہ کی ترقی رسالت کی گود سے جو قدم نکالا تو گویا کہوں بس مختصر یہ ہے کہ مہر نبوتؐ نے قدم مبارک چوم لیے۔ رسالتؐ کے کاندھے تھے امامت کا بوجھ تھا۔ بت شکنی ہو رہی تھی۔ اللہ کا مبارک گھر تھا جس میں فاطمہ بنتِ اسدؑ کی گود کا پالا پروان چڑھ رہا تھا۔ آغاز ہو تو ایسا کہ جب آئے تو پہلا قدم اللہ کے خاص گھر میں رکھا اور جب وقت وداع آیا تو شہادت کا شرف اللہ کے گھر میں ملا۔ اس ذات کا کیا کہنا جو رسولِ پاکؐ کے صدقے میں کرامت ہی کرامت ہے جس کی ذات بذاتِ خود ایک معجزہ ہے جس وقت اس عظیم ہستی کا وجود باوجود عالم مشہود میں آیا اس وقت سے لے کر آج تک علی علیہ السلام کی ذات اقدس سے برابر مسلسل معجزات ظاہر ہو رہے ہیں۔ اول ابو جہل کا اپنا چہرہ جھولے کے نزدیک لانا اور طمانچہ کھانا۔ دوم جھولے میں اژدہے کا چیرنا۔ گدا کو رکوع میں انگوٹھی دینا۔ ایک نان کے لیے سائل کو اونٹوں کی قطار بخش دینا جنات سے بیر العلم میں لڑنا۔ اور خیبر کا اکھاڑنا۔ بدبر پہاڑ کا الٹنا۔ دروازہ خیبر کا پل بنا کر لشکر کا اتارنا خندق حنین صفین کی لڑائیوں کا فتح کرنا۔ سب مسلمانوں پر ظاہر ہے اور ناقابل انکار مستند واقعات ہیں۔ شہادت کے بعد سے آج تک جو معجزات ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں ان کا بھی کوئی فرد انکار نہیں کر سکتا چنانچہ مرۃ بن قیس کا مارا جانا۔ زرگر کا زندہ ہونا۔ مشہور نیلی صحابی کرام کا کو دل کی بیماری سے نجات دلانا سب پر ظاہر ہیں لہٰذا تا قیامت اسی طرح بے شمار معجزات ہوتے رہیں گے۔ اس سلسلہ میں مزید بتاتا چلوں کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حضرت سلمان فارسیؓ بیٹھے تھے۔ دورانِ گفتگو آپ نے اللہ کے رسولؐ سے خواہش کی کہ مراتب امیرالمومنین علی ابن طالب علیہ السلام انکو دکھائے جائیں اس پر رسول مقبولؐ نے حضرت سلمان کو ایک کنجی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ جاؤ فلاں صحرا میں وہاں جو بلندی ہے اس کی مٹی ہٹانا کہ ایک پتھر نمودار ہوگا اور اس کے سر کنارے سے ایک دروازہ نظر آئے گا اس کا

قفل اس کنجی سے کھول کر اندر جانا مراتب علی کو دیکھنا۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ جب میں نے ایسا کیا تو ایک شہر نظر آیا کہ جسکے ہر کوچہ میں ایک مسجد تھی اور ہر مسجد میں ستر محرابیں اور ہر محراب جناب امیر علیہ السلام نماز پڑھ رہے تھے۔ یہ عجائب دیکھ کر میں حیران ہوا اور واپس آیا تو یہاں میں نے علیؑ کو پھر نماز پڑھتا پایا ایک دفعہ چالیس آدمیوں نے ایک دن ایک وقت میں آپ کی دعوت کری حضرت نے سب سے وعدہ وفائی فرمائی۔ آخرالامر ہر شخص نے یہ دعویٰ پیش کیا کہ اس وقت آپ ہمارے یہاں مدعو تھے اور موجود تھے۔ رسول خدا نے کہا علیؑ میرے پاس تھے حسنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بابا ہمارے پاس تھے۔ بی بی سیدہ نے کہا آپ گھر میں تشریف رکھتے تھے جبرائیل امین نازل ہوئے آپ نے کہا علیؑ آسمان پہ خداوند کریم کے مہماندار تھے۔ یہ تھے علیؑ کے معجزات اور مراتب کیا خوب کہا ہے کسی نے

مداح تری مدح کے لکھنے میں ہے حیراں

ہر وقت اسی فکر میں رہتا ہے پریشاں

قدرت یہ کسی میں نہیں جز خالق یزداں

ایک وقت میں چالیس جگہ پر ہوئے مہماں

ڈرتا ہوں کہیں منہ سے نہ کہہ بیٹھوں خدا ہو۔

اس کتاب میں ایسے ایسے معجزات اور کرامات نقل کی گئیں ہیں جو ایمان کی تازگی اور دین حقہ سے محبت کا ذریعہ ہیں۔ آپ پڑھیے اور دوسروں کو پڑھایئے ہر ایک واقعہ سچا اور حوالہ کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔

خاکپائے غلامان علیؑ

محمد وصی خان

صدر مرکزی تنظیم عزا (رجسٹرڈ) کراچی۔

معجزے پڑھنے سے پہلے

شانِ علیؑ بزبانِ علیؑ

اچھی طرح سمجھ لیجئے

یوں تو حیدر کرارؑ کے سینکڑوں خطبات ایسے ہیں جن میں آپ نے اپنی ولا صفات کا تعارف انتہائی خصوصی ضرورت کے وقت کرایا ہے۔ اور دنیا کو یہ بتانیکی کوشش کی ہے کہ رسولِ عربیؐ کا خلیفۂ برحق ان خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ ان خطبات کو تحریر کرنا مقصود نہیں ہے بلکہ کتاب کی مناسبت سے صرف ایک خطبہ کا حصہ ہدیہ قارئین کر رہا ہوں۔ تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ میرے مولاؑ کن کن صفات کے مالک ہیں۔

امام کمال الدین ابی محمد بن طلحہ حلبی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مناقب کی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ باب مدینۃ العلم حضرت علی علیہ السلام مظہر العجائب والغرائب کرم اللہ وجہہ الکریم نے ایک عظیم خطبہ ارشاد فرمایا تو ایک شخص سوید بن نوفل نے اٹھ کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین جس بات کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے۔ آپ اس کو جانتے ہیں۔ تو جناب امیر علیہ السلام اس کی بدتمیزی پر غضبناک ہو گئے اور اسکو متوجہ کر کے فرمایا۔ تجھ کو رونے والا روئیں بیٹیں اور تم پر مصائب کا نزول ہو۔ اے بزدل کے بیٹے۔ بیعت توڑنیوالے اور جھٹلانے والے خبیث عنقریب طویل عرصہ کم ہو جائیگا اور تم پر ایک گروہ غالب آئے گا۔ اور پھر آپ نے اپنے متعلق یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

میں رازوں کا راز ہوں۔ میں انوار کا درخت ہوں۔ میں آسمانوں کی برہان ہوں۔ میں

مسجات کا انیس ہوں۔ میں جبرئیلؑ کا خلیل ہوں۔ میں میکائیلؑ کا صفی ہوں۔ میں ملائکہ کا
قائد ہوں۔ میں آسمانوں کا شہباز ہوں۔ میں معراج کا تخت ہوں۔ میں قوموں کی حفاظت
کرنے والا ہوں۔ میں تاریکی کا قطب ہوں۔ میں بیت معمور ہوں۔ میں بادلوں کا ابر نیساں ہوں
میں غیاہت کا نور ہوں میں حج کی کشتی ہوں۔ میں حج کی حجت ہوں۔ میں مخلوق کو مخصوص
کرنے والا ہوں۔ میں انجیل کا مفسر ہوں۔ میں کساء والوں میں سے پانچواں ہوں
میں الفت والوں کے لئے الفت ہوں۔ میں سرِ ابراہیمؑ ہوں۔ میں اژدہائے کلیم ہوں۔
میں ولی اللہ ہوں۔ میں انبیاءؑ و وراثت ہوں۔ میں زبور کا نغمہ ہوں۔ میں شدید
القویٰ ہوں۔ میں غفور کا پردہ ہوں میں جلیل کا صفوہ ہوں میں انجیل کا ایلیا ہوں
میں حامل لواء ہوں۔ میں محشر کا امام ہوں۔ میں ساقی کوثر ہوں۔ میں قاسم جنان ہوں
میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ میں دین کا مددگار ہوں۔ میں امام المتقین ہوں۔ میں وارثِ
مختار ہوں۔ میں کمزوروں کا مدد کرنے والا ہوں۔ میں کفار کی جڑ اکھیڑنے والا ہوں۔ میں
نیک اماموں کا باپ ہوں۔ میں دروازہ اکھیڑنے والا ہوں۔ میں گروہوں کو متفرق کرنے
والا ہوں۔ میں قیمتی جوہر ہوں۔ میں باب مدینہ ہوں۔ میں مفسر برہان ہوں۔ میں ظاہری
طور پر مشکل کو حل کرنے والا ہوں۔ میں لوح و قلم ہوں۔ میں تاریکی میں روشن چراغ ہوں
میں مسئی کا سوال ہوں۔ میں ممدوح ہل اتیٰ ہوں۔ میں بنیادِ عظیم ہوں۔ میں صراطِ مستقیم
ہوں۔ میں صراف کا موتی ہوں۔ میں قاف پہاڑ ہوں۔ میں حروف کا راز ہوں۔ میں ظرف
کا نور ہوں۔ میں جبل راسخ ہوں میں بلند پرچم ہوں۔ میں غیبوں کی کنجی ہوں میں دلوں کا
چراغ ہوں۔ میں نورِ ارواح ہوں۔ میں مکرر حملہ آور ہونیوالا سوار ہوں میں مددگاروں
کی مدد ہوں۔ میں ننگی تلوار ہوں۔ میں مقتول شہید ہوں۔ میں قرآن جمع کرنے والا ہوں
میں بیان کی دلوار ہوں۔ میں شفقت رسولؐ ہوں۔ میں زوج بتولؑ ہوں۔ میں اسلام کا
ستون ہوں۔ میں کاسر الاصنام ہوں۔ میں صاحبِ اذن ہوں۔ میں جن کا قاتل ہوں

میں صالح المومنین ہوں۔ میں فلاح پانے والوں کا امام ہوں۔ میں سخاوت کرنے والوں کا امام ہوں۔ میں اسرار نبوت کی کان ہوں۔ میں اولین کی خبروں سے آگاہ کرنے والا ہوں میں آفرین کو پیش آنے والے وقائع کی خبر ہوں۔ میں قطب الاقطاب ہوں۔ میں حبیب الاحباب ہوں۔ میں مہدی عصر ہوں۔ میں عیسٰی زمان ہوں۔ خدا کی قسم میں وجہ اللہ ہوں۔ خدا کی قسم میں اسد اللہ ہوں۔ میں سید العرب ہوں۔ میں مصیبتوں کو دور کرنے والا ہوں۔ میں وہ ہوں جسے لافتیٰ کہا گیا ہے۔ میں وہ ہوں جس کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون میں بنو غالب کا شیر ہوں۔ میں علی ابن ابی طالب ہوں۔ میں مظہر العجائب والغرائب ہوں اور میں مظہرات باری تعالیٰ ہوں۔ یہ ہیں امیر المومنین علی ابن ابیطالب کے صفات جو خود آپ نے اپنے لئے ارشاد فرمائے۔ اگر آپ سے کسی قسم کے معجزہ منسوب کیا جاتا ہے تو اس میں پریشان اور گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

تشکیل پاکستان میں شیعان علی کا کردار

قیمت ۲۷۵ روپے

ملک عزیز کی تعمیر اور تشکیل میں شیعہ اکابرین ملت نے جو عظیم قربانیاں اور خدمات سرانجام دی ہیں انکو پہلی مرتبہ تاریخ ساز کتاب کی صورت میں فخریہ پیش کیا جا رہا ہے یہ کتاب چار جلدوں پر مشتمل ہے پہلی جلد میں چار سو بتیس صفحات ہیں خوبصورت ٹائیٹل نایاب تصاویر غیر مطبوعہ خطوط تاریخ ساز کارنامے شامل ہیں اس کتاب کو مندرجہ ذیل اہل قلم اور صاحبان علم کی نادر تحریروں سے زینت دی گئی ہے حجۃ الاسلام علامہ مرزا یوسف حسین حجۃ الاسلام علامہ مفتی عنایت علیشاہ حجۃ الاسلام علامہ طالب جوہری ممبر اسلامی نظریاتی کونسل فخر قوم مہاجر صاحب محمود آباد، مولانا احمد جوہر صاحب پروفیسر جشنین شیفتہ صدر الافاضل مولانا سید نظیر الحسنین زیدی جناب سید دبیر حسین نقوی جناب سید راحت حسین ناصری جناب سید محمود الحسن رضوی۔ رئیس امروہوی۔ علامہ محسن اعظم گڑھی (مرحوم) ماز اکبر آبادی جناب کیف بنارسی۔ جناب مختار مسعود سی ایس پی۔ وغیرہم و دیگر اہم شخصیات شامل ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت علی علیہ السلام کی معجز نمائی،

مسلمانوں نام علیؑ خود ایک معجزہ ہے اپنی مشکلوں میں اس نام کا ورد کرو۔ تمہاری مشکلیں معجزاتی طور پر دور ہو جائیں گی۔

مادی دنیا روحانی طاقتوں کا انکار کرتی ہے تو کرے۔ ایٹمی دور کا انسان خدا کے برگزیدوں کا اعجاز و کرامات سے منکر ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ مگر خالق ارض و سما جس نے اپنے معصوم دوستوں کے نظاروں کے لئے کائنات کا ایک ایک ذرہ پیدا کیا۔ وہ کسی نہ کسی صورت میں اپنے محبوبوں کے معجزات دکھا کر یہ اعلان فرماتا رہتا ہے کہ دنیا مٹ سکتی ہے ارض و سما فنا ہو سکتے ہیں۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کا اٹل قانون نہیں مٹ سکتا۔ اور وہ قانون یہی ہے کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ

یہ لوگ ذرات مقدسہ ہیں۔ زندگی اور موت میں برابر ہیں۔ ان کی موت کے بعد بھی ان سے حیات کی طرح عجیب و غریب معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ عالم الغیب ہیں اور مشرق و مغرب میں ہونیوالے حوادث سے باخبر ہیں۔

خادم رسولؐ حضرت علی علیہ السلام مظہر العجائب ہیں اور مظہر صفات خداوندی ہیں اللہ کی اطاعت اور رسول اکرمؐ کی تعلیم اور رہنمائی کی وجہ سے آپ کے اندر ایسے صفات پیدا ہو گئے تھے کہ ان کو بیان کرنا عقل انسانی کا کام نہیں ہے۔ حیدرؑ کرار مشکل کشا کی بصیرت و کردار، فضائل و شمائل معجزات و کرامات کو مٹانے چھپانے اور جھٹلانے کی ناپاک سعی ہر دور اور ہر زمانہ میں ہوتی رہی ہے۔ مگر

ضرغامِ حق۔ ضیغمِ الٰہی اسد اللہ الغالبؑ دنیا کے ہر دور میں مظہر العجائب ہی رہے ہیں۔ اس سرزمینِ پاک پر جب دشمنوں نے ۱۹۶۵ء پر حملہ کیا تو ہر پاکستانی کے منہ پر نعرہ حیدری یا علیؑ کی صدا تھی۔ شہری اور فوجی دونوں کو یقینِ کامل تھا کہ مولا علی مشکل کشا اس کٹھن گھڑی میں ضرور مدد معجزاتی طور پر فرمائیں گے دنیا نے دیکھا کہ آپ نے ہر ایک کی معجزاتی طور پر مدد فرمائی۔

جنگ کے بعد لوگوں نے جو بیانات دیئے تو کسی نے کہا میں نے خود اپنی آنکھوں سے راوی دریا کے پل کو بھارت کے ہوائی حملہ سے ایک نقاب پوش صاحبِ ذوالفقار گھوڑے سوار کو بچاتے دیکھا کسی نے کہا کہ میں نے کھیمکرن کے محاذ پر فوج کی مدد کرتے ہوئے دیکھا جو ایک نقاب پوش تھا۔ کسی نے کہاں۔ کسی نے کہاں۔

جناب امیر علیہ السلام کے چند معجزات پیش کر رہا ہوں جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ میرے مولا نے کس کس کی اور کہاں کہاں کس کس حالت میں معجزاتی طور پر مدد فرمائی ہے

معجزہ ۱

علیؑ کا نام لیتے ہی کنویں کا پانی موجیں مارنے لگتا ہے

سندھ کے علاقہ ضلع دادو میں نہینگ ایک قصبہ کا نام ہے۔ جو جھنگارا سے ۱۲ میل اور سہون شریف سے کوئی ۳۲ میل کے فاصلے پر ہے اس علاقے تک کوئی پکی سڑک نہیں ہے سارا علاقہ تقریباً کوہستانی ہے مسافت پیدل۔ یا اونٹ کے ذریعہ طے کرتے ہیں۔ آج کل صاحبِ ثروت جیپ کے ذریعہ بھی اس علاقہ تک جاتے ہیں۔

مدرستہ الواعظین لکھنؤ کے واعظ مولانا سید محمد عارف صاحب قبلہ نے مارچ ۱۹۳۲ء میں اپنے تبلیغی دورہ کے دوران بچشم خود اس قصبہ کے حالات حسب ذیل الفاظ میں تحریر کئے ہیں جسکو علامہ آغا مہدی صاحب قبلہ نے بھی اپنی کتاب "لال شہباز قلندرؒ" کے اندر درج کیا ہے۔ قصبہ نہنگ کے بارے میں مشہور ہے کہ کسی زمانہ میں امیرالمومنین حضرت علی علیہ السلام یہاں خود تشریف لائے تھے اور نہنگ نامی ظالم و جابر حکمراں کو سزا دی تھی قصہ یوں ہے کہ اس ظالم و جابر حکمران کی زمین پر ایک کنواں تھا جس کے پانی سے وہ اپنے علاقہ کی زمین کو سیراب کرتا تھا۔ اس کنویں سے پانی نکالنے کے لئے جو ڈول تھا اس کو سو آدمی مل کر کھینچتے تھے۔ کوئی آدمی ذرا سی بھی اپنے کام میں غفلت کرتا تھا تو یہ کافر اس شخص کو بڑی بے رحمی سے مارتا تھا۔ لوگ عاجز تھے۔ انھوں نے جناب امیر علیہ السلام سے فریاد کی آپؑ نے فوراً ان مظلوں کی مشکل کشائی کی۔ اپنے اعجاز سے وہاں خود حاضر ہوئے تن تنہا سو آدمیوں کا پانی بھرا۔ اس ظالم کو تنبیہ کی اور صدائے تکبیر بلند کی۔ آپؑ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کافر مکان میں دب کر ہلاک ہو گیا۔ اور کنویں کا پانی کنارے تک آ گیا۔ اب تک یہ کنواں باقی ہے۔ اس کنویں میں خاص بات یہ ہے کہ آج بھی کوئی شخص اس کے کنارے پر کھڑے ہو کر منہ پانی کی طرف کر کے علیؑ علیؑ کی صدا بلند کرے تو پانی موجیں مارنے لگتا ہے۔ مولانا عارف لکھنوی نے الواعظ ۲۴ مئی ۱۹۳۲ء صفحہ ۱۷ جلد ۱۲ میں تحریر کیا ہے۔ کہ چند مقامی حضرات کے ساتھ میں بھی اس کنویں کے پاس گیا۔ اور کنارے پر کھڑے ہو کر علیؑ علیؑ کی صدا بلند کی۔ آواز کے ساتھ ہی پانی میں جوش پیدا ہو گیا جب ہم خاموش ہوئے پانی بھی تھم گیا۔ ابھی حال ہی میں سید غیور حسین نقوی منتظم اعلیٰ امام بارگاہ ام البنین حسن کالونی اپنے خاندان کے ساتھ گئے

انھوں نے بھی اس واقعہ کی تصدیق کی ہے۔ اس کنویں کا پانی گرمیوں میں نہایت ٹھنڈا اور سردیوں میں گرم رہتا ہے۔ آج کل اس کنویں کے چاروں طرف سبزہ ہی سبزہ ہے جس کی وجہ سے یہ جگہ پنجتن باغ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

میں اسلامی حکومت کے سربراہ سے اپیل کرتا ہوں کہ اس معجزاتی کنویں تک پکی سڑک تعمیر کرائی جائے تاکہ اس مادی دور میں اللہ کے ولی محمدؐ کے وصی کی معجزہ نمائی اور اسلام کی حقانیت کا پتہ چل سکے۔

معجزہ نمبر ۲

آج بھی علیؑ کا نام سُن کر کافر کے زخم پھٹ جاتے ہیں

افغانستان میں دریائے گردیز کے کنارے ایک چوکی کو امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہاں پر ہر سال ۲۱ مارچ کو جشنِ نوروز منایا جاتا ہے اور پاکستان کے آزاد قبائل بھی بلا اجازت جشنِ نوروز کے میلہ میں شامل ہوجاتے ہیں۔ اس مقام کی مشہوری کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ اس مقام پر حضرت علی علیہ السلام خود تشریف لائے تھے اور یہاں پر ایک کافر جو دیو قامت تھا جس نے علاقے کے لوگوں کو پریشان کر رکھا تھا۔ لوگوں نے حلاّل مشکلات مظہر العجائب امیر المومنین حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ علیہ السلام سے فریاد کی۔ مولائے کائنات نے اعجاز نمائی فرمائی اس ظالم دیو نما انسان کو زخمی کیا۔ یہ کافر آج بھی زندہ ہے۔ سال بھر میں دھیرے دھیرے اس کے زخم بھر جاتے ہیں اور پھر خود بخود بارش ہوجاتی ہے اس کے زخم پھر کھل جاتے ہیں بعض معتبر روایتوں میں یہ ہے کہ یہ سوال کرتا ہے کہ اب دنیا میں کس کی حکومت ہے لوگ بآوازِ بلند کہتے ہیں علیؑ کی یہ سنتے ہی وہ ایک دل سوز نعرہ لگاتا ہے

جس سے اس کے ہم کے زخم بھر سے ہرے ہو جاتے ہیں۔ افغانستان کے شیعہ سال میں ایک دفعہ یہاں حاضری دینا ثواب سمجھتے ہیں۔ یہ زندہ معجزہ جناب امیر علیہ السلام کا دنیا آج بھی دیکھ رہی ہے۔ (بحوالہ کتاب علیؑ علیؑ حصہ اول)

معجزہ ۳

ہر لاش پر صرف ایک ہی تلوار کے وار کا نشان تھا

علامہ جلیل شیخ جعفر بن محمد نجفی الانوار العلویہ صفحہ ۳۰۶ طبع نجف اشرف میں رقمطراز ہیں کہ نجف اشرف کے اس مشہور واقعہ کو جس کو بچہ بچہ جانتا ہے ان سے علما کی ایک جماعت نے بیان کیا جس کا ماحصل یہ ہے کہ ایک دفعہ سعودیوں نے نجف اشرف پہ حملہ کر دیا اور اہل نجف جس کی وجہ سے تین دن تک دیوار شہر میں محصور رہے تیسرے روز ایک شہسوار ظاہر ہوا جو کہ بہترین گھوڑے پہ سوار تھا تلوار نیام سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ نورانی چہرہ نقاب کے بادل میں پنہاں تھا جس کے نور کی شعاعیں آسمان کی جانب اٹھ کر فضاء کو منور کر رہی تھیں پس انہوں نے سعودیوں کے لشکر پر حملہ کر دیا اور سوائے ایک کے سب کو گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا اور اس ایک سے کہا تم جاؤ اور اہل شہر کو بتلا دو۔ چنانچہ وہ شخص شہر میں آیا اور لوگوں سے کہا۔ اے لوگو ہماری ساری فوج کو علی ابن ابی طالبؑ نے قتل کر دیا صرف مجھ کو چھوڑ دیا۔ اور کہا کہ تم جا کر اہل شہر کو بتلا دو۔ لوگوں نے اس سے دریافت کیا تم کو کیسے معلوم ہوا۔ اس شخص نے جواب دیا۔ مجھ سے حضرت علیؑ نے خود کہا۔ بعض ضعیف العقیدہ لوگوں نے نہ مانا۔ تو کسی عالم دین نے کہا جا کر دیکھو اگر لاشوں پر ایک ہی وار کا نشان ہے تو وہ علیؑ کے قتل کئے ہوئے ہیں۔ جب

لوگوں نے جاکر دیکھا واقعی ہر لاش پر صرف ایک ہی وار کا نشان تھا پھر اس عالم نے کہا جاکر یہ بھی دیکھو کہ ہر لاش کے دو ٹکڑے برابر ہیں۔ یا کم و بیش۔ اگر برابر ہوں تو یقین کر لینا کہ وہ علیؑ ہی کے قتل کئے ہوئے ہیں۔ جب لاش کے ٹکڑوں کو تولا گیا تو ہر لاش کے ٹکڑے برابر نکلے پس لوگوں کو پورا پورا یقین ہو گیا۔ جناب سید محمد جواد ہمدانی صاحب کہتے ہیں کہ ان کے والد نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ خود دیکھا تھا۔ (بحوالہ جواہر الاسرار تصنیف سید محمد جواد ہمدانی صفحہ ۱۶۶)

معجزہ ۴

نعرہ حیدری لگانے سے دشمن بھاگ گیا۔

اخبار مشرق لاہور ۱۴ نومبر ۱۹۶۵ء ہندوستان اور پاکستان کی جنگ کے دوران کا حال میجر محمد حسین ملک (ستارہ جرأت) نے بیان کرتے ہوئے ایک دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ بتایا کہ ایک بار ان کی فوج کا دستہ دشمن کے ٹینکوں کے درمیان گھر گیا۔ ہم نے نعرہ حیدری یا علیؑ کی صدا بلند کی اس ایمانی پُرجوش صدا کو سُن کر دشمن کے سپاہی گھبرا گئے اور اپنے مورچوں اور ٹینکوں سے نکل نکل کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اس وقت ہمارے ساتھیوں نے بھاگتے ہوئے بہت سے دشمن کے سپاہیوں کو گولی کا نشانہ بنا دیا۔ میجر ملک نے کہا کہ دشمن کی پسپائی کے بعد میں نے محسوس کیا کہ جذبۂ شہادت اور نعرۂ حیدری یا علیؑ کی پُرجوش صدا میں کتنی قوت ہے اور معجزہ نمائی ہے کہ دشمن کے دل دہل جاتے ہیں (بحوالہ کتاب علیؑ علیؑ حصۂ دوم)

مُعجزہ ۵

علیؑ کو دیکھ کر جن گھٹ کر چڑیا کی طرح ہو گیا

بحوالہ تفسیر برہان صفحہ ۷۹۲ آنحضرتؐ کے زمانہ میں ایک جن آپ کے پاس بیٹھا تھا جو آپ سے احکامِ دین کے مسائل دریافت کر رہا تھا۔ اتنے میں حضرت علیؑ وہاں آ گئے۔ آپ کو دیکھتے ہی جن گھٹ کر چڑیا کی طرح ہو گیا۔ اور آں حضرت سے فریاد کرنے لگا کہ سرکار مجھ کو اس نوجوان سے پناہ دلوایئے۔

حضورؐ نے دریافت کیا کہ تم اس نوجوان سے اتنے خوفزدہ کیوں ہو اس جن نے کہا۔ میں نے دوسرے جنوں کے ساتھ مل کر حضرت سلیمانؑ پیغمبر سے سرکشی کی تھی اور سمندر کی طرف بھاگ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے میں گرفتار نہ ہو سکا۔ یہ نوجوان اس سمندر کے علاقہ میں ظاہر ہوا۔ ہاتھ میں ایک حربہ لئے ہوئے تھا۔ جس سے مجھ کو مارا آج تک وہ نشان زخم کی صورت میں پیٹھ پر موجود ہے۔ دیکھا یہ جناب امیرؑ کی معجزہ نمائی تھی جو آپ نے حضرت سلیمانؑ پیغمبر کی مدد فرمائی (بحوالہ جواہر الاسرار صفحہ ۵۲ از سید محمد جواد رضوی)

معجزہ ۶

عقیدہ کی قوت نے بھارتی ٹیم کو کامیابی سے ہمکنار کر دیا — نام علیؑ کا معجزہ

بحوالہ روزنامہ مشرق مورخہ ۲۶ مارچ ۱۹۷۵ء یو نائیٹڈ پریس آف ۲۵ مارچ ایس ڈیم نقی نمائندہ خصوصی، بھارتی ہاکی ٹیم نے عقیدے کی قوت سے آسٹریلیا کے خلاف ورلڈ کپ کے پول میچ میں کامیابی حاصل کی ہے۔

بھارتی ٹیم جو اپنے سے کمزور ٹیم کینڈا سے ہارنے کے بعد شکستہ دل ہو چکی تھی۔ آسٹریلیا کے خلاف میچ کے دوران نئے عزم اور حوصلے کے ساتھ اتری

بھارتی کھلاڑیوں کو نیا عزم اور حوصلہ اس کڑے سے حاصل ہوا جس پر یا اللہ یا محمدؐ اور یا علیؑ کے الفاظ کندہ تھے۔ یہ کڑا بھارتی ٹیم کے ایک عہدیدار نے گزشتہ ماہ پاکستان کے دورے کے دوران لاہور میں داتا دربار سے خریدا تھا۔ مقامی پولو کلب گراؤنڈ پر جب بھارتی ٹیم آسٹریلیا کے خلاف میچ کے لئے اترنے لگی تو اس کے منیجر کرتار سنگھ نے اس مقدس کڑے (جس کے اوپر اللہ اس کے رسول محمدؐ اور محمدؐ کے وصی علیؑ کا نام کندہ تھا) کے نیچے سے گزرا ہر کھلاڑی نے اسے بوسہ دیا۔ اس کڑے کی برکت اور نام علیؑ کے معجزے نے بھارتی ٹیم کو آسٹریلیا کے مقابلہ میں شاندار کامیابی عطا فرمائی جس کی وجہ سے بھارت پھر ایک مرتبہ سیمی فائنل میچ کی دوڑ میں شامل ہو گیا۔ اس معجزے کے بعد سے بھارتی ٹیم کے زیادہ تر کھلاڑی یہ کڑا پہنتے ہیں۔

معجزہ ۷

لاہوت لامکاں کے پہاڑوں پر حضرت علیؑ کے معجزے

بلوچستان کے قلات ضلع میں آج بھی حضرت علی علیہ السلام کی معجز نمائی موجود ہے۔ جو کراچی سے تقریباً ۳۵۔ ۴۰ میل دور ہے۔ اس مقام پر سواری کے جانے کا کوئی خاص انتظام نہیں ہے اس کے باوجود لوگ کافی تعداد میں اس مقام پر جاتے ہیں۔ روایت کے مطابق اس جگہ پر حضرت علی علیہ السلام خود تشریف لائے تھے اور آپ نے یہاں پہ کوکل نامی جادوگر جس کی جسامت دیو کی طرح تھی۔ اس کو پکڑ کر لوہے کی زنجیروں سے جکڑ کر دو پہاڑوں کے درمیان قید کر دیا۔ ان دونوں پہاڑوں کے درمیان اوپر سے لے کر نیچے تک ایک سی دراڑ ہے اور نوچندی جمعرات کو ان پہاڑیوں کے درمیان

سے زنجیر ہلنے کی آواز آتی ہے۔ اور یہاں پر زمین سے ہزار تین میل کے فاصلے پر آپ نے پہاڑی کے اوپر دو مقام پر قیام کیا تھا اور عبادت بھی کی تھی جس کا یہاں پر نشان موجود ہے۔ آپ کے قدموں کی برکت سے دو مقام پر چشمے پیدا ہوگئے ہیں۔ حیدری ملنگ شعبان کے مہینے میں یہاں کافی تعداد میں پاکستان کے ہر گوشے سے آتے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ سندھ جلد اول شائع کردہ مرکزی اردو بورڈ لاہور مرتبہ اعجاز الحق قدوسی صفحہ ۶۷ میں تحریر ہے کہ ۳۵ھ میں حضرت علی علیہ السلام مسند آرائے خلافت راشدہ ہوئے آپ نے ۳۹ھ میں شاعر بن دعور اکو سپہ سالار بنا کر ہندوستان کی سرحد پر مقرر کیا۔ یہ ایک بڑی فوج لیکر جس میں حارث بن مرہ جیسے تجربہ کار جنرل بھی تھے جنگی ساز و سامان کے ساتھ وہاں بھیجے۔ یہ لوگ مختلف علاقوں کو فتح کرتے ہوئے کوہ قیقان تک پہنچے قیقان کا موجودہ نام قلات ہے اور اس مقام کو لاہوت لامکاں بھی کہتے ہیں۔

اس جگہ گھمسان کی جنگ ہوئی۔ کیونکہ پہلے ہی سے بیس ہزار قیقانی تمام دردل کی ناکہ بندی کئے ہوئے تھے۔ کوکل جادوگر بڑے بڑے پتھر پہاڑ کے اونچے مقام سے فوج پر برسا رہا تھا۔ حیدری فوج نے لڑائی کے دوران نعرہ تکبیر اللہ اکبر کی صدا اتنے زور سے بلند کی کہ قیقانی لشکر میں ہیبت سے بھگدڑ پڑ گئی۔ قیقان کے رہنے والوں نے شکست کھائی اور مسلمانوں نے بڑی تعداد میں جنگی قیدی گرفتار کئے۔ یہاں تک تو اس کتاب سے معلوم ہوا کہ حضرت علی علیہ السلام نے قلات کے علاقے میں لشکر بھیجا تھا۔ اس وقت اس علاقہ میں اس جادوگر کی حکومت تھی اس نے سارے لشکر کو گھیر لیا تھا اور پہاڑوں کے اوپر سے بڑے بڑے پتھر نیچے گرا رہا تھا۔ حیدری فوج نے مولائے کائنات سے مدد طلب کی۔ آپؑ نے اپنے اعجاز سے آکر اپنے لشکر کی مدد فرمائی۔ اور

گوکل جادوگر کو سزا دی جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے۔ آج بھی بہت سی نشانیاں آپ کے اعجاز کی یہاں موجود ہیں۔ جس کو دیکھنے کے بعد آپ یقین کریں گے۔

اس مقام پر جانے کے لیے لی مارکیٹ کراچی سے خاص طور پر گاڑیاں جاتی ہیں۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ جب کبھی کوئی گاڑی یا مسافر راستہ بھول جاتا ہے تو وہ ایک خاص نعرہ لگاتا ہے۔ "جیئے شاہ" تو اس کو جواب ملتا ہے۔ "جبل میں شاہ" اور اس طرح خود بخود اس کو راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ جو لوگ اس مقام کی زیارت کر کے آتے ہیں وہ بڑے فخر سے اپنے کو لاہوتی کہتے ہیں حیدری ملنگ حضرت لعل شہباز قلندرؒ کے عرس کے بعد رجب کے مہینے میں پیدل پہاڑی پہاڑی سندھ کے اندرونی علاقے سے ہوتے ہوئے بلوچستان کے اس پہاڑی علاقہ تک ۲۰ دن کی مسافت کے بعد آتے ہیں۔ لوگ ملنگوں کی بڑی خاطر مدارات کرتے ہیں۔ اپنے پاس سے کھانا وغیرہ کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ حیدری ملنگ ہیں انکی وجہ سے ہمارے گھر اور کاروبار میں برکت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ سال بھر ان حیدری ملنگوں کا بڑی بےچینی سے انتظار کرتے ہیں۔ مقامی آبادی کی ایک کثیر تعداد اہل ہنود کی ہے یہ لوگ بھی ملنگوں کی بڑی خدمت کرتے ہیں۔ اس مقام پر پانی کے چشمے ہیں ان سے ضروریات کے مطابق پانی ابلتا رہتا ہے۔ اگر سو آدمی ہیں تو ضرورت پوری ہو گی اور اگر لاکھ آدمی ہیں تو ان کی ضرورت پوری ہو گی۔ اس کے علاوہ زمین کے اندر سے کھڑی مسور کی دال کی طرح کے چھوٹے چھوٹے پتھر کافی تعداد میں نکلتے ہیں جو گیس اور پیٹ کی جملہ بیماریوں میں کام آتے ہیں۔ سینکڑوں سال پرانے یہاں پر املی کے درخت ہیں یہ املی لال رنگ کی ہوتی ہے۔ پہاڑوں پر کوئی تین چار میل کے

فاصلے پر ایک کھو ہے۔ یہاں پر ایک مسجد پانی کا چشمہ اور مزار ہے۔ یہاں تک پہنچنا کوئی آسان کام نہیں۔ اس مقام سے کوئی اتنی دور ایک اور زیارت ہے جس کو لاہوت کہتے ہیں اس مقام تک بڑی مشکل سے لوگ جاتے ہیں۔ اس مقام پر بھی پہنچنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس مقام کی زیارت کر لیتے ہیں بڑے فخر سے اپنے کو لاہوتی کہتے ہیں۔

معجزہ ۸۶

علیؑ کی نماز کے لئے دو دفعہ سورج پلٹ آیا۔

اللہ کے ولی جو ہوتے ہیں ان کے تصرف میں کائنات ہوتی ہے۔

شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ خدائے تعالیٰ نے امیر المومنین کی دعا سے دو دفعہ آفتاب عالمتاب کو غروب ہونے کے بعد پلٹا دیا۔ ایک دفعہ آنحضرت کی زندگی میں ۷ھ میں فتح خیبر کے بعد منزل صہبا میں اور دوسری دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد۔

ام سلمہ بنت عمیس، جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ یہودیوں سے خیبر میں جنگ کرنے کے بعد اللہ کے رسولؐ واپس آرہے تھے کہ منزل صہبا کے پاس اللہ کے رسولؐ پر آثار وحی نمودار ہوئے۔ جناب امیر علیہ السلام آپؐ کے پاس ہی تشریف رکھتے تھے وحی کی گرانی کے سبب سرور کائنات نے اپنا سر مبارک مولا علیؑ کے آغوش متبرک میں رکھ دیا کہ نزول وحی کا وقت اتنا طویل ہوا کہ آفتاب غروب ہو گیا اور امیر المومنین نے نماز عصر بیٹھے ہوئے اشارے سے ادا فرمائی جب وحی کا وقت گزر گیا تو سرور کائناتؐ نے پوچھا اے میرے بھائی علیؑ! نماز عصر تم سے فوت ہو گئی عرض کی یا رسول اللہ میں نے اشارے سے ادا کر دی ہے فرمایا اے بھائی

دعا کرو تاکہ تمہاری دعا کی برکت سے خدائے تعالیٰ آفتاب کو واپس کر دے۔ اور تم نمازِ عصر کو اس وقت ادا کرو۔ امیرالمومنین نے حبیبِ خدا کے ارشاد کے مطابق اٹھ کر دعا کی۔ چھپا ہوا سورج پھر واپس آگیا۔ شعاعیں پہاڑ اور جنگلوں میں چمکنے لگیں تمام روئے زمین کے لوگوں نے اپنی آنکھ سے اس امر کا مشاہدہ کیا اور سخت متعجب ہوئے اسماء بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ غروب ہوتے وقت سورج سے آرہ کی سی ایک آواز نکلتی تھی۔ یہ معجزہ اہلسنت کی مشہور کتب صواعق محرقہ میں بھی مسطور ہے۔

(۲) دوسری دفعہ یہ معجزہ رسولِ خدا کی وفات کے بعد ظہور میں آیا۔ خلافتِ ظاہری کے زمانہ میں مولائے کائنات مظہر العجائب کوفہ کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں نہر فرات آگئی۔ عبور کرنا چاہا کہ نمازِ عصر کا وقت آپہنچا۔ آپ نے کچھ اصحاب سمیت نمازِ عصر ادا کرنے کی غرض سے قیام کیا۔ اور باقی صحابہ چونکہ چارپایوں کے گزارنے میں مشغول تھے نمازِ عصر ان سے فوت ہوگئی۔ اور اس باب میں بعض پیر و امیرالمومنین نے باہم تذکرہ کیا۔ جب امیرالمومنین نے ان کی باتیں سنیں تو قادرِ مطلق سے درخواست کی کہ آفتاب کو واپس کر دے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ نے علیؑ کی دعا کو قبول کیا۔ غروب آفتاب کو بلند کیا۔ یہاں تک کہ باقی اصحاب نے بھی نماز ادا کی اور سورج کے دوبارہ چھپتے وقت ایسی خوفناک آواز سننے میں آئی کہ لوگوں نے نہایت خوفزدہ ہو کر تسبیح و تحلیل کرنی شروع کی۔ ہمارے بہت سے اکابرین نے اس معجزہ کو اشعار میں بھی کہا ہے۔

۱۔ حکیم سنائیؒ

فوت مہر تش ز بہر نماز

داشتہ چرخ را ز گشتن باز

تا دگر بار بر نشاند بہ زمیں

خسرو چرخ را تہمتنِ دیں

حضرت علی علیہ السلام کیلئے ۲ دو دفعہ سورج ڈوب کر پلٹا

اس معجزہ کی حدیث کو متعدد ائمہ و اکابر نے نقل و روایت کیا ہے۔ مثلاً

۱۔ امام طحاوی نے مشکل الآثار میں، ۲۔ حافظ خطیب بغدادی نے تلخیص المشابہ میں، ۳۔ امام حاکم نے مستدرک میں، ۴۔ امام طبرانی نے معجم کبیر و اوسط میں، ۵۔ حافظ ابن مردویہ نے اپنی مرویات میں، ۶۔ حافظ عقیلی نے اپنی مرویات میں، ۷۔ حافظ ابو البشر دولابی نے الذریۃ الطاہرہ میں، ۸۔ قاضی عیاض نے شفا میں، ۹۔ حافظ مغلطائی نے الزہر الباسم میں، ۱۰۔ علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں، ۱۱۔ حافظ ابن سید الناس نے بشری اللبیب میں۔ ۱۲۔ امام سیوطی نے کشف اللبس اور الدر المنتثرہ میں، ۱۳۔ علامہ محمد بن یوسف دمشقی نے مزیل اللبس میں، ۱۴۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں۔

اس روایت کی جتنی سندیں ہیں سب کو محدث کبیر علامہ ابو الحسن شاذان فضلی نے جمع کر دیا ہے۔ امام احمد بن صالح جو حدیث میں امام نسائی کے ہم پلہ ہیں فرماتے ہیں کہ یہ روایت عظیم ترین معجزات کی حدیث ہے۔ لہٰذا اس کو یاد کرنے میں اہل قلم کو پیچھے نہیں رہنا چاہیئے۔ (عمدۃ القاری ج ۷، ص ۱۴۶)

٢۔ شیخ سعدی۔

آسماں از راہِ مغرب بازگشت اے مومناں
تابجا آورد امرِ خالق بحقِ علیؑ۔

معجزہ ۹

علیؑ مدد نہ کرتے تو شیر کھا جاتا

یہ واقعہ کلکتے کے مشہور زمانہ اخبار ڈیلی ہیرالڈ میں ۱۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو شائع ہوا تھا جس کو کتاب علی مرتضیٰ شیرِ خدا نے اپنے صفحہ نمبر ۱۰۱ میں تحریر کیا ہے واقعہ یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۸ء میں راجپوتانہ کے ایک جنگل میں دو آدمیوں کو ایک شیر نے گھیر لیا۔ قریب تھا کہ شیر جھپٹ کر ان کو پھاڑ ڈالے مگر ان دونوں نے دور سے علیؑ علیؑ کی صدا بلند کرنی شروع کر دی۔ پیشتر اس کے کہ شیر ان پر حملہ کرے انہوں نے معمولی ڈنڈے ہاتھوں میں لے کر شیر پر علیؑ کا نعرہ لگاتے ہوئے حملہ کر دیا۔ اور شیر کو ڈنڈوں سے مارتے ہوئے دور تک لے گئے اور اس شیر کو اس وقت تک مارتے رہے جب تک کہ اس کا دم نہیں نکل گیا۔ راجپوتانہ کے ہر شخص کی زبان پر اس واقعہ کا تذکرہ موجود ہے سب کی زبان پر یہی بات تھی کہ علیؑ نے مدد کی اور ان لوگوں کی جان بچائی۔ بڑی دور دور سے لوگ ان آدمیوں کو دیکھنے آتے ہیں۔ بھائیوں علیؑ کے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جب بھی کوئی شخص دل اور عقیدت سے آپکو مدد کے لئے بلاتا ہے میرے مولاؑ اس کی مدد ضرور کرتے ہیں۔

معجزہ ۱۰

حضرت علیؑ کا اپنے گھر کی چھت سے جبرئیلؑ کے پروں کی آواز سننا

صاحب ارجح المطالب مولانا عبداللہ سمبل امرتسری نے کتاب ہذا میں جناب ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک دن چند لوگ جناب ابن عباسؓ کی صحبت میں بیٹھے تھے باتوں باتوں میں حضرت علی علیہ السلام کا ذکر آگیا۔ ان لوگوں نے ذرا توجہ نہیں دی اور بات ٹھیک سے نہیں کی اس پر ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے۔ کہ علیؑ وہ ہیں۔ جو حضرت جبریلؑ کے پیروں کی آواز اپنے گھر کی چھت پر سے سنا کرتے تھے۔ جب وہ رسول اکرم کی خدمت میں آتے تھے۔ اس ہی طرح کا ایک واقعہ جنگ بدر کے روز پیش آیا جب اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ اور میکائیل کو حکم دیا کہ رسولخدا اور ان کے گروہ کی مدد کو دوڑو یہ دونوں صاحبان آسمان سے اترے اُن کے پروں کی آواز سے دوسرے لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ لیکن جب یہ علیؑ کے پاس سے گزرے تو انھوں نے آپکو سلام کہا۔

معجزہ ۱۱

علیؑ نے جھولے کے اندر سانپ کا منہ چیر دیا۔

مناقب آلِ ابی طالب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام دوران طفلی جھولے میں لیٹے تھے کہ ناگاہ ایک بڑا سانپ کسی جگہ سے نکل آیا اور آپ کے جھولے کی طرف بڑھنے لگا۔ سانپ قریب آیا تو آپ نے لیٹے لیٹے جھولے سے ہاتھ نکال کر اس سانپ کی گردن پکڑ لی اور سخت جھٹکے کے ساتھ اپنی انگلیاں اس کے منہ میں ڈال کر اس کا منہ چیر دیا۔ اتنی دیر میں آپؑ کی والدہ فاطمہ بنت اسدؑ تشریف لائیں تو جناب امیرؑ کے ہاتھوں میں مرے ہوئے سانپ کے ٹکڑے دیکھے تو حیرت میں رہ گئیں اتنے میں دیگر لوگ بھی جمع ہو گئے آپ نے فرمایا ام حیدر

ہو (یعنی غضبناک شیر) بھائیوں یہی وجہ تھی کہ جب جنگ خیبر ہوئی اور مرحب آپ کے مقابلہ پر آیا تو آپ نے اپنا نام حیدر بتایا اور کہا میرا نام میری ماں نے حیدر رکھا ہے

معجزہ ۱۱

جنوں سے یہودی کا مال واپس دلانا

کوکب دری صفحہ نمبر ۴۷، ۳ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل ہے کہ ایک دن خلافت ظاہری کے زمانے میں مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام کوفہ کے بازار میں جا رہے تھے کہ ایک یہودی کو دیکھا کہ وہ اپنے سر پر ہاتھ مار مار کر کہہ رہا تھا کہ اے مسلمانوں تم جاہلیت کے طریقہ پر عمل کر رہے ہو۔ جناب امیرؑ نے دریافت کیا تجھے کیا تکلیف ہے اس نے جواب دیا کہ میں سوداگر ہوں میرے ساٹھ گدھے مال و اسباب کے ساتھ رہزنوں نے لوٹ لئے ہیں۔ جس کی وجہ سے میں برباد ہو گیا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تم اطمینان رکھو یہ علیؑ کی خلافت کا زمانہ ہے۔ تمہارا اسباب تمہیں ضرور واپس ملے گا۔ اس کے بعد آپ نے قنبر کو ساتھ لیا اور اس مقام پر تشریف لے گئے جہاں پر رہزنوں نے اس یہودی کو لوٹا تھا۔ آپ نے چابک سے ایک خط زمین پر کھینچا اور فرمایا سب اس کے اندر آجاؤ۔ سب اس کے اندر آگئے۔ یہ سب جن تھے۔ پھر حضرت نے ارشاد فرمایا اے جنوں خدا کی قسم اگر یہودی کا مال تم نے واپس نہ دیا تو جو عہد میرے اور تمہارے درمیان ہے ٹوٹ جائے گا۔ اور تمہیں ذوالفقار سے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا اس پر وہ تمام جن جو خط میں موجود تھے پکار اٹھے۔ وصی المرسلین ہم آپکے فرمانبردار ہیں فوری ہی تمام سامان کے ساتھ گدھے وہاں پہنچا دیئے۔ آپ نے یہودی سے کہا اپنے

سامان کو اچھی طرح دیکھ لو کہ پورا ہے کہ نہیں"۔ یہودی نے سامان دیکھکر کہا اے مسلمانوں کے خلیفہ میرا سامان پورا ہے۔ جب یہ یہودی کوفہ میں واپس آیا تو آپ سے دریافت کرنے لگا کہ آپ کے رسول کا نام آپ کا نام آپکی اولاد کا نام توریت میں کیا ہے۔ مولاؑ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کے رسولؐ کا نام طاب طاب میرا نام ایلیا اور میرے بیٹوں کا نام متقی ہے اس پر یہودی نے کہا بیشک آپ سچے ہیں۔

معجزہ ۱۳

شیر کا حضرت علیؑ کو سجدہ کرنا

بحوالہ عیون المعجزات صفحہ نمبر ۲۹ امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام بابل کی سرزمین سے گزر رہے تھے میں ان کے ساتھ تھا کہ ایک وادی سے ایک بہت بڑا شیر نکلا۔ جناب امیرؑ کے نزدیک آکر سجدہ کیا اور دم ہلانے لگا حضرت علی علیہ السلام نے اس شیر کے سلام کا جواب دیا۔ اس پر شیر جلدی جلدی جس سمت سے آیا تھا واپس چلا گیا۔

معجزہ ۱۴

علیؑ کے ہاتھوں میں کنکر موتی بن گئے

ایک دن امیر المومنینؑ مسجد کوفہ میں اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے تھے کہ ایک شخص باہر سے آیا اور کہنے لگا اے علیؑ مجھ کو اس بات پر سخت تعجب ہے کہ دنیا دوسروں کے پاس تو ہے مگر آپ کے پاس نہیں۔ اس پر جناب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو گمان ہے کہ ہم دنیا کو چاہتے ہیں اور دنیا ہمیں نہیں ملتی۔ یہ بات غلط ہے یہ کہتے ہوئے آپ نے زمین سے چند

کنکر اٹھائے جو آپ کے ہاتھ میں آتے ہی قیمتی موتی بن گئے۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا دیکھ اگر میں چاہتا تو ایسا ہی ہوتا۔ دنیا میرے قدموں میں ہوتی۔ یہ کہہ کر ہاتھ سے وہ موتی پھینک دیئے۔ جو کنکر بن گئے

(بحوالہ کتاب شان علیؑ صفحہ ۳۶۵)

معجزہ ۱۵

علیؑ گھوڑے پر سوار ہوتے ہوتے پورا قرآن پڑھ لیتے تھے

شواہد النبوۃ میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام جس وقت رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن مجید کی تلاوت شروع کرتے اور جب تک دوسرا پاؤں رکاب میں پہنچتا تو قرآن کو ختم کرتے تھے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ آپ اونٹ کی سواری کے وقت اس کے رو کنے تک قرآن ختم کر لیتے تھے علیؑ کے اس معجزہ کو کوکب دری میں حضرت محمد صالح کشفی الترمذی الحنفی نے بھی تحریر کیا ہے۔

معجزہ ۱۶

عورتوں کی فریاد پر علیؑ نے مدد کی:

علامہ مجلسی نے بحار الانوار جلد ۹ صفحہ ۲۰۵ میں روایت کیا ہے کہ زید نساج راوی ہے کہ اس کے پڑوس میں ایک نیک سیرت اور عبادت گزار شخص رہتا تھا۔ ایک روز میں امام زین العابدین علیہ السلام کی زیارت کے لئے گیا تو یہ شخص کپڑے اتار کر جمعہ کا غسل کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اس کی پشت پر ایک بالشت سے زیادہ بڑا زخم دیکھا جس سے پیپ بہہ رہی تھی۔ اس نے مجھکو

کہا ذرا غسل میں میری مدد کر دیں نے کہا نہیں جب تک تم مجھ کو اس زخم
کی حقیقت سے آگاہ نہ کر دو تب تک میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ چنانچہ
اس نے وعدہ کیا اور کہا میری زندگی میں تم کسی کو اس واقعہ سے مطلع نہ کرنا۔
چنانچہ وہ غسل سے فارغ ہوا اور دھوپ میں بیٹھ کر اپنا قصہ بیان کرنے
لگا۔ کہا سنو۔

یہ علیؑ کی مار کا نشان ہے

ہم دس دوست تھے جو ہمیشہ ساتھ رہا کرتے تھے ہمارا مسکن
کوفہ تھا مسافروں کو لوٹنا اور نقب زنی ہمارا مرغوب پیشہ تھا۔ رات کو
ایک ایک دوست ہم سب کے لئے خورد و نوش کا بندوبست کرتا تھا۔
اسی طرح بڑے عیش سے زندگی گزر رہی تھی۔ ایک دن میں گھر میں سو رہا
تھا کہ میری بیوی نے مجھ کو جگایا اور کہا کہ کل کھانا کھلانے کی باری تمہاری ہے
گھر میں ایک دانہ تک نہیں آج جمعہ کی رات ہے لوگ زیارت کے لیے نجف
جا رہے ہیں جا کر نقب زنی یا ڈاکہ ڈالو بہت اچھا موقعہ ہے۔ میں اٹھا ہاتھ
میں تلوار لی اور کوفہ سے باہر نجف کے راستہ پر ایک خندق میں چھپ کر بیٹھ گیا
اندھیری رات تھی آسمان پر گھٹا ٹوپ بادل چھائے ہوئے تھے۔ ایکدفعہ
بجلی چمکی تو مجھ کو دور سے دو شخص آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ جب وہ قریب
آئے تو پھر بجلی کوندی اور میں تلوار لے کر باہر نکلا۔ دیکھا تو عورتیں تھیں ان میں
ایک بوڑھی اور دوسری جوان۔ میں نے ان کا راستہ روک لیا اور زیور اتارنے
پر مجبور کر دیا۔ دونوں نے خاموشی سے زیور اتار دیئے۔ شیطان نے میرے دل
میں وسوسہ ڈالا اور مجھ کو برائی پر مجبور کر دیا۔ میں نے جوان عورت سے بدی کا

اظہار کیا۔ بڑھی عورت کہنے لگی۔ اے بندہ خدا ہمارے کپڑے اور زیور لے لے اور ہم کو جانے دے یہ بچی یتیم ہے اور کل اس کی شادی ہونے والی ہے اس کی قوم کو رسوا نہ کر۔ میں نے اس کو ڈانٹا۔ اور ایک طرف ڈھکیل دیا۔ اور لڑکی کو زمین پر گرا دیا۔ اور اس لڑکی کے سینہ پر چڑھ بیٹھا۔ لڑکی نے چلانا شروع کیا۔ یا الہٰی مدد یا علیؑ مدد یا علیؑ مدد اس یقین اور پر درد انداز میں یہ لڑکی مولا علیؑ کو پکار رہی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اچانک ایک سوار ظاہر ہوا اس کا لباس سفید تھا اور بدن سے خوشبو پھوٹ رہی تھی اور مجھ سے کہا اس کو چھوڑ دے۔ میں نے کہا جا بابا شکر کر میں تجھ کو چھوڑ رہا ہوں ورنہ تو بھی بچ کر نہ جاتا۔ میرا یہ کہنا تھا کہ اس نے تلوار کی نوک مجھکو دے ماری اور میں غش کھا کر گر پڑا۔ نہ معلوم کب تک پڑا رہا۔ البتہ نیم بے ہوشی میں اتنا سنائی دیا کہ اس نے عورتوں سے کہا کپڑے پہنو اور زیور لے کر واپس چلی جاؤ۔ بوڑھی عورت نے کہا آپ کون ہیں؟ خدا آپ پر رحم کرے ذرا ہم کو نجف پہنچا دیجیے۔ انھوں نے مسکرا کر جواب دیا۔ میں علیؑ ابن ابی طالبؑ ہوں جن کو فریاد کے لئے تم لوگوں نے یاد کیا تھا تم واپس جاؤ میں نے تمہاری زیارت قبول کر لی۔ اللہ کا ولی رسولؐ کا وصی اسی طرح مدد کرتا ہے۔

معجزہ ۱۷

مولانا اشرف علی تھانوی کی والدہ سے ایک مجذوب نے کہا

اب جو بچہ پیدا ہو اسکو علیؑ کے سپرد کر دینا۔ زندہ رہے گا۔

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی مشہور زمانہ کتاب بہشتی زیور میں اپنی سوانح

حیات کے سلسلے میں حضرت علیؑ علیہ السلام کے نام ایک معجزہ اس طرح بیان کرتے ہیں جسکو ماہنامہ قومی ڈائجسٹ شمارہ ۱۰ جلد ۱۰ جون ۱۹۷۰ء میں مقبول جہانگیر صاحب نے صفحہ نمبر ۱۳۴ بعنوان "کرم عظیم" بھی شایع کیا ہے۔

اشرف علی تھانوی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ میری پیدائش کا بڑا عجیب و غریب واقعہ ہے جو میرے خاندان میں اس وقت سے مشہور چلا آرہا ہے۔ مولانا کے والد محترم جناب عبدالحق صاحب مرض فارشت میں ایسے مبتلا ہو گئے کہ کسی دوا سے فائدہ نہ ہوتا تھا۔ ایک ڈاکٹر نے کہا کہ اس مرض کی ایک دوا اکسیر ہے مگر وہ قاطع النسل ہے۔ عبدالحق صاحب چونکہ بیماری سے تنگ آ گئے تھے۔ اس لئے انھوں نے دوا یہ کہکر استعمال کر لی کہ بلا سے اولاد نہ ہو بقائے نوعی سے بقائے شخصی مقدم ہے۔ عبدالحق صاحب کی بیوی کو جب یہ معلوم ہوا تو بہت پریشان ہوئیں کہ اس وقت تک کوئی اولاد نرینہ زندہ نہیں رہتی تھی۔ شدہ شدہ یہ خبر عبدالحق صاحب کی خوش دامن تک پہنچ گئی انھوں نے اس زمانہ کے مشہور مجذوب اور بزرگ حضرت حافظ غلام مرتضےٰ پانی پتی سے عرض کیا کہ حضرت میری اس لڑکی کے لڑکے زندہ نہیں رہتے۔ حافظ صاحب نے کہا عمرؓ اور علیؑ کی کشاکش میں مر جاتے ہیں اب کی علیؑ کے سپرد کر دینا۔ زندہ رہیگا۔ اس مجذوبانہ جملے کو کوئی نہ سمجھا۔ آخر عبدالحق صاحب کی بیوی نے اپنی فہم خداداد سے اسے حل کیا اور فرمایا حافظ صاحب کا مطلب یہ ہے کہ لڑکوں کے باپ فاروقی ہیں اور ماں علوی ہیں اب تک جو نام رکھے گئے ہیں وہ باپ کے نام پر رکھے گئے اب کی بار جو لڑکا ہوگا اس کا نام ننھیال کے ناموں کے مطابق رکھا جائے۔ جس کے آخر میں "علیؑ" ہو۔

حافظ صاحب یہ سنکر ہنسے اور فرمایا واقعی میرا مطلب یہی تھا یہ لڑکی

بڑی عقل مند معلوم ہوتی ہے۔ انشاء اللہ اس کے دو لڑکے ہوں گے اور زندہ رہیں گے ایک کا نام اشرف علی رکھنا اور دوسرے کا نام اکبر علی رکھنا۔ دونوں صاحب نصیب ہوں گے ایک میرا ہوگا دوسرا دنیا دار ہوگا وہ مولوی اور حافظ قرآن ہوگا۔ چنانچہ یہ سب پیشگوئیاں حرف بحرف درست ثابت ہوئیں۔ یہ بھی حضرت علی علیہ السلام کے نام کی معجز نمائی جس کا زندہ ثبوت خود اشرف علی تھانوی کی زندگی ہے۔ دنیا کو میرا چیلنج ہے کہ روحانی عطا صرف اور صرف محمد اور ان کی آلِ پاکؑ کے سوا اس دنیا میں کسی کو نہیں ہے۔

معجزہ ۱۸

نعرۂ حیدری کا زندہ معجزہ

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان جب ۱۹۶۵ء میں جنگ ہوئی تو ایک دن بھارتی فوج نے چناری سے آگے بڑھنے کی کوشش کی پاکستانی مجاہدین نے ان کی اس پیشقدمی کو ناکام بنا دیا۔ جنگ اخبار کراچی ۲۶ اگست ۱۹۶۵ء کے شمارہ میں یہ واقعہ درج ہے کہ پاکستانی مجاہدین: نعرۂ حیدری یا علیؑ کا نعرہ لگا کر آگے بڑھے تو ایک بھارتی سپاہی رام چرن دہشت سے گر کر وہیں ہلاک ہو گیا (بحوالہ کتاب علیؑ علیؑ)

معجزہ ۱۹

فرات کی طغیانی سے اہل شہر کو بچا لیا

شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ اہل کوفہ نے ایک دفعہ عرض کیا کہ یا امیر المومنینؑ اب کے سال دریائے فرات بہت طغیانی پر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھیتیاں ضائع نہ

ہو جائیں شہر ڈوب نہ جائے اور اس طرح ہم لوگ کہیں مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ آپ اس آفت سے ہم لوگوں کو نجات دلائیے۔ یہ سنکر جناب امیر علیہ السلام گھر کے اندر تشریف لے گئے کچھ دیر بعد تشریف لائے تو خرقۂ رسولِ خداؐ پہنے ہوئے تھے چہرۂ مبارک ماہِ تاباں کی طرح چمک رہا تھا۔ گھوڑا منگوا کر سوار ہوئے۔ ساتھ اپنے حسنؑ اور حسینؑ علیہم السلام کو لیا۔ اہلِ کوفہ بھی ساتھ ہو گئے۔ فرات کے کنارے پہنچ کر گھوڑے سے اُترے اور دو رکعت نماز بجالائے پھر اٹھے اور ہاتھ میں عصا لے کر پانی کی طرف اشارہ کیا۔ فوراً ایک گز پانی کم ہو گیا۔ فرمایا کیا یہ کافی ہے۔ فریادیوں نے کہا مولا اور کم ہو جائے تو بہتر ہے۔ آپ نے پھر اشارہ کیا پانی ایک گز اور کم ہو گیا۔ ان لوگوں نے پھر درخواست کی کہ مولا اور، آپ نے پھر عصا کا اشارہ کیا۔ پانی پھر ایک گز کم ہو گیا۔ اب لوگوں نے کہا مولا بس اتنا کافی ہے۔ (بحوالہ کوکب دری صفحہ ۳۵۶)

معجزہ ۲۰

علیؑ کے لعابِ دہن کا معجزہ

پیرانِ پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی کے منہ میں آتے ہی ان پر سخن کے دروازے کھل گئے!

شیخ عبدالقادر جیلانی پیرانِ پیر دستگیر بڑے پائے کے صوفی بزرگ ہیں آپ صوفیائے کرام میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مجھ میں جو کچھ بھی پایا جاتا ہے وہ رسول اکرم اور علی کرم اللہ وجہ کے لعاب دہن کا معجزہ اور نتیجہ ہے۔ اس معجزہ کو میں سوانح و تعلیمات حضرت غوث الاعظمؒ از ملکش اکبر آبادی مکتبہ دارالعلوم گلشن بغداد رام پور یو۔پی صفحہ نمبر ۴۸ سے نقل کر رہا ہوں حضرت غوث الاعظم ارشاد فرماتے ہیں کہ مجھ کو عربی نہیں آتی تھی۔ ایک دن خواب میں رسولِ خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا انھوں نے کہا اے عبدالقادر منہ کھولو میں نے منہ کھول دیا آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ دوسرے دن پھر یہی خواب دیکھا لیکن آج حضرت علی علیہ السلام خواب میں آئے اور اس ہی طرح کیا جس طرح رسول خدا نے کیا تھا۔ آپ نے بھی میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالدیا۔ اب صبح جب میری آنکھ کھلی تو مجھ کو عربی اس طرح آگئی جیسے ماں کے پیٹ سے بولتا ہوا بچہ پیدا ہوا ہے۔ عربی کی بڑی سے بڑی کتاب اور تفسیر میرے سامنے پانی تھی بھائیوں دیکھا آپ نے حضرت علیؑ کے لعاب دہن کا نتیجہ صرف خواب میں عبدالقادر جیلانی کے منہ پہ آیا تو ان کو عربی آگئی۔

معجزہ ۲۱

نعرہ حیدری "یا علیؑ" کا معجزہ

بھولو پہلوان اور اُن کا خاندان کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے کشتی اور پہلوانی کے فن میں پوری دنیا میں یہ گھرانا اپنا ثانی نہیں رکھتا ہے نومبر ۱۹۶۸ء کو کراچی میں بین الاقوامی کشتیوں کا انعقاد کیا گیا۔ بھولو پہلوان کے بھائی اکرم پہلوان کا مقابلہ اونیل آئرلینڈ سے طے پایا روزنامہ جنگ ۹ نومبر صفحہ ۸ کی اطلاع کے مطابق اکرم پہلوان اپنے مدمقابل کے سامنے آتے پہلے ہی راؤنڈ میں ایک زوردار نعرہ حیدری "یا علی مدد" لگاکر حریف کو شکست دے دی۔ نعرہ کا لگانا تھا کہ اونیل آئرلینڈ اتنا گھبرا گیا تھا کہ اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی طاقت نے اس کو مفلوج کردیا ہے۔

معجزہ ۴۲

حضرت علی علیہ السلام کا ملکِ عظیم کی سیر کرانا

بحوالہ کتاب مدینۃ المعاجز صفحہ ۴۰ ۔ حقائق العقائد صفحہ ۶۲ اور نعیم الابرار جلد سوم صفحہ نمبر ۲۱۲ میں روایت نقل ہے کہ جب خلیفہ دوم کی بیعت ہو رہی تھی تو اس وقت حضرت سلمان فارسیؓ ۔ مقدادؓ ۔ عمار یاسرؓ چند اصحاب امیر المومنینؑ کے ساتھ دولت سرائے امیر المومنین علیہ السلام میں حاضر تھے ۔ دوران گفتگو امام حسن علیہ السلام نے عرض کیا یا امیر المومنین خداوند عالم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اتنا بڑا ملک عطا کیا کہ ایسا اور کسی کو نہیں اور انہیں وہ انگشتری عطا فرمائی جس کی تاثیر ایسی سلطنت تھی ۔ آپ تو سردار انبیاء کے خلیفہ ہیں آپ کو خدا نے کون سا ملک عطا فرمایا ہے ۔ ارشاد فرمایا بیٹا سلیمان علیہ السلام نے جو ملک خدا سے مانگا تھا وہ خدا نے عطا کر دیا مگر ہمارا ملک اس سے کہیں زیادہ وسیع ہے رہی انگشتری سلیمانؑ تو (جیب سے نکال کر) فرمایا یہ وہ ہے ۔ اس پر نقش کندہ تھا "محمدؐ و علیؑ" آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے اور اصحاب تم لوگ میرے ملک کی سیر کرنا چاہتے ہو جس کا میں بادشاہ ہوں ۔ تمام حاضرین نے یک زبان ہو کر عرض کیا ہاں میرے مولا و آقا ۔ اس پر آپ نے ایک جانب رُخ کر کے کلام کیا تو ابر کا ایک ٹکڑا آ گیا ۔ آپ نے حکم دیا کہ بچھ جا ۔ وہ فرش کی طرح بچھ گیا آپ نے ہم سب سے فرمایا کہ اس پر بیٹھ جاؤ پھر کچھ کلام کیا اور دوسرا ٹکڑا آ گیا ۔ اس پر آپ خود تشریف فرما ہوئے ہوا نے ان دونوں ٹکڑوں کو فضا میں بلند کیا دورانِ سیر آپ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کیا تم سلیمانؑ کو دیکھنا چاہتے ہو ۔ سب نے عرض کیا جی ہاں ۔ آپ پھر ایک نہایت سرسبز و شاداب باغ

میں اترے سلمان فارسیؓ کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے قبل ایسا باغ کبھی نہیں دیکھا پھر باغ کے وسط میں ایک تخت پر ایک نوجوان کو سوتے دیکھا آپ نے وہ انگشتری ان کی انگلی میں پہنادی وہ جوان کھڑا ہو گیا اور اٹھتے ہی کہا اسلام علیک یا امیر المومنینؑ اور پھر آپ نے وہ انگشتری ان کی انگلی میں پہنادی وہ پھر حسب سابق تخت پر سو گئے۔ فرمایا یہ سلیمان نبیؑ ہیں۔ اس کے بعد پھر آپ روانہ ہو کر دامنِ کوہ میں پہنچے اور اسی طرح سیر ملک عظیم کی کراتے ہوئے واپس مدینہ تشریف لائے۔ فرمایا یہ ہمارے ملک کا ایک حصہ تھا۔

معجزہ ۲۳

ہمارے ساتھ خدا کا شیر ہے جس کا نام علیؑ ہے

چھِنگ شی اسی تبت کے کسی گاؤں کا رہنے والا چرواہا تھا وہ جنگل میں بھیڑ بکریوں کا ریوڑ چرا رہا تھا۔ اس نے پیڑ سے پتے توڑ کر جانوروں کے آگے یہ کہہ کر ڈال دیئے کہ تم یہ کھاؤ۔ میں چشمہ سے پانی پی کر آتا ہوں۔ ایک سہانا گیت گاتے ہوئے کوئی ایک فرلانگ کا فاصلہ طے کیا۔ گیت کا اردو ترجمہ۔

اگرچہ ان پہاڑوں میں شیر بستے ہیں جو بہت ہی ظالم ہیں۔ لیکن ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ ہمارے ساتھ خدا کا ایک شیر ہے جس کا نام "علیؑ" ہے اس کی گرج سے تمام موذی جانور بھاگ جاتے ہیں۔" اس نے گھٹنے ٹیک کر چشمہ پر منہ رکھا اور بہت سرد و شیریں پانی پی کر اپنا پیٹ بھرا واپس جا رہا تھا کہ راستے میں اس کو بستی کے تین آدمی ملے وہ اس کو دیکھتے ہی بول اٹھے۔ ارے چھِنگ تو یہیں ہے ابتک ؟۔ جا ریوڑ کو ہنکا کر گاؤں لے جا تجھے

خبر نہیں لڑکے کہ دُنا کل شیروں کے حملے ہو رہے ہیں۔ اب تو شام بھی ہونے کو ہے۔ یہ تین کوس کا فاصلہ سورج ڈوبنے سے پہلے مشکل ہی سے کاٹ سکے گا۔ چچا تم فکر نہ کرو میں شیروں کو بھگانا جانتا ہوں۔ چونگ نے جواب دیا ارے خدا جوانی سلامت رکھے تیری کیا کوئی منتر جانتا ہے تو۔ نہیں چچا! میرے ساتھ خدا کا شیر ہے چونگ نے کہا۔ اس پر ان آدمیوں نے کہا خدا کا شیر۔ وہ کون ہے چچا میرے دادا جان سے سُنی نہیں تم نے اشونگ کی کتاب چونگ "ہاں کچھ سنی تو ہے۔ کیا تم بھی اُسے پڑھ لیتے ہو۔ جی نہیں۔ بس تو سنا ہی کرتا ہوں اس کا ایک گیت مجھے خوب یاد ہے چونگ نے کہا۔ چچا مونگ چن کی بہادری والا ہے۔ نہیں چچا خدا کے شیر والا سنو۔ چونگ

اگرچہ ان پہاڑوں میں شیر بستے ہیں جو بہت ہی ظالم ہیں۔ لیکن ہمیں کوئی خطرہ نہیں۔ کیونکہ ہمارے ساتھ خدا کا ایک شیر ہے جس کا نام علیؑ ہے۔ اس کی گرج سے تمام موذی جانور بھاگ جاتے ہیں" نوجوان چرواہے کی زبان سے یہ عجیب و غریب گیت سن کر تینوں آدمی حیرت سے انگلیاں چبانے لگے۔ ایک نے دوسرے کی طرف دیکھا اور دوسرے نے تیسرے کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد انھوں نے نوجوان پر گہری اور استعجابی نگاہ لمحہ بھر کے لئے ڈالی پھر کچھ سوچا اور اپنا راستہ لیا۔

نوجوان چونگ اپنے ریوڑ کے پاس پہنچا چرواہوں کی مخصوص بولی میں اس نے کچھ کہا۔ جسے سنتے ہی تمام بھیڑیں اور بکریاں اس کے گرد جمع ہو گئیں۔ خوب پیٹ بھر لیا تم نے۔ چلو اب تمہیں گاؤں لے چلوں سورج ڈوبنے کو ہے۔ جانور سر جھکائے دھیرے دھیرے قدم اٹھائے ہری ہری گھاس پر منہ مارتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔ دھوپ پھیکی

بڑھ چکی تھی۔ آفتاب سفید لباس اُتارنے اور شب کو سیاہ پوشاک پہننے کی تیاری کر رہا تھا۔

ایک مقام پر ہلکی ہلکی سی گونج اٹھی۔ جانوروں نے گردنیں اٹھائیں کان کھڑے کیے اور آنکھیں پھاڑ کر ادھر اُدھر دیکھنا شروع کر دیا۔

کیا ہے؟ نوجوان بولا ڈرو نہیں ہمارے ساتھ وہ ہے جس کا نام سنتے ہی درندوں کا لہو سوکھ جاتا ہے ٹھہرو نہیں چلو گھر چلیں۔ جانوروں نے دو ہی قدم اٹھائے تھے کہ ایک خوفناک گونج نے پہاڑوں کے دل ہلا دیئے۔ شیر شیر۔ نوجوان زور سے چلّایا اور شیر کا نام سنتے ہی تمام بھیڑ بکریاں دم قدم پیچھے ہٹ گئیں (اپنی زبان میں چرواہے نے کہا) سچ کہتے تھے میرے چچا لیکن کوئی فکر نہیں۔ والدین نے میرا نام "چونگ شی سی" یونہی رکھدیا میں شیروں کا شکار کرنے والا ہوں۔ رکھوالا میرے ساتھ ہے۔ وہ ضرور میری مدد کو پہنچے گا۔ دنیا بدل سکتی ہے ارشونگ کی پیشگوئیاں غلط نہیں ہوسکتیں۔ نوجوان چرواہے کے یہ الفاظ ابھی فضا میں بکھرنے نہیں پائے تھے کہ اب قریب سے ایک زبردست گرج نے کوہ دامن کو لرزا دیا۔ وہ کیا دیکھتا ہے کہ ایک خونخوار شیر ڈکارتا اور دھاڑتا ریوڑ کی طرف آرہا ہے نوجوان نے اپنا شاخ تراش درخت سے لٹکایا۔ شیر پہ ایک طائرانہ نظر ڈالی۔ پھر آسمان کی طرف دیکھا اور فریاد بھری نگاہوں سے دیکھا اور منہ میں کچھ پڑھنے کے بعد اپنی زبان میں کہا۔ خدا کے شیر ہماری مذہبی کتابوں میں لکھا ہے تو خدائی قوّت رکھتا ہے اور قدرت الٰہیہ کا مظہر ہے۔ اس سے بڑھ کر مصیبت اور کونسی ہوگی کہ میں اپنے گلے سمیت ظالم شیر کی زد میں ہوں۔ خدا کے شیر یہی امداد کا وقت ہے میری دستگیری فرما۔

تبت کا مذہبی نامہ نگار "کان چو" جو لامہ کی حیثیت رکھتا ہے اپنی تاریخی کتاب میں لکھتا ہے کہ جو ہوا ہے کہ یہ دعائیہ فقرے ہنوز آسمان کی طرف مائل بہ پرواز تھے کہ شیر پہاڑ سے جکرا کے گرا اور ایک چٹان سے ٹکرا کر اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ یوں معلوم ہوتا ہے جیسے کسی غیبی ہاتھ نے پکڑ کر نیچے پھینک دیا ہو۔ (حکیم سید محمود گیلانی کتاب علی مرتضیٰ حیدر شیر خدا)

معجزہ نمبر ۲۴

جناب امیر علیہ السلام کی قبر مبارک کی کرامات جس

کو دیکھ کر بادشاہِ وقت حیران رہ گیا

ایک دن بادشاہ ہارون الرشید عباسی شکار کھیل رہا تھا۔ اسی دوران شکاری کتے یا چیتے جو اس کے ساتھ تھے۔ شکار کی غرض سے ایک ہرن پر چھوڑ دیئے۔ ہرن بھاگتا ہوا اس مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں پر قبر مبارک مولائے کائنات حضرت علی علیہ السلام تھی۔ اور بڑے آرام سے مرقد کے اطراف میں گھاس جو اگی ہوئی تھی کھانے لگا۔ ہارون رشید نے بڑی کوشش کی کہ اس کے شکاری کتے اس ہرن کو پکڑ لیں۔ لیکن ہرن تک یہ شکاری جانور پہنچنے سے قاصر رہے۔ بادشاہ نے ہر طرح کی کوشش کر ڈالی لیکن شکاری جانور کسی صورت سے ہرن تک نہیں گئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ کسی غیبی طاقت نے ان کے پیروں کو روک دیا ہے۔ اس صورت حال نے ہارون رشید کو پریشان کر دیا۔ اس تعجب خیز واقعہ کے راز کی تحقیقات کا حکم دیا۔ کافی تفتیش کے بعد ایک عمر رسیدہ شخص ہارون رشید کی خدمت میں

حاضر ہوا اور ارشاد فرمایا کہ اگر تجھے (ہارون رشید) تیرے ابن عم علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے مرقد اطہر کی نشان دہی کروں تو مجھے کیا انعام دے گا۔ ہارون رشید نے کہا اے بزرگ شخص میں تجھ کو بزرگی کے ساتھ ساتھ بہت کچھ انعام اور اکرام سے نوازدوں گا۔

اے ہارون رشید یہی وہ مقام ہے جہاں پر ہرن سکون کے ساتھ بے خوف و خطر کھڑا ہے اور شکاری جانوروں کو اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی ہے۔ ہارون نے کہا یہ بات کہ یہ مرقد جناب علی علیہ السلام ہے تجھ کو کیونکہ معلوم ہوئی۔ اس شخص نے ارشاد فرمایا کہ میرا باپ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام کے ہمراہ اس مقام کی زیارت کو اکثر آیا کرتا تھا اور وہ اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ تشریف لایا کرتے تھے اور یہ حضرت اپنے پدر بزرگوار امام زین العابدین علیہ السلام کی معیت میں یہاں آکر زیارت کرتے تھے۔

امام زین العابدینؑ کو اس کا پورا علم امام حسین علیہ السلام سے حاصل تھا ہارون رشید نے اس مقام پر ایک عمارت تعمیر کرنے کا حکم دیا اور اس کے چاروں طرف کٹہرہ لگوادیا اب کیا تھا لوگ اس مقام کی زیارت کو آنے لگے۔

(بحوالہ کتاب علیؑ علیؑ حصہ دوم صفحہ ۱۶۹)

معجزہ ۲۵

مرقد علیؑ سے گستاخی کرنے والے حبشی

غلام کے جسم کا گوشت پھٹ گیا

جب تک قبر اطہر امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام دشمنوں کے شر سے

پوشیدہ رہی اس وقت تک شمع امامت کے چند خاص پروانوں کے علاوہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلا مگر جب یہ پردہ اٹھا دیا گیا اور اہل بیتؑ ظاہری جو اس کے حامل تھے۔ وہی اس کا اعلان کرنے لگے۔ دوسری طرف معجزات اور کراماتوں نے ظاہر ہونا شروع کیا جس سے اپنے اور غیر دونوں فیضیاب ہونے لگے حتیٰ کہ داؤد اور ہارون رشید کو خود قبر اقدس پر عمارت بنانا پڑی ابن بطوطہ جو اپنی شیعہ دشمنی کی وجہ سے بہت مشہور ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ نجف اشرف میں تمام باشندے رافضی ہیں، ۲۷ رجب میں یہاں پر عراق فارس روم وغیرہ سے کافی لوگ آتے ہیں اور اپنے مریضوں کے لئے دعا کرتے ہیں۔ مریض ساری رات زمین پر پڑے رہتے ہیں۔ پھر آخری شب کو یہ لوگ یک بیک صحیح وتندرست ہو کر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر ان مریضوں میں کسی قسم کے مرض کا کوئی نشان تک باقی نہیں رہتا۔ یہ واقعہ ابن بطوطہ نے اپنی کتاب "رحلہ" میں تحریر فرمایا ہے۔

کتاب تاریخ انوار السادات مولفہ سید ظفریاب حسین الترمذی نوگانوی صفحہ ۱۴۱ پر ایک معجزہ تحریر ہے کہ جب داؤد بن علی عباسی جو اس وقت ۱۳۲ھ میں سفاح عباسی کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ لوگوں کا ہجوم قبر مبارک پر دیکھ کر جل گیا۔ اس نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ معمار لائے جائیں۔ پھر ان معماروں کو اپنے ایک غلام کے ہمراہ جس کا نام "حمل" تھا۔ نجف روانہ کیا اور حکم دیا کہ اس مقام پر جاؤ جہاں لوگ زیارت کو جا رہے ہیں۔ اور اس قبر کو کھود کر جو کچھ اس میں نکلے اس کو میرے پاس لے آؤ۔

اسماعیل بن عیسیٰ عباسی کا بیان ہے کہ میں بھی ان لوگوں کے ہمراہ ہو گیا یہانتک کہ یہ لوگ مقام مذکور پر پہنچے مزدور قبر کی کھدائی میں مصروف ہو گئے

پانچ ہاتھ گہری کھدائی کی ہوگی کہ ایک سخت چٹان نظر آئی اس کو ہر طرح سے کھودنے کی کوشش کی لیکن مزدور اس چٹان کو کھودنے میں کامیاب نہ ہو سکے آخر ان لوگوں نے اس گڑھے میں ایک طاقتور حبشی غلام کو اتارا۔ اس نے کدال لے کر پوری قوت سے چٹان پر ماری کہ اسکی گونج تمام جنگل میں گونج اٹھی۔ اس کے بعد اس نے دوسری چوٹ لگائی اور اس کی پہلی مرتبہ سے زائد آواز گونجی پھر تیسری مرتبہ ضرب ماری۔ اب کی دفعہ شدت کی آواز نکلی اور ساتھ ہی حبشی غلام نے زور دار چیخ ماری۔ یہ سنکر ہم لوگ اٹھے اور اس گڑھے میں جھانکنے لگے۔ میں نے اس کے ساتھیوں سے کہا کہ پوچھو تو اس پر کیا گزر گئی۔ ان لوگوں نے پوچھنا شروع کیا مگر اس میں جواب دینے کی طاقت نہ تھی۔ وہ برابر چیخے جا رہا تھا۔ ہم لوگوں نے اسکو نکال کر ایک خچر پر حاکم کوفہ کی طرف روانہ کر دیا اتنے میں غلام حبشی کا گوشت اس کے بازو سے اور داہنی جانب سے پھٹ پھٹ کر گرنے لگا تھوڑی دیر میں اس کے سارے جسم کی یہی حالت ہوگئی یہاں تک ہم لوگ گورنر کوفہ کے یہاں پہنچے۔ اس نے پوچھا کیا ہوا۔ ہم سب نے کہا اس حبشی سے دریافت کرو اس نے حبشی غلام کی طرف دیکھا لرز گیا۔ روداد سن کر قبلہ کی طرف رُخ کیا۔ خدا کی بارگاہ میں توبہ استغفار کی اور مذہب حقہ قبول کر لیا۔

معجزہ ۲۶

حلالی اور حرامی کی شناخت کرنے والے سانپوں کو ختم کر دیا

بحوالہ کتاب تاریخ انوار السادات المعروف گلستان فاطمہ مؤلفہ و مرتبہ سید ظفر یاب حسین الترمذی نانوتوی صفحہ ۱۱۶ میں حضرت علی علیہ السلام کے بچپن کا ایک حیرت انگیز واقعہ تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "ملک عرب میں دین محمدی سے قبل

کثرت حرام کاری و زنا کاری سے شناخت ولد الحلال و ولد الحرام کی ضرورت تھی۔ اس وجہ سے پروردگارِ عالم نے خانہ کعبہ میں دو سانپ ایسے مقرر کر دیئے تھے جس سے ان دونوں کی شناخت کا کام لیا جاتا تھا۔

چنانچہ ہدایۃ السعداقاضی شہاب الدین عمر ملک العلماء دولت آبادی صفحہ ۳۶۳ پر تحریر کرتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی ولادت سے پہلے جو بچہ مکہ معظمہ میں پیدا ہوتا تھا تیسرے دن اس بچے کو خانہ کعبہ کے اندر لاتے تھے اور وہاں ایک مقام پر رکھ دیتے تھے "مہک" نامی سانپ بچہ کو سونگھتا تھا۔ اگر بچہ حلالی ہوتا تو بدستور تندرست رہتا۔ والدین اس بچہ کو اٹھا کر لے جاتے اور خوش ہو کر ایک جلسہ منعقد کرتے۔ اگر بچہ حلالی نہ ہوتا تو وہ سانپ خانہ کعبہ کی دیوار سے نکل کر بچہ پر جھاگ ڈالتا۔ جس سے وہ بچہ بے ہوش ہو جاتا۔ عوام کو معلوم ہو جاتا کہ فلاں بچہ حلالی نہیں ہے۔ جب حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام خانہ کعبہ میں پیدا ہوئے تو وہ دونوں سانپ حسب معمول آئے چاہا کہ حضرت علی کو سونگھیں تو حیدرِ کرار نے دونوں سانپوں کو پکڑ لیا اور ان سانپوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ اہل مکہ شور و غل مچانے لگے اور رونے چلانے لگے کہ حضرت ابو طالبؑ کے لڑکے نے مہک کو حالتِ طفلی میں مار دیا۔ اس پر رسالتمآب نے ارشاد فرمایا کہ اے اہل مکہ غمگین نہ ہو خداوند عزوجل نے دنیا کی کسوٹی (مہک) اب حضرت علیؑ کو بنایا ہے کہ ایک جگہ دو مہک نہیں رہ سکتے جو شخص حضرت علیؑ اور انکی اولاد کو دوست رکھے وہ حلال زادہ ہے۔

منتخب ۲۷

شیر کے زخمی پنجہ کو مولا علیؑ کی قبر پر آرام مل گیا

روایت کی ہے کہ میں اور میرے والد دو چچا ۱۲۶۲ھ میں چھپ کر رات کے وقت زیارت مرقد اطہر جناب علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے لئے گئے امن اسوقت کم تھا جب وہاں پہنچے تو دیکھا تو آپ کی قبر کے اردگرد سیاہ پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ ہم میں سے بعض قرآن پڑھنے لگے اور بعض نمازوں اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ ناگاہ ہم نے دیکھا کہ ایک شیر قبر مبارک پر گیا اور اپنے ہاتھ کو لوح قبر پر ملنے لگا ہم میں سے ایک دلیر آدمی اس شیر کے نزدیک گیا اور اس کی حالت مشاہدہ کی لیکن اس نے کوئی تعرض نہ کیا۔ ہم سب نزدیک پہنچ گئے ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ اس کے ہاتھ زخمی ہیں اور وہ ان کو قبر پر مل رہا ہے اور منہ اور گردن کو بار بار قبر کی طرف جھکاتا ہے۔ اس طرح تھوڑی دیر تک وہ شیر وہاں رہا۔ آرام پانے پر واپس چلا گیا۔ (بحوالہ کتاب انوار الساداتؒ صفحہ ۷۴۵)

معجزہ نمبر ۲۸

علیؑ کو برا کہنے والے کو اونٹ نے کچل دیا۔

شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ ایک شخص مدینہ میں امیر المومنین کرم اللہ وجہہ کو برا بھلا کہا کرتا تھا۔ سعد بن مالک نے اس کے لئے بددعا کی۔ اتفاقاً وہ شخص ایک روز اپنے اونٹ کو باہر چھوڑ کر مسجد میں آ کر مجمع کے درمیان بیٹھ گیا اونٹ اپنی جگہ سے اٹھ کر مسجد میں گھس آیا اور اس کو اپنے سینے کے نیچے دبا لیا۔ اور اس طرح اس کو کچل کر مار ڈالا (کوکب دری)

معجزہ نمبر ۲۹

علیؑ سے جھوٹ بولنے والا اندھا ہو گیا

کتاب شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ امیر المومنین نے ایک شخص سے فرمایا کہ تو ہمارے پاس سے الگ ہو جا کیونکہ تو ادھر کی بات ادھر کرتا ہے۔ ہماری باتیں امیر معاویہ کو پہنچاتا ہے۔ اس نے جناب امیرؑ سے انکار کیا۔ علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کیا اس بات پر تو پھر جھوٹ بول رہا ہے خدا تجھے اندھا کرے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ وہ شخص سات روز کے بعد نابینا ہو گیا لاٹھی پکڑ کر چلتا تھا۔ (کوکب دری)

معجزہ ۳۰

ناصبی کتے کی شکل میں تبدیل ہو گیا

عبادہ بن صہیب کا بیان ہے کہ مجھے اعمش نے بتایا۔ اعمش کا کہنا ہے کہ میں الحرام میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے نماز میں طول دیا مشغول تھا اس نے نماز میں طول دیا۔ پھر خوبصورت طریقے سے دعا کرنے میں مشغول ہو گیا۔ کہا اے میرے رب میرا گناہ بہت بڑا ہے تو اس سے بڑا ہے۔ اسے بڑے یہ بڑا گناہ تو ہی بخش سکتا ہے۔ پھر وہ شخص زمین پر گر کر استغفار کرنے لگا اور زار و قطار رونے لگا اور پھر سسکیاں بھرتا جاتا تھا اور دعا کرتا جاتا تھا۔ میں نے ارادہ کیا کہ یہ سجدہ سے سر اٹھائے تو میں اس سے دریافت کروں کہ کون سا بڑا گناہ کیا ہے جب اسنے سجدہ سے سر اٹھایا تو میں نے اس کا چہرہ دیکھا تو حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ بالکل کتے کی شکل کی طرح تھا۔ اور بال کتے کی طرح تھے اور باقی بدن انسان کے بدن کی طرح تھا۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ بندے خدا وہ کون سا گناہ ہے جو تجھ سے سرزد ہو گیا ہے جس وجہ سے تمہاری صورت مسخ ہو گئی ہے۔ اس شخص نے کہا بھائی میرا گناہ

بہت بُرا ہے میں نہیں چاہتا کہ اس کو کوئی اور شخص سنے وہ اس بات کی رٹ لگا رہا تھا۔ مجبور کرنے پر اس نے کہا میں ناصبی تھا علی ابن ابی طالبؑ سے بغض رکھتا تھا اور اس بغض کو میں پوشیدہ نہیں رکھتا تھا بلکہ برملا کہتا تھا ایک دن میں امیر المومنین کو نازیبا بات کہہ رہا تھا اتنے میں ایک شخص میرے پاس سے گزرا۔ اس نے کہا اے شخص تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں آخرت سے پہلے اسی دنیا میں مسخ کر دے گا۔ تاکہ دنیا میں تمہاری خوب شہرت ہو اس رات کو میں سویا تو اللہ تعالیٰ نے میرے چہرہ کو کتے کی صورت میں تبدیل کر دیا میں اپنے کئے پر پچھتایا اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کی اور اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کا طلبگار ہوں۔ اعمش کا بیان ہے کہ وہ یہ سنکر حیران رہ گیا پھر میں نے اس واقعہ کو لوگوں کو بتایا (بحوالہ عیون المعجزات صفحہ ۶۰)

معجزہ نمبر ۳۰۲

فقیر نے جب مٹھی کھولی تو دس دینار سرخ اس کی مٹھی میں تھے

شیخ فرید گنج شکر قدس سرہ اپنی کتاب راحت القلوب میں مولائے کائنات امیر المومنین علی ابن طالب علیہ السلام کا ایک معجزہ رقم کرتے ہیں کہ ایک دن چند یہودیوں نے مسخرا بن سے ایک فقیر کو کہا کہ تم شاہ مرداں۔ شیر یزداں کے پاس جاؤ اور ان سے کچھ امداد کے لیے سوال کرو۔ یہ محتاج جناب امیر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے فقر و فاقہ کا حال بیان کیا۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ہر چند اپنے پاس اس محتاج کو دینے کے لئے تلاش کیا۔ لیکن کچھ نہ پایا۔ آپ نے پھر اس فقیر کا ہاتھ اپنے ہاتھ لے کر دس مرتبہ درود پڑھا اور اس کی مٹھی بند کر دی۔ اور کہا جا فقیر واپس ان یہودیوں کے پاس آیا۔ دریافت کرنے پر اس محتاج نے کہا مجھکو علی نے کچھ نہیں دیا بلکہ اس بند مٹھی پر دس مرتبہ درود پڑھ کر پھونک دیا ہے۔ یہودیوں نے کہا ذرا اس مٹھی کو تو کھولو جب اس فقیر نے مٹھی

کھولی تو اس کے اندر دس دینارِ سرخ موجود تھے۔ یہ دیکھ کر سب یہودی فوراً مسلمان ہو گئے الحمدللہ علیٰ دین الاسلام

معجزہ ۳۳

علیؑ کے ساتھ درخت بھی نماز پڑھنے لگے

کتاب احسن الکبار میں ابوالزبیری سے منقول ہے کہ میں نے جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے پوچھا کہ تم کو امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کا کوئی معجزہ یاد ہے جابرؓ نے ارشاد فرمایا کہ ایک روز میں چند صحابہ کے ہمراہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جا رہا تھا کہ جناب نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ چلو میں اس بیری کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھ کر آتا ہوں۔ آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔ ہم لوگ چل دیئے۔ مڑ کر کیا دیکھتے ہیں کہ درخت بھی رکوع اور سجود میں حضرت کا ساتھ دے رہے ہیں۔ قسم خدا کی ہم لوگ واپس آ کر کھڑے ہو گئے اور یہ معجزہ دیکھا کہ درختوں نے اسی طرح رکوع اور سجود کیا۔ پھر جب نماز سے جناب امیر فارغ ہوئے۔ آپ نے محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھا۔ پھر آپ نے ارشاد فرمایا اے خدا محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمنوں پر لعنت کر اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے شیعوں پر رحم کر۔ تمام ٹہنیوں نے کہا آمین آمین۔

معجزہ ۳۴

کمان علیؑ کے ہاتھ سے گرتے ہی اژدھا بن گئی

حضرت سلمان فارسی سے منقول ہے کہ صحابہ میں سے ایک شخص نے امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ فلاں شخص جو اکابر بنی عدی سے ہے جہاں کہیں آپ کے دوستوں کو دیکھتا ہے طعن کرتا ہے اور

بُرا بھلا کہتا ہے۔ اور آپ کو ایذا رسانی اور توہین کرنے تک سے باز نہیں آتا۔ امیرالمومنین اپنے ہاتھ میں کمان لئے ہوئے تھے۔ باغ کی طرف جانے لگے۔ ناگاہ اس شخص سے ملاقات ہوگئی۔ جناب امیر علیہ السلام نے اس شخص کو روک کر کہا کہ مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تم میرے دوستوں کو بُرا بھلا کہتے ہو اور انکو ایذا بھی پہنچاتے ہو۔ اس پر اس شخص نے جواب دیا۔ ٹھیک ہے۔ میں نے اگر کسی کو ایذا دی ہے تو کسی کو منع کرنے کا حق نہیں ہے۔ میں یہ کام کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ یہ سن کر جناب امیرؑ نے کہا پھر ٹھیک ہے اور کمان کو اپنے ہاتھ سے زمین پر گرا دیا۔ جو فوراً اونٹ سے بڑا اژدھا بن گئی۔ اور منہ کھولے اژدھا اسکی طرف بڑھا۔ تاکہ اس کو نگل لے۔ فوراً شور و غل مچ گیا۔ اور یہ ملعون فریاد کرنے لگا اور امیرالمومنین سے امان مانگنے لگا۔ اور اقرار کرنے لگا کہ آئندہ آپکے دوستوں کو بھی کوئی تکلیف نہ دوں گا۔ رحمت اللعالمین کے نائب کو رحم آگیا۔ اژدہے کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ فوراً کمان کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور واپس اس کو اٹھا لیا۔

معجزہ ۳۵

شمون الصفا کی پیشنگوئی

ڈاشنگٹن اروِن نے اپنی کتاب "سکسز آف محمدؐ" میں لکھا ہے اور صاحب تذکرۃ الکرام نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے کہ جب علی علیہ السلام کی فوج کوفہ سے شام کی طرف جا رہی تھی ایک روز اپنے مقام پر پڑاؤ کیا جہاں دور دور تک پانی میسّر نہ تھا۔ پڑاؤ سے قریب ایک غار میں ایک راہب رہتا تھا حضرت علیؑ نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ یہاں قرب و جوار میں کہیں کنواں بھی ہے۔ راہب نے انکار کیا۔ حضرت علیؑ نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ایک زمانہ میں بنی اسرائیل کے کچھ پیغمبر یہاں رہتے تھے اور انہوں نے ایک کنواں کھودا تھا۔ اس کنویں کو یہاں ہونا چاہیئے۔ راہب نے کہا ایسا کنواں ضرور تھا اور اس کنویں کے متعلق

چند پیشگوئیاں بھی ہیں لیکن مدتوں سے اس کا پتہ نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے شمون بن صفا کی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک جلیل القدر حواری تھے ایک تحریر نکالی جس میں لکھا تھا کہ آخر زمانہ میں ایک پیغمبر ہوگا جس کا نام محمدؐ ہوگا۔ ان کا خلیفہ اور ولی جائز اس مقام پر اگر کنویں کو پھر کھودے گا۔ یہ سن کر علی علیہ السلام نے ایک مقام پر کنواں کھودنے کا حکم دیا۔ اور جس کنویں کی نسبت پیشگوئی کی تھی نکل آیا۔ تمام فوج پانی سے سیراب ہوگئی اور راہب نے علیؑ سے بیعت کی اور اس معجزہ کی وجہ سے مسلمان ہوگیا۔

معجزہ ۳۶

یہاں لولے اور لنگڑے سب ٹھیک ہوجاتے ہیں

کتاب مفاتیح الجنان اردو ترجمہ ناشر امامیہ کتب خانہ موچی دروازہ لاہور صفحہ نمبر ۱۳۹۔ ابو عبداللہ محمد بن بطوطہ جو علمائے اہلسنت میں سے ہیں۔ اور بہت بڑے تاریخ دان بھی ہیں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں۔ وہ اپنے سفرنامہ میں لکھتے ہیں کہ جب میں مکہ معظمہ سے نجف اشرف گیا تو وہاں جناب امیر علیہ السلام کے مرقد اطہر کا ذکر کرتے ہوئے کہا۔

"جناب امیرؑ کی قبر اس شہر نجف میں واقع ہے اور یہاں شیعہ حضرات رہتے ہیں اور حضرت علی علیہ السلام کی قبر مبارک سے کافی کرامات ظاہر ہوتی ہیں۔ ان کرامات میں سے ایک یہ ہے کہ ستائیسویں رجب کی رات میں جسے وہاں کے رہنے والے بیداری کی رات کہتے ہیں اطراف عراق خراسان۔ روم اور دیگر ایرانی شہروں سے جمع ہوجاتے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جو لولے، لنگڑے اور دیگر بیماریوں میں مبتلا ہوجاتے ہیں۔ عشاء کی نماز کے بعد حضرت امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی ضریح مقدس کے پاس ان مبتلاؤں کو جمع کردیا جاتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی ان کے اردگرد جمع ہوجاتے ہیں اور پھر انتظار کرتے رہتے ہیں کہ کب یہ مفلوج لوگ ٹھیک ہو کر اٹھتے ہیں اور دوسرے لوگ جو

ان کے ارد گرد جمع ہوتے ہیں وہ نماز پڑھنے میں یا قرآن کی تلاوت یا پھر ذکر الہٰی میں اپنے کو مشغول رکھتے ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ لوگ ان مفلوج آدمیوں کو دیکھا کرتے ہیں کب ٹھیک ہوتے ہیں۔

جب رات آدھی یا دو تہائی گزر جاتی ہے تو اس وقت یہ تمام مریض جو چلنے پھرنے سے مجبور ہوتے ہیں بالکل تندرست ہو جاتے ہیں۔ اور یہ پڑھتے ہوئے وہاں سے چل دیتے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیؑ ولی اللّٰہ۔

معجزہ ۳۷

علیؑ علیہ السلام سے عداوت رکھنے والے کی سزا

کتاب حبل المتین فی المعجزات بعد دفن امیر المومنین سے مُلّا محمد تقی خادم نے یہ حکایت نقل کی جس میں یہ مسطور ہے کہ بغداد اور حلہ کے درمیان ایک بستی ہے جس کا نام مجاویل ہے وہاں ایک شخص رومی جو اپنے ابتدائی ایام میں شیعیان علیؑ کی مخالفت میں بے حد متعصب تھا وہ کہتا ہے کہ بغداد کی جامع مسجد کا خطیب جو کہ بہت ہی مشہور و معروف تھا میرے گھر کے نزدیک رہتا تھا اور ہر وقت ہمارا اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا تھا ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ اگر آخرت میں نجات حاصل کرنا چاہتا ہے اور تجھے بہشت مل جائے تو فلاں طائفہ کا اگر کوئی آدمی مل جائے تو اُسے قتل کر دے۔ ایک دن میں اتفاقاً مجاویل سے آ رہا تھا۔ رقم کی تھیلی میرے پاس تھی اور میں گھوڑے پر سوار تھا۔ اور بغداد کی طرف جا رہا تھا اچانک میری نگاہ ایک ایرانی طائفہ پر پڑی۔ اس طائفہ کا ایک بوڑھا آدمی دیکھا جو اپنی سواری سے اُترا ہوا تھا اور بوجہ ضعیفی سوار نہ ہو سکتا تھا اور اپنے قافلہ سے بچھڑ گیا تھا میں نے ارادہ کیا کہ اس کو قتل کر دوں پھر اپنے آپ سے کہا کہ پہلے یہ تو دریافت کر لوں کہ کیا اسی ایرانی قافلہ کا آدمی ہے یا نہیں جب اس کے

قریب پہنچا تو اس نے مجھ سے التجا کی کہ میں اُسے سواری پر سوار کروں۔ میں نے اُس سے کہا کہ محب علیؑ ہو۔ اس نے کہا ہاں محب علیؑ ہوں۔ میں نے کہا تو جھوٹ بول رہا ہے میرے اس کہنے پر اس نے بدگوئی شروع کر دی۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ اُسی ایرانی قافلہ کا آدمی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ لیا تاکہ اُسے قتل کروں اس وقت وہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سے متوسل ہوا اور فریاد کی کہ یا امیر المومنینؑ میری فریاد کو پہنچیں۔ اچانک ایک آدمی نے میرے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا کہ میں بے ہوش ہو گیا جب ہوش آیا تو میری صورت متغیر ہو چکی تھی۔ منہ ٹیڑھا ہو گیا تھا اور میرے بدن کا عضو عضو درد کر رہا تھا۔ میں اس طرح بیتاب ہوا کہ نہ تو وہ ایرانی آدمی نظر آیا اور نہ میرا گھوڑا وہاں موجود تھا۔ میں حیران ہو کر گریہ و بکا کر رہا تھا اتنے میں ایک آدمی پیادہ پیچھے سے آیا اس نے مجھے اٹھا کر بستی میں پہنچا دیا میں نے اس بیماری کا جس قدر علاج کیا مجھے کوئی فائدہ نہ ہوا آخر کار اُس دیہات کے آدمی جو امیر المومنین علیہ السلام کے محب تھے اور ان کے دشمنوں سے بیزاری رکھتے تھے۔ انھوں نے مشورہ دیا کہ جب تک نجف اشرف جا کر توبہ نہ کرو گے اس بلا سے تمہاری نجات ممکن نہیں چنانچہ میں نے نذر مانی کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا غلام ہو چکا ہوں اس کے بعد میں عازم نجف اشرف ہوا۔

جب میں نجف کے حدود میں پہنچا اور حضرت کے روضۂ اقدس پر نظر پڑی تو میرے اعضا کا درد کم ہو گیا۔ اس وقت میں نے فریاد کی کہ مولاؑ مجھے اس مصیبت سے آزاد فرمائیں جب میں اٹھا تو درد کا کچھ بھی اثر باقی نہ تھا میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو میرا گھوڑا وہاں موجود تھا اور خورجین اسی طرح اس کی پشت پر رکھی ہوئی تھی۔ میں نے آواز دی تو آدمی گھوڑے کو میرے پاس لے آئے۔ اور خورجین میں رقم والی تھیلی اسی طرح موجود تھی۔ اس رقم میں سے سو قروش تصدق کئے

مولاؑ کے روضہ کی زیارت کی وہاں سے کربلائے معلی پھر کاظمین میں پہنچ کر زیارت سے مشرف ہوا اور رقم کو ہر زیارت کے موقع پر تصدق کرتا رہا۔ بالآخر گھر واپس آگیا۔ لوگوں کو میری آمد کی اطلاع ملی وہ ملنے کے لیے آئے اور خطیب بھی آیا میں نے اسے اپنے ہاں ٹھہرایا جب رات ہوئی تو میں نے مکان کے دروازے بند کرا کر اپنے نوکروں سے کہا کہ اس کی خوب پٹائی کرو۔ جب پٹائی کے بعد بے ہوش ہوگیا تو میں نے اسے اپنے مکان سے اٹھوا کر گلی میں پھینکوا دیا۔ اس راہ سے گزرنے والوں نے اسے اٹھا کر اس کے گھر پہنچا دیا اور اس طرح دشمنیٔ اہلبیتؑ کی سزا اسے مل گئی۔ (ماخوذ از کشتی نجات مؤلفہ حجۃ الاسلام آقائے الحاج شیخ علی اکبر نہاوندی)

معجزہ نمبر ۳۸

ملعون ازلی مرہ بن قیس کا قتل

(۲) کتاب تذکرہ خاصان خدا از مصطفائی بیگم۔ ناشر الکتاب گنج بخش روڈ لاہور صفحہ نمبر ۹ یہ کتاب عہد شاہجہانی کے ایک مستند تذکرے کی تلخیص اور ترجمہ ہے اس کے اندر صفحہ ۹ پر تحریر ہے۔

آنحضرتؑ کی شہادت کے بعد ایک کافر جس کا نام مرہ بن قیس تھا آپ کی قبر شریف توڑ کر ہڈیاں نکالنا چاہتا تھا چنانچہ اس ناقص ارادہ سے وہ مرقد مقدس کے پاس گیا اور ہاتھ بڑھایا مگر مزار مبارک تک ہاتھ پہنچنے سے پہلے دو انگلیاں مرقد سے نکلیں اور ملعون کے پلید سر کو اس کے تن ناپاک سے جدا کر دیا اور اس وقت سے آج تک پھر ایسے برے کام کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ تھی۔ مرنے کے بعد آپکی کرامات۔ جناب امیرؑ کے مرقد مبارک کے سر کی طرف اب بھی دو سوراخ ہیں لوگوں نے ان سوراخوں کے

اطراف میں جواہرات جڑھ دیئے ہیں۔

معجزہ ۳۹

کاٹھ کی مٹھیا مونج کے بان

بندھ جا بچھو علیؑ کی آن

روزنامہ جنگ کراچی صفحہ نمبر ۴ مورخہ ۱۵ ر مئی ۱۹۷۲ء میں جناب سلطان خاں صاحب ساکن 19/E-11 پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی ۲۹ لکھتے ہیں کہ غالباً ۱۹۲۴ء یا ۱۹۲۵ء کا واقعہ ہے کہ میں اپنے مکان واقع رام پور (یو پی) کی مرمت کرا رہا تھا۔ محلے کے جولاہے مزدوری پر کام کر رہے تھے۔ مکان کے ایک کونے میں قدیم زمانے سے چھوٹی اینٹوں کا ایک ڈھیر پڑا تھا۔ ایک مزدور لڑکا اینٹیں اس مقام سے اٹھا رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ اینٹوں کے ڈھیر سے سینکڑوں بچھو نکل پڑے ہیں اور لڑکا بہت سے بچھو اپنے ہاتھ پر لئے کھیل رہا ہے۔ میں نے حیرت سے اس لڑکے سے دریافت کیا تمہیں بچھو کاٹتے نہیں اس نے جواب دیا کہ میں نے منتر پڑھ کے ان پر پھونک دیا ہے۔ پھر خود ہی مجھے دو منتر بتلائے جن میں سے ایک یہ تھا۔

کاٹھ کی مُٹھیا مونج کے بان
بندھ جا بچھو علیؑ کی آن۔

دوسرا منتر میرے ذہن سے قطعی نکل گیا ہے کوشش کے باوجود نہیں یاد آ رہا غرض میں نے اس لڑکے کی ہدایت پہ ایک منتر پڑھ کر بچھو کے ڈنک پر پھونکا اور اُسے آسانی کے ساتھ پکڑ لیا بچھو نے نہ ستایا نہ کاٹا بلکہ عجیب بات

یہ ہے کہ میں بچھو کے ڈنگ پر انگلی رکھ کر اُسے چھیڑتا اور اپنے آپ کو کٹوانے کی کوشش کرتا مگر وہ اپنا ڈنک دوسری طرف سکیڑ لیتا۔

نوٹ:۔ یہ برکت تھی علیؑ کے نام کی جو کسی نہ کسی عامل صوفی یا پیر کرامتی نے ان منتروں کے الفاظ میں ایسا اثر بھر دیا کہ ایک دفعہ ان الفاظ کو ادا کرنے سے جادو کا اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ کائنات کی ہر چیز پر حضرت علیہ السلام کا تصرف ہے۔

معجزہ ۸۰

ایک پیالہ پانی سے سارے لشکر کو سیراب کر دیا

امیر المومنینؑ جنگ نہروان سے فتح کے بعد واپس آرہے تھے راستہ میں دوراہہ پڑا۔ ایک راستہ نہر عیسیٰ کی طرف جاتا تھا دوسرا منزل مقصود کی طرف۔ جدھر جناب امیرؑ کو جانا تھا۔ اس راہ میں پانی نہ تھا۔ امیر المومنینؑ نے نہایت تیزی سے اس دشت بے آب کو طے کیا۔ چونکہ ہوا نہایت گرم تھی اہل لشکر پر پیاس نے غلبہ کیا اور کثرت حرارت سے ان کے منہ اور لب خشک ہو گئے۔ بعض منافقوں نے طعن و ملامت شروع کی۔ مومن ان کی باتوں سے نہایت آزردہ خاطر ہوئے۔ اور حضرتؑ کی خدمت میں ان کی سخت کلامی کا ذکر کیا اور بے آبی سے شعلۂ آتش کی طرح فریاد کی جناب امیر علیہ السلام نے ان لوگوں کی بات سننے کے بعد تمام اہل لشکر کو ایک جگہ جمع ہونے کے لئے کہا اور پھر ارشاد فرمایا کہ خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھو آپ نے اپنے خیمہ کے باہر ناہموار زمین کو قنبر سے کھودنے کو کہا۔ قنبر نے زمین کو کھودا اس کے نیچے ایک سخت پتھر نکلا جسکو حضرت نے بہ نفس نفیس اٹھایا اور دور پھینک دیا۔

اس کے نیچے ایک زینہ نظر آیا۔ آپ نے قنبرؓ سے ارشاد فرمایا کہ تم نیچے جاؤ اور ہر طرف دیکھ بھال کر کے ساری کیفیت بیان کرو۔

قنبرؓ حسب الارشاد اندر گئے۔ اور واپس آکر عرض کیا کہ جب میں ۲۵ زینہ نیچے اترا تو پتھر کا ایک دروازہ نظر آیا جس پر قفل لگا ہوا ہے۔ معلوم نہیں اسکی کنجی کہاں ہے۔ اور دروازہ کا کھولنا مشکل امر ہے۔

جناب امیرؑ نے اپنے عمامہ میں سے ایک کنجی نکال کر قنبرؓ کو دی اور فرمایا۔ دروازے کی طرف جاؤ اور پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔ جب دروازہ کھولا تو پانی کا ایک حوض نظر آیا۔ اور اس کے کنارے پر ساقیِ حوضِ کوثر کو موجود پایا قنبرؓ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے۔ کچھ منہ سے کہنا چاہتے تھے لیکن آواز منہ سے نہیں نکل رہی تھی۔ جناب امیرؑ نے ایک پیالہ پانی بھر کر قنبرؓ کو دیا اور کہا اسکو لے کر جاؤ قنبر یہ پانی لے کر پیاسوں کی حاجت روائی کے لئے حاضر ہوئے۔ اب کیا دیکھتے ہیں کہ امیر المومنین مظہر العجائب یہاں پھر موجود ہیں منہ سے قنبرؓ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ فوراً آراز فاش ہونے سے پہلے ہی مولائے کائناتؑ نے ارشاد فرمایا۔ اے قنبرؓ تم دشت ارژن کا قصہ نہیں سنا جو یہاں تعجب کرتا ہے پھر حضرتؑ نے اس پانی کے پیالے سے تمام اہلِ لشکر اور تمام حیوانات کو جو سواری کے لئے ساتھ تھے سیراب کیا۔ لیکن پیالہ اسی طرح پانی سے بھرا ہی رہا۔

معجزہ ۱۲۱

شب ہجرت حضرت علی علیہ السلام کی عدیم المثال جاں نثاری

علیؑ بستر رسولؐ پر اس طرح سوئے کہ کافروں کو رات
بھر رسول خداؐ کے سونے کا گمان ہوتا تھا

شبِ ہجرت اسلام کی وہ تاریخی رات ہے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی کا دیباچہ ہے۔ اس مبارک رات میں حضرت علی علیہ السلام نے جاں نثاری کی وہ مثال پیش کی جس کی نظیر رہتی دنیا تک کوئی فرد پیش نہیں کر سکتا۔

آنحضرتؐ اور اصحابِ کرام پر قریش نے ہر طرح کے مظالم ڈھائے تو آپؐ نے سب کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا چنانچہ چند مظلوموں کے علاوہ قریب قریب تمام لوگ ہجرت کر گئے۔ مشرکینِ مکہ نے دیکھا کہ مسلمان ہمارے پنجہ سے نکل گئے اور مدینہ میں اپنا مضبوط اڈا بنا رہے ہیں۔ اس بات سے انھوں نے خطرہ محسوس کیا۔ ان کے دل میں خیال پیدا ہونے لگا کہ مسلمان منظم ہو کر اپنے پر کئے گئے مظالم کا انتقام لیں گے۔ اس بات کو سامنے رکھتے ہوئے قریش کے تمام سرداروں نے میٹنگ کی کہ رسولؐ خدا کو مدینہ جانے سے قبل قتل کر دیا جائے۔ پروگرام بنا اور طے کیا گیا کہ آج رات کسی وقت رسولؐ کو قتل کر دیا جائے۔ اس کام کے لئے ہر قبیلہ کا ایک ایک شخص اکٹھا ہو جائے اور یہ پورا مجمع مسلح ہو کر پیغمبرؐ کے مکان کا محاصرہ کرے۔ اور صبح ہوتے ہی سب ایک ساتھ ان پر تلواریں برسا کر ختم کر دیں۔

وحیِ الٰہی نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے منصوبہ سے مطلع کیا اور ہجرت کا حکم دیا۔ آپؐ نے اس خیال سے مشرکین کو شبہ نہ ہو حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر لیٹنے کا حکم دیا۔

یہ بڑا نازک موقع تھا حضرت علیؑ کو کفار کے خطرناک منصوبہ سے مطلع فرما دیا جا چکا تھا۔ انھیں پوری اطلاع تھی کہ آج رات کاشانۂ نبوی قریش کے سورماؤں کے گھیرے میں ہے۔ مسلح محاصرہ ہے مکان کے چاروں طرف تلواریں کھنچی ہیں۔ منصوبہ ہے کہ صبح ہوتے ہی تمام محاصرین حضورؐ کے بسترِ اطہر پر ایک ساتھ تلواریں برسائیں گے ہاں۔ اسی بستر پر لیٹنے کا حکم ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اس وقت تیئیسؐ سال کے نوجوان ہیں۔ جینے کے دن ہیں

آج بستر نبوی پر لیٹنا اپنی جان کی قربانی ہے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام اپنے محبوب آقا پر قربان ہونے کے لئے خوشی خوشی تیار ہو گئے۔ یہ وہ کارنامہ ہے جس کی مثال سے مذہب کی تاریخ خالی ہے۔ اور عالم ملکوت اس جاں نثاری پر محوِ حیرت ہے۔ تفسیر کبیر محدث وقت۔ عارف باللہ صاحب کرامات ومقامات حضرت مولانا عبدالحق مہاجر مکہ، اکلیل (جلد ۲ صفحہ ۱۱۰) میں مفسر ثعلبی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

"حضرت علی علیہ السلام کی اس جاں نثاری کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ سے فرمایا۔ میں نے تم دونوں میں مواخات قائم کر دی۔ ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ ہے تم دونوں میں کوئی ہے؟ اپنی زندگی اپنے بھائی کو نذر کر دے۔ دونوں جلیل القدر فرشتوں نے اپنی اپنی زندگی عزیز سمجھی۔ اس پر اللہ نے فرمایا۔ میں نے علیؑ ابن ابی طالبؑ اور اپنے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے درمیان مواخات قائم کی ہے۔ دیکھو آج ان کے بستر پر علیؑ لیٹے ہیں اور میرے نبیؐ پر اپنی جان قربان کر رہے ہیں۔ تم دونوں علیؑ کی طرح اپنے بھائی کے جاں نثار نہیں ہوئے۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور ان کی حفاظت کرو۔ دشمن کچھ نہ کر سکیں۔ حکم پاتے ہی دونوں فرشتے اترے۔ رات بھر حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؑ کے سرہانے اور حضرت میکائیلؑ پائنتی اور حضرت جبرئیلؑ کی زبان مبارک پر مبارک باد تھی کہ اے ابن ابی طالبؑ آفرین! آفرین! اللہ تمہاری ذات پر فخر کرتا ہے (بحوالہ کتاب مناقب اہل بیت تالیف مولانا عزیز الحق کوثر ندوی صفحہ ۱۴۳) اس رات علی علیہ السلام اس طرح بستر پہ سوئے کہ تمام کفار کو ایسا لگا کہ بستر پر رسولؐ سو رہے ہیں۔ یہ تھا علیؑ کا زندہ معجزہ

معجزہ۔ ۴۲

کھوپڑی والی مسجد

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ عراق کی سرزمین پر کسی مقام کی طرف جا رہے تھے۔ راہ میں ایک کھوپڑی پڑی دیکھی۔ رک کر اس کھوپڑی سے مخاطب ہوئے اے جمجمہ (کھوپڑی) تو کون ہے اس نے جواب دیا۔ میں فلاں بن فلاں اور فلاں ملک کا بادشاہ تھا۔ امیرؑ نے فرمایا میں علی مرتضیٰ اور جناب محمد مصطفیٰؐ کا وصی ہوں مجھ سے بیان کر جو کچھ تو نے اپنی زندگی میں دیکھا جو کچھ عمل میں لایا۔ کھوپڑی نے بولنا شروع کیا۔ اور اول سے آخر تک اپنی عمر کے تمام برے حالات ایک ایک کر کے بیان کئے اور جس جگہ میں کھوپڑی نے حضرت امیر علیہ السلام سے کلام کیا تھا۔ لوگوں نے وہاں پر ایک مسجد تعمیر کی ہے اور اس کا نام مسجد جمجمہ (کھوپڑی والی مسجد) رکھا ہے۔ اور اس علاقے میں وہ مسجد اس قدر مشہور ہے کہ لوگ وہاں جا کر نماز پڑھتے ہیں اور قاضی الحاجات سے اپنی حاجتیں طلب کرتے ہیں۔ (کوکب دری)

معجزہ ۳۲

سانپ نے امیر علیہ السلام سے بات کی۔

کتاب احسن الکبار میں حارث سے منقول ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ منبر پر خطبہ فرما رہے تھے کہ ناگاہ آپ کی نظر ایک کونے پر جا پڑی۔ قنبرؓ سے فرمایا۔ وہاں جاؤ اور جو کچھ وہاں ہے میرے پاس اٹھا لاؤ۔ قنبرؓ کونے کے قریب گئے۔ دیکھا کہ ایک بہت بڑا اور ہیبت ناک سانپ ہے۔ اس کو اٹھایا سانپ قنبر کے ہاتھ پر سے کود کر منبر پر چڑھ گیا اور آنحضرتؐ کے کان پر اپنا منہ رکھ کر کچھ بات کی اور پھر واپس ہو کر غائب ہو گیا۔ امیر المومنینؑ نے کچھ دیر سوچ کر گریہ فرمایا۔ لوگ نہایت حیران ہوئے فرمایا۔ اے لوگو تم حیران نہ ہو

ہم کیوں کر حیران نہ ہوں کہ اس طرح کا عجیب و غریب واقعہ مشاہدہ کیا ہے۔ فرمایا اس سانپ نے نہایت اطاعت و فرمانبرداری کے ساتھ رسولؐ کی بیعت کی تھی چونکہ میں رسولؐ کا وصی ہوں۔ اس سبب سے میرا بھی مطیع و فرمانبردار ہے اور افسوس ہے کہ تم آدمیوں کا یہ حال ہے کہ بعض تو میری اطاعت کرتے ہو اور بعض نہیں۔ نہایت شرم کا مقام ہے کہ تم ایک سانپ کے برابر نہیں ہو سکتے۔

معجزہ ۴۲

اونٹ کے سر کے برابر اژدہے کا منہ تھا

کوکب دری میں روایت بحوالہ کتاب احسن الکبار تحریر ہے کہ ایک روز جمعہ میں امیر المومنینؑ منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ ناگاہ ایک بہت بڑا اژدہا جس کا سر اونٹ کے سر کی طرح تھا مسجد کے دروازے سے داخل ہوا اور چلتے چلتے منبر کے پایہ پر پہنچا اور اونچا ہو کر امیر المومنینؑ کے کان کے پاس اپنا منہ رکھ کر کچھ کہا۔ جناب نے علیہ السلام نے اس کی بات سنی اور پھر اس ہی کی زبان میں جواب دیا۔ پھر وہ اژدہا اسی ہی طرح واپس چلا گیا۔ بعض لوگوں نے تو اس کو کرامات اور معجزہ کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور بعض نے کہا یہ جادو ہے۔ امیر المومنینؑ نے ارشاد فرمایا اے لوگو اللہ تبارک تعالیٰ نے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن و انس پر مبعوث کیا ہے اور یہ اژدہا جو میرے پاس آیا تھا قوم جن کا قاضی تھا چونکہ جنات میں آپس میں کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا جس کی وجہ سے کافی ان لوگوں میں خونریزی ہوئی اور فیصلہ شرعی ان کو اس سلسلے میں معلوم نہ تھا اس کو معلوم کرنے

رسولؐ کے وصی بوتراب کے پاس تشریف لایا تھا۔ میں نے اس کی رہبری اور رہنمائی فرمادی۔ اللہ کا نامزد کردہ خلیفہ ایسا ہی ہوتا ہے۔

معجزہ ۴۵

نادِ علی کا زندہ معجزہ۔

پستول کا ٹائیگر دبا لیکن گولی نہیں چلی!

سیّد محمد یوسف رضوی چیئرمین پاکستان پیس اینڈ سوشل ویلفیئر کمیٹی (شمالی ڈھاکہ و مالک و اڈیٹر روزنامہ انگارہ و ہفت روزہ حقیقت (ڈھاکہ) حال مقیم اورنگی ٹاؤن کراچی ایسٹ پاکستان کی تباہی اور مغربی پاکستان سے جدائی کے وقت کے حالات کے سلسلہ میں بتاتے ہیں کہ ۲۴ مارچ ۱۹۷۴ء کو ڈھاکہ جیل سے تقریباً ۴ سال قید کے بعد رہائی ملی اور پھر جیل سے رہا ہوکر کیلو کیمپ ڈھاکہ پہنچائے گئے تو ان سے ملاقات کے لئے ان کے بیوی اور بچے جو سب کے سب بنگالی اور سنی العقیدہ تھے آئے۔ دوران گفتگو ان لوگوں نے بتایا کہ مکتی باہنی کے غنڈے نذرل ٹ نے ہم لوگوں کو بتایا تھا کہ اس نے ہنگامے کے دوران کئی بار یوسف رضوی کو ۱۴ دسمبر ۱۹۷۱ء کو پستول سے قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔ مگر جب بھی پستول کا ٹائیگر دباتا تو کوئی غیبی طاقت اس کو نہیں چلنے دیتی اس طرح میں کئی بار کوشش کے یوسف رضوی کو قتل کرنے سے قاصر رہا۔ نذرل اکثر گھر پہ آکر ہم لوگوں سے سوال کیا کرتا تھا۔ کہ ایسا کیوں ہوتا تھا۔ یوسف رضوی صاحب نے کہا کہ مجھ کو جب میری بیوی نے یہ واقعہ بتایا تو میں فوراً سجدہ میں گر گیا اور اس کے بعد اپنی بیوی

اور بچوں کو بتایا کہ میں ہمیشہ گھر سے نکلتے وقت پہلے تین بار محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود پڑھتا ہوں اس کے بعد سات مرتبہ نادِ علیؑ اور پھر تین مرتبہ محمدؐ و آلِ محمدؐ پر درود اس کو پڑھ کر اپنے اوپر دم کر لیتا ہوں۔ یہ میرا ہمیشہ کا ورد ہے کہ میرے مولا علیؑ نے مجھے بچایا۔ یہی نہیں بلکہ ڈھاکہ جیل میں بھی نادِ علیؑ کے معجزہ سے انھیں ہر قسم کی سہولت اور آسانی فراہم کی تھی۔ (بحوالہ کتاب علی علیؑ جلد دوم)

معجزہ ۴۶

نورا صبح پھانسی پر چڑھ جائے گا

موت سے چھوٹنے والے قیدی کی کہانی ایک قیدی کی زبانی۔ میں نے جس کے لئے قتل کیا تھا اس نے مجھ کو پھانسی سے بچایا

(بحوالہ رسالہ پیام عمل نومبر ۱۹۶۲ء صفحہ ۱۴ سے ۱۸ تک) مضمون نگار جناب حکیم محمد گیلانی صاحب نے ۱۹۴۵ء (انگریزوں کا دورِ حکومت) کا ایک واقعہ زیرِ عنوان "نورا کو صبح پھانسی لگ جائے گی" لکھا ہے جسکو ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

"نورا صبح پھانسی لگ جائے گا"

"اس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے"

"کیسا خوبصورت جوان ہے نورا"

"ٹھیک ہے مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا۔ وہ سزا دے کر رہتا ہے"

"سنا ہے وہ کسی اونچے خاندان کا نوجوان ہے"

"درست ہے لیکن حکومت کسی ذات پات کو نہیں دیکھتی۔ اُس کی نگاہیں

اعلیٰ اور ادنیٰ سب برابر ہیں"!

ان ہی چہ میگوئیوں کے ہجوم میں شام ہو گئی قیدی بارکوں میں بند کر دیے گئے۔ جیل پر سناٹا چھا گیا، کالی اور بھیانک رات، نورے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی۔ وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغام اجل لے کر تیزی سے آ رہے تھے قید خانے میں بسنے والوں پر نیند حرام ہو چکی تھی۔

رات کے پچھلے پہر اس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑی ہاتھوں میں ہتھکڑی، تن پر کالی پوشاک، یہ تھا نورا جس کی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گل ہونے کو تھا۔ وہ کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے قریب پہنچا اور زور سے تین نعرے لگائے۔ اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ۔ یا علیؑ!

نعروں کی گونج سے جیل کے در و دیوار کانپ اٹھے وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا، مگر بے خوف دبے ہر س مطمئن اور پرسکون اب بھی اسے یقین تھا۔ کوئی خاص یقین! جلاد نے رسی کی گرہ اس کے نرخرے سے جما دی سیاہ ٹوپی نے اس کے سر اور چہرے کو چھپا لیا، مگر نورا معجزانہ طور پر موت سے بچ گیا۔ اس کو پھانسی سے اتار لیا گیا۔!

ہے تلخیص اس تحیر خیز داستان کی جو موت کے چنگل سے رہائی پانے والے ایک قیدی کے متعلق عمر قید کی سزا کاٹنے والے ایک قیدی نے بیان کی اور جس نے سننے والوں کو انگلیاں چبانے پر مجبور کر دیا۔

اب سنیے اس کی تفصیل!

آپ کا یہ گناہ گار "قلمکار" ۱۰ اگست ۱۹۵۰ء کو صوبائی حکومت کے حکم سے بعض سیاسی وجوہ کی بنا پر نظر بند کیا گیا۔ ایک مہینہ شاہی قلعہ لاہور میں گزار کر جب میں سنٹرل جیل لاہور میں منتقل ہوا تو اس کثرت سے بارش شروع ہوئی کہ

پانچ روز تک آسمان پانی برساتا رہا اور مخلوقِ خدا پر آفت لاتا رہا۔ ریلوے لائنیں ٹوٹ گئیں۔ خلقت سیلابوں میں گھر گئی۔ دریا تو رہے دریا، ندی نالوں کا جوش بھی دیوانوں کے جوش و خروش سے کم نہ تھا۔

جیل کی عمارتیں بھی بارش سے بہت متاثر ہوئیں اور مشقت کرنے والے قیدیوں کی ٹولیاں ان کی مرمت پر لگ گئیں۔ قیدی کام بھی کرتے تھے اور نئے پرانے قصے کہانیاں بھی چھیڑتے تھے۔ بھانت بھانت کے قیدی تھے اور بھانت بھانت کی باتیں۔ جن میں کچھ نامعقول ہوتی تھیں اور اکثر معقول بھی!۔ ایک روز قیدیوں کی ایک ٹولی ہمارے وارڈ میں کام کرنے آئی۔ ان میں حامد نواز عمر قید کا ایک اسیر تھا جو آدھی سزا کاٹ چکا تھا اور راولپنڈی جیل سے تبدیل ہو کر آیا تھا۔ آدمی معقول سا دکھائی دیتا تھا۔ وہ کچھ لکھا پڑھا بھی تھا۔ باتیں چکنی چپڑی کرتا تھا مگر شدنی ہو کر رہتی ہے بیوی کو قتل کرنے کے جرم میں وہ اپنے کئے کی سزا پا رہا تھا۔

قیدیوں نے کام ہی کام میں بارش کا ذکر چھیڑ دیا۔ کسی نے کہا "سنا ہے سیلاب نے بڑی تباہی مچائی ہے۔ یہ سیلاب نہیں اللہ کا عذاب ہے۔ جو نافرمان اور گنہگار بندوں پہ نازل ہوا ہے لیکن دنیا والے کب عبرت پکڑتے اور توبہ کرتے ہیں؟ کوئی کہنے لگا" توبہ کون کرتا ہے۔ اور نصیحت کون لیتا ہے؟ ہاں! یہ ضرور ہوتا ہے کہ جب ڈوبنے لگتے ہیں تو مولا کا نام پکارنے لگتے ہیں۔ حیدری نعرے لگاتے ہیں ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ کشتی ڈولنے یا بیڑا غرق ہونے لگا تو ہر عقیدے اور ہر مذہب والے ہندو اور مسلمان نے مشکل کشا کو یاد کیا اور یا علیؑ کے شور نے آسمان کو ہلا دیا۔

لیک اور بول اٹھا جی ہاں! جس کو پکارتے اور یاد کرتے ہیں وہ مدد کرتے بھی آنکھ سے نا! فریاد کرنے والوں کا ہاتھ بھی تو پکڑتا ہے۔ ڈولتی ہوئی کشتی صاف تیرنے

لگتی ہے۔ خدا کے شیر علی مرتضیٰ ہیں۔

حامد نواز تو سب باتیں چپکے سے سنتا رہا۔ آخر وہ ذرا ستانے کے لئے بیٹھ گیا اور سگریٹ کا لمبا کش لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "دوستو! مولا علی مشکلکشا تو وہ عظیم ترین اور بے عدیل و بے مثال ہستی ہے جس کا کوئی ہمسر ہو نہیں سکتا وہ نہ صرف ڈوبتوں کو بچاتا اور بے سہاروں کا بازو تھامتا ہے بلکہ وہ تو موت کو پچھاڑنے اور اجل کو تاڑنے والا ہے۔ وہ تو پھانسی پر چڑھے ہوؤں کو اتار لیتا ہے اور ان کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دیتا۔ میرے دوستو! میں نے مولا علیؑ کا ایک ایسا معجزہ اور زندہ معجزہ دیکھا ہے کہ تم اس واقعہ کو سنو تو حیرت میں مبتلا ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں"۔

"کیا ہے وہ واقعہ۔ حامد نواز" چند قیدیوں نے پوچھا اور سب کی ٹکٹکی اس نو وارد قیدی کی طرف لگ گئی۔!

"واقعہ؟" حامد نواز نے ایک ہلکی سی آہ بھر کر کہا۔

"اس میں بے پناہ عقیدت بھی ہے۔ بے پناہ محبت بھی۔ اس میں روحانیت کی روشنی بھی ہے۔ خون کی سرخی بھی۔ اس میں جلوہ ایمانی بھی ہے۔ جذبہ قربانی بھی"!

● اب حامد نواز نے واقعہ سنانا شروع کیا۔!

راولپنڈی میں نور خاں عرف نورا۔ اٹھارہ سال کا ایک خوبصورت نوجوان محنت مزدوری کر کے اپنا اور اپنے ماں باپ کا پیٹ پالا کرتا تھا وہ دن بھر کام میں لگا رہتا شام کو روپیہ ڈیڑھ روپیہ کما لاتا اور اپنے والدین کے قدموں پر رکھ دیتا۔ ایک دن اس نے سنا کہ شہر کا ایک برہمن ہریچند جو کسی مندر میں ملازم ہے بزرگان اسلام کو بہت گالیاں بکتا ہے وہ رسولؐ اور اہل بیت رسولؐ کا تو خاص طور پر دشمن ہے اور ان کے خلاف سخت بد زبانی کرتا ہے اس نے اپنے دوستوں

اور تعلقداروں سے اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ جیسے بھی بن پڑے اس دشمن اسلام منہ پھٹ برہمن کو ٹھکانے لگانا چاہیئے ورنہ اس کی شوخیوں اور گستاخیوں سے متاثر ہو کر دوسرے غیر مسلم بھی بدزبان ہو جائیں گے۔ اور ان میں بھی رسولؐ اور آل رسولؐ کو گالیاں دینے کی جرأت پیدا ہو جائے گی لیکن انہوں نے جواب دیا۔ ارے نورے خدا جانے تو کس خیال میں ہے۔ سارے شہر میں تو ہی ایک مسلمان نہیں۔ یہاں ہزاروں اہل اسلام بستے ہیں۔ برہمن سے بزرگان دین کے خلاف گالیاں سنتے ہیں اور چپکے سے نکل جاتے ہیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوا کہ برہمن کو دو چار جلی کٹی سنا دیں اور تیوری چڑھا کر بڑبڑاتے ہوئے چلے گئے جب یہ حالات ہیں کہ کسی مسلمان کو غیرت نہیں آتی ہے تو تو اکیلا کیا کرے گا؟

جی ہاں! خدا نے سب بندے ایک جیسے پیدا نہیں کئے ان میں کچھ غیرتمند بھی ہیں جو دینی حمیت کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں اور اپنا ایمانی جوش دکھا سکتے ہیں۔ ان الفاظ کے ساتھ نورے کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی اس نے لال لال دیدے نکال کر ایک نگاہ اپنے دل پر۔ دوسری آسمان پر اور تیسری کعبہ کی طرف ڈالی چند لمحے اس کی زبان اور اس کے ہونٹ حرکت کرتے رہے۔ خدا معلوم وہ کیا کہتا رہا۔ پھر نہایت سریلی آواز اور جوشیلے انداز میں اس نے زور سے ایک پنجابی شعر پڑھا ؎

بے غیرت نوں بوند نہ ہلدی رحمت دے دریاواں
غیرت والا دین دنی وچ پاوے اجر خداواں

اگلے روز نورا گھر سے کام کو نکلا مگر اس دن وہ انسان کی مزدوری کرنے کے بجائے رحمٰن اور اس کے محبوب والا شان کی مزدوری کرتا رہا۔ اسے محمدؐ و آل محمدؐ کو گالیاں بکنے والے دشمن دین، پنڈت سرچند کی شناخت تھی۔ وہ اس کی تلاش

میں چکر لگا رہا تھا۔ ریلوے اسٹیشن۔ لال کرتی۔ صدر۔ مری روڈ چھاچھی محلہ بازار پرانا قلعہ سے گزرتا ہوا جب وہ راجہ بازار کی ایک گلی میں پہنچا تو وہاں اُس دیدہ دہن برہمن سے اُس کا ٹکراؤ ہو گیا۔ اس نے نابکار کو روک لیا اور اس کا بازو پکڑ کر کہا۔

"تو ہی ہے ناہریا؟ ہمارے دین کے بزرگوں کو گالیاں بکنے والا۔"

ہاں! میرا ہی نام ہے پنڈت ہری چند۔ اور میں ہی گالیاں دیا کرتا ہوں تیرے محمدؐ اور اس کی آل کو۔ تیرا جتنا بس چلتا ہے۔ چلالے۔ جتنا زور لگتا ہے۔ لگالے او مسلے' یاد رکھ! تو تو ایک ذرا سی پدی ہے۔ تو کیا اور تیرا شوربا کیا۔ اگر سارے مسلمان دنیا کے جمع ہو کر بھی چڑھ دوڑیں تو بھی میری بد زبانی بند نہیں ہو سکتی میں جب تک جیتا ہوں تیرے رسولؐ اور تیرے رسولؐ کی اولاد کو بے نطق سناتا ہی رہوں گا۔"

"او بے حیا برہمن! یہ تو بتا، محمدؐ اور آلِ محمدؐ نے کیا نقصان پہنچایا ہے۔ تجھے؟" نور اگرج کر بولا۔!

انھوں نے ہمارے خداؤں۔ ہمارے معبودوں۔ ہمارے دیوتاؤں کی توہین کی ہے۔ ایسی توہین' جو مجھے ہی نہیں ساری ہندو جاتی کے دلوں کو زخمی گیا ہے کیا تو نہیں جانتا مسلے۔ جب تیرے رسولؐ کے داماد اور بھائی علیؑ نے کعبہ سے بت نکالے تھے اور کعبہ سے بت اکھاڑ کر پھینکے تھے تو اس نے ان پوتر مورتیوں کو توڑ پھوڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ تو ہی بتا! کیا علیؑ نے ہمارے معبودوں کی توہین نہیں کی تھی؟ یہ کہہ کر برہمن ملعون نے امیر المومنینؑ کو چار پانچ گالیاں سنا دیں، ننگی اور فحش گالیاں۔!

اُسی دم سورج کی شعاعوں میں بجلی کو شرمانے والی کوئی تیز سی چیز چمکی' فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی اور "خاک پر ڈھیر تھا اک دشمنِ دینِ احمدؐ۔"

نورا، خون میں ڈوبی ہوئی ناپاک لاش پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔ آنکھوں میں دین کی غیرت کا لہو چمک رہا ہے، چہرے پر جوشِ ایمانی کی سرخی۔ لبوں پر معنی خیز تبسم۔ ! اوہ ! — نورے کی ایک جان کیا؟ ایسی ایسی لاکھوں اور کروڑوں جانیں خدا کے دین پر، خدا کے رسولؐ کی آلؑ پر قربان ہو جائیں تو بھی پرواہ نہیں۔ اسلام کی عزت کو، محمدؐ کی اور اہلبیتؑ کی عزت کو بچانا اور ان کی محبت میں کٹ مرنا ہر ایک مسلمان کا دینی اور ایمانی فرض ہے۔ نورا ہنستا اور مسکراتا ہوا سولی چڑھے گا، وہ اللہ۔ اور محمدؐ۔ اور علیؑ کے نعرے مارتا ہوا پھانسی کے تختے پر قدم رکھے گا۔ مگر ایک بات بتا دوں! نورے نے جس مشکل کشا کی عزت کی حفاظت کے لئے اس بدباطن دشمن کو قتل کیا ہے یقین ہے وہ اس کی امداد کو ضرور پہنچے گا۔ وہ دستگیری فرمائے گا۔ اس کی بلند ترین ہستی یہ گوارا نہیں کرے گی کہ نورا، اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سولی چڑھے اور موت کی سزا پائے"!

یہ تھا نورے کا وہ آخری بیان جو اس نے سیشن کورٹ میں سزائے موت کا حکم سن کر دیا۔ کمرۂ عدالت تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا ہندو بھی اور مسلمان بھی نورے کے "مقدمہ قتل" کا فیصلہ سننے کے لئے جمع تھے۔ عدالت نے اور لوگوں کے ہجوم نے نورے کے دلیرانہ بیان کو سخت حیرت و استعجاب سے سنا۔ عجیب و غریب بیان! اہل اسلام کے لئے ایمان افروز اور روح نواز۔ کفار و مشرکین کے لئے تحیر خیز اور تعجب انگیز۔ خصوصاً اس کا آخری ٹکڑا اس قدر حیران کن تھا کہ سارا انبوہ کے دیدہ پھٹ گئے

"مگر ایک بات بتا دوں! نورے نے جس مشکل کشا کی عزت اور حفاظت کے لئے اس بدباطن دشمن کو قتل کیا ہے یقین ہے کہ وہ اس کی امداد کو ضرور پہنچے گا۔ وہ دستگیری فرمائے گا اس کی بلند ترین ہستی یہ گوارہ نہیں

کریگی کہ نورا اس کی حرمت کو بچانے والا نورا سولی چڑھے اور موت کی سزا پائے۔

یہ الفاظ نہیں تھے۔ حق الیقین اور عین الیقین کا بحرِ بیکراں ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ اللہ اللہ! کیا دین پرور منظر تھا وہ۔ ایمان و ایقان کی قوتوں کو مضبوط کرنے والا منظر کہ "علیؑ کے تحفظ ناموس کے لئے علیؑ کے دشمن کی جان لینے والا اپنی جان کی پرواہ نہیں کرتا اور جب اسے جان لگانے کی سزا ملتی ہے تو سخت بے اعتنائی سے اسکو سنتا ہے اس کامل تیقن کے ساتھ کہ مولائے کلؑ اس کو موت کا لقمہ نہ بننے دینگے سبحان اللہ۔

ہو یقین کامل، تو ناممکن نہیں ہے آج بھی
آتشِ نمرود سے پیدا ہو گلزارِ خلیلؑ

اب نورا اپنے بوڑھے اور کمزور باپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ "ابا جان! مجھے آپ کے بڑھاپے کا بہت احساس ہے مگر ایک دن سب کو مرنا ہے موت یقینی ہے پھر بچنے کی کوشش لاحاصل ہے۔ اپیل ہرگز نہ کی جائے۔ دنیا کیا کہیگی کہ اسلام کے دشمن کا خون کر کے اب بچاؤ کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے"!

نورے کو جیل بھیجدیا گیا۔ عوام کی ٹکٹکی بندھی رہ گئی"!

حامد نواز قیدی نے ہلکی پھلکی آہوں اور ننھے منے آنسوؤں کے ساتھ اس داستان کو جاری رکھتے ہوئے کہا:-

نور کو پھانسی لگ گیا! لیکن جیل میں اسکے متعلق بہت سی باتیں مشہور ہو گئیں ایک روز پہرہ دینے والے سنتری نے دیکھا کہ آدھی رات کا وقت ہے، نورا قبلہ رو ہو کر کچھ پڑھ رہا ہے۔ اس کے کمرے میں بجلی کی روشنی کے علاوہ اور ایک عجیب و غریب چمک رونما ہے جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی سنتری نے اسے آواز دی "نورا جاگتا ہے؟ یہ کس چیز کی چمک ہے تیرے کمرے میں؟" "میں کیا جانوں؟ جاننے والے ہی جانیں"! یہ کہہ کر نورا پھر اپنی دھن میں لگ گیا اس سے دوسرے

ہی دن جیل میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں۔

"نورا صبح پھانسی لگ جائے گا۔"

"ہاں! اس نے قتل جو کیا ہے۔ قتل کی سزا پھانسی ہے"

"کیسا خوبصورت جوان ہے نورا"!

"ٹھیک ہے، مگر قانون کسی کی خوبصورتی اور جوانی کو نہیں دیکھتا۔ وہ سزا دے کر رہتا ہے۔"

"سنا ہے وہ کسی اونچے خاندان کا نوجوان ہے"۔

"یہ درست ہے! لیکن حکومت کسی کی ذات پات نہیں دیکھتی اس کی نگاہ میں اعلیٰ اور ادنیٰ سب برابر ہیں۔

"اس نے ظلم بھی تو کیا ہے۔ ناحق خون کر دیا کسی کا!

"مگر اس کے نزدیک ظلم نہیں ہے وہ بھاری ثواب ملنے کی امید میں ہے۔ اور مزا، یہ ہے کہ وہ مایوس بھی نہیں!"

"کیا اس کے بچنے کی امید ہے؟۔ یہ ناممکن ہے۔"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ بہر حال صبح اُسے پھانسی لگتا ہے۔

ایسی ہی چہ میگوئیوں کے ہجوم میں شام ہو گئی تمام قیدی بارکوں میں بند کر دیے گئے وارڈوں میں کڑے پہرے لگ گئے۔ جیل پر سناٹا چھا گیا۔ کالی اور بھیانک رات، نورے کو موت کے لئے تیار کر رہی تھی۔ وقت کے خوفناک اور لرزہ خیز لمحے پیغام اجل لے کر تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ قید خانے میں بسنے والوں کے کان قتل گاہ کی طرف لگے ہوئے تھے اور تمام قیدیوں پر نیند حرام ہو چکی تھی"۔

جیل کے ملازم ساری رات نورے کے پاس جا کر قانون کا منشا پورا کرتے رہے اُسے نہلایا گیا۔ پانی پلایا گیا۔ عبادت کے لئے کہا گیا۔ ساری رات اسے سونے نہیں دیا

گیا۔ اور۔ نورا تھا۔ کہ مسکرائے ہی جارہا تھا اور ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔ ایسا معلوم دیتا تھا جیسے اُس کو اپنی موت کا یقین نہیں۔ جیسے اُس کو کوئی بچانے والا آنے والا ہے۔

رات کے پچھلے پہر اس کو کال کوٹھری سے نکالا گیا۔ پاؤں میں بیڑیاں۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی۔ تن پر کالی پوشاک۔ یہ تھا نورا جسکی زندگی کا چراغ گھڑی بھر میں گل ہونے کو تھا۔ اللہ اکبر۔ یارسول اللہ یا علی کے نعروں کی گونج سے در و دیوار کانپ اٹھے۔ وہ اسی طرح کچھ پڑھتا اور مسکراتا ہوا پھانسی کے تختے پر چڑھ گیا۔ مگر بے خوف و بے ہراس مطمئن اور پُرسکون! اب بھی اُسے یقین تھا کوئی خاص یقین۔ جلاد نے ریشمی رسّے کی گرہ اس کے نرخرے سے پیوست کردی۔ سیاہ ٹوپی نے اُس کے سر اور چہرے کو چھپا لیا۔ اب جلاد صرف افسر کے اشارے کا منتظر تھا کہ وہ انگلی ہلائے اور پھانسی کا ہینڈل کھینچ لیا جائے کہ ایک غیر معمولی سا شور سنائی دیا دو سرکاری ملازم زور سے چلاتے نظر آرہے تھے "ٹھہر جانا۔ ٹھہر جانا"۔ انھوں نے آتے ہی ایک کاغذ افسر ڈل کے ہاتھ میں دے دیا جس میں لکھا تھا۔

"نور خاں عرف نورا کی عمر چونکہ انیس سال سے بھی کم ثابت ہوئی ہے اس لئے اسکی سزائے موت کو بیس سال کی قید میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ فوراً تعمیل کی جائے"۔ (چیف جسٹس ہائی کورٹ لاہور)

نورے کو اسی وقت پھانسی سے اتار لیا گیا اور یہ خبر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ نہ صرف ساری جیل بلکہ سارے شہر میں پھیل گئی کہ نورا موت سے بچ گیا اس نے جس ہستی کی عزت کو بچانے کے لئے برہمن کو قتل کیا تھا۔ اُسی بلند و بالا ہستی نے اسکو ہلاک ہونے سے بچا لیا!"

حامد نواز نے اپنی نمناک آنکھوں کو پونچھتے ہوئے کہا۔

"اب یہ بھی سُن لو کہ نورے کو قید کاٹتے ابھی چند مہینے ہی ہوئے تھے کہ اُس کو جیل سے رہا کر دیا گیا۔ مگر اس کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔

خیال ہے یہ بھی مولا علیؑ ہی کا اعجاز تھا۔

"کیا تم شیعہ ہو، حامد نواز؟ ایک قیدی نے پوچھا

"جی نہیں میں سنّی اور حنفی ہوں" حامد نے جواب دیا

"کیا نورا شیعہ مذہب رکھتا تھا؟ ایک قیدی نے دریافت کیا

نہیں وہ بھی سنّی تھا مگر علیؑ کی اور اہلبیتؑ کی محبت کوئی شیعوں سے مخصوص نہیں ہر مسلمان رکھیگا اور سچا مسلمان جب ہی کہلا سکتا ہے کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ سے محبت رکھے۔

حامد نواز کے اس جواب پر قیدیوں کی ٹولی نے زور سے نعرۂ حیدری لگایا[1]۔

موت۔ بڑا خوفناک اور رعشہ خیز نام ہے۔ موت! مگر جب کسی شخص کو اللہ کی راہ میں۔ اللہ کے محبوبوں اور اللہ کے دین کی حفاظت کے لئے موت قبول کرنا پڑے تو وہ خائف ہونے اور لرزنے کے بجائے خوش ہوتا اور خندہ پیشانی سے اسکو قبول کرتا ہے۔!

---

[1] حامد نواز قیدی کے مطابق مذکورہ بالا واقعہ ۱۹۴۵ء کا ہے جبکہ برِّ صغیر پر انگریزوں کی حکومت مسلط تھی۔

معجزہ ۷۶

کبھی علیؑ کی ہمسری مت کرنا برباد ہو جاؤ گے

کتاب شواہد النبوۃ میں مذکور ہے کہ ایک دن امیر المومنینؑ منبر رسولؐ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے دوران خطبہ ارشاد فرمایا کہ میں ہوں عبداللہ اور برادرِ رسولِ خدا۔ اور وارث مصطفےٰ اور سیدۃ النساء سے نکاح کرنے والا اور سردارِ اوصیا۔ جو کوئی میرے سوا یہ دعویٰ کرے خدائے تعالیٰ اس کو عذاب میں گرفتار کرے گا۔ ایک شخص نے اٹھ کر کہا ایسا کون ہے جس کو یہ بات بھلی نہ لگے کہ وہ کہے کہ میں ہوں عبداللہ اور میں ہوں برادرِ رسول اللہ۔ یہ کلمہ کہتے ہی ایک قسم کا جنون اس کے دماغ میں واقع ہوگیا۔ اور ایسا بے حال ہوا کہ اسکو ٹانگوں سے گھسیٹ کر مسجد سے باہر ڈالا گیا۔ جب اس کی قوم سے دریافت کیا گیا کہ کبھی پہلے بھی اسکو یہ عارضہ تھا۔ انھوں نے جواب دیا نہیں دیکھا علیؑ کی بات کے مقابلہ میں اپنی بات کرنے کا نتیجہ۔

معجزہ ۷۷

نادِ علیؑ کے ورد سے میری جان بچ گئی

بحوالہ کتاب تذکرہ رسول پور بر شط مؤلفہ پروفیسر ڈاکٹر سید نظیر حسنین زیدی ناشر مکتبہ سعود۔ مسجد نور ایمان ناظم آباد نمبر ۲ کراچی۔

۱۹۴۷ء کے قیامت خیز ہنگامہ تقسیم ہند نے ہزار دں مسلمان بستیوں کو مغربی پنجاب میں برباد کر کے رکھ دیا۔ لاکھوں انسانوں کو دربدر کیا اور ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں افراد بربریت کی بھینٹ چڑھ گئے۔ ان خاک و خون میں

مرد و عورتوں کا اور بچوں کا قصور سوائے اس کے کچھ نہ تھا کہ وہ اسلام کے نام لیوا تھے مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے اور اسی دین کو دنیا میں نہیں بلکہ آخرت کی نجات کے لئے سرمایۂ دوام سمجھتے تھے۔ کس طرح عورتوں پر سفاکانہ ظلم ہوئے اور بچے نیزوں کی انی کا شکار ہوئے اس کی تفصیل ہمارے اس بیان کا موضوع نہیں ہے لیکن یہ ضرور ہے کہ ان ہزاروں بستیوں میں سے ایک سادات کی بستی رسول پور بر شط المعروف بہ ست نواح پانی پت ضلع کرنال مشرقی پنجاب ہندوستان میں واقعہ تھی۔ اس پورے قصبہ میں سادات کافی تعداد میں آباد تھے بلکہ پورا کا پورا قصبہ سادات کا تھا۔

تقسیم ہند کے وقت لوگوں نے پاکستان کی طرف ہجرت کی تو اس وقت مؤلف کتاب ڈاکٹر نظیر حسنین صاحب زیدی نے بھی وطن چھوڑ کر پاکستان کی راہ لی۔ راستہ میں ان پر کیا گزری اور کس طرح ہندو اور سکھوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچ گئے۔ وہ خود ان کی زبانی کتاب ہذا کے صفحہ نمبر ۴۰ سے سنیئے

اب ہماری سنیئے کہ پولیس والے اور فوج والے ہندو دیہاتیوں کو اشارہ کر کے خود آگے بڑھ گئے اور چند ہی لمحوں کے بعد دیہات والوں نے اپنے تیز ہتھیاروں کے ساتھ ہمیں گھیر لیا۔ اک طرف کنارے پر میں کھڑا تھا اور دوسری طرف فرید پور سادات کے ایک سید صاحب جو بمبئی سے اپنے وطن آگئے تھے ان کے جسم پر کالی عبا تھی۔ لوگوں نے ان کی سفید پوشی اور کالی عبا کو دیکھ کر انہیں لیڈر سمجھا اور اب چند ہی لمحوں کی دیر تھی۔ سورج اچھی طرح نکل آیا تھا۔ ان کے ہتھیار چمک رہے تھے۔ اور چاروں طرف سے یہ دیہاتی ہندو ہم لوگوں کو گھیرے ہوئے تھے۔ ایسے عالم میں ایک بات مجھے یاد آئی کہ اگر سخت مشکل کے وقت ۲۱ مرتبہ نادِ علیؑ پڑھی جائے تو بلا سر سے ٹل

جاتی ہے۔ خدا کا نام زبان پر تھا۔ اس گھبراہٹ میں غالباً ۱۲، ۱۴ مرتبہ نادِ علی پڑھی ہوگی کہ قبل اس کے کہ حملہ آور میرے سر پر گنڈاسا مارتا دوسرے سکھ نے کہا۔ اسے نہیں جو دوسرے کنارے پر کھڑا ہے۔ حملہ آور نے گردن موڑی اور میں نے محسوس کیا کہ مجھے کسی نے زور سے دھکا دیا۔ اور میں غیبی طاقت کے دھکیلنے پر بھاگ کھڑا ہوا میرا حملہ آور میرے پیچھے دوڑا اور اس وقت مجھے خیال آیا کہ جو پوٹلی زیورات کی ہے یہی مصیبت کا باعث ہے۔ مال جان کا صدقہ ہوتا ہے میں نے وہ پوٹلی پیچھے پھینک دی وہ جھک کر اٹھانے لگا اور میں آگے دوڑ کر ایک جھاڑی میں بیٹھ گیا۔ جو کوٹ پہنے تھا اسکو وہاں فوراً اتار دیا پھر دوسری جھاڑی میں جاکر بیٹھ گیا۔ اس طرح کئی گھنٹے اس جھاڑی میں بیٹھا رہا۔ حملہ آور ہمکو ڈھونڈ کر واپس چلے گئے۔ اور ہماری جان بچ گئی۔ یہ تھی نادِ علیؑ کی برکت مشکل کشا مظہر العجائب نے ظالم ہندوؤں کے چنگل سے مصیبت میں یاد کرنے والے کی کس طرح جان بچائی۔

معجزہ نمبر ۴۹

علیؑ کی دعا سے زلزلہ رک گیا

کتاب احسن الکبار بحوالہ کوکب دری ایک روایت حسین بن عبدالرحیم تمار سے منقول ہے کہ ایک دن حسین بن عبدالرحیم تمار فقیہہ کی مجلس سے اٹھ کر سلیمان شادگانی کے پاس گئے۔ سلیمان نے پوچھا کہاں سے آرہے ہو حسین نے کہا فلاں فقیہہ کی مجلس سے آتا ہوں۔ دریافت کیا وہاں کیا ذکر ہو رہا تھا حسین نے جواب دیا کہ امیرالمومنینؑ کی ایک فضیلت اور کرامات کو بیان کرتا ہوں جو میں نے ایک قریشی سے سنی ہے۔ وہ کہتا تھا کہ عمر بن الخطابؓ کے زمانہ میں قبرستان بقیع حرکت میں آیا۔ اہل مدینہ نے فریاد کی۔ عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو لئے باہر آئے

تاکہ دعا کریں کہ خدا قبروں کو زلزلے سے سکون عطا فرمائے لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا اور زلزلے کا اثر بڑھتے بڑھتے شہر کی دیواروں کے قریب آگیا۔ اہل مدینہ نے نہایت اضطراب اور اضطرار کی حالت میں مجبوراً یہ ارادہ کیا کہ اپنے وطن کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں۔ یہ سنکر عمرؓ اصحاب کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر جناب امیر المومنینؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کی اے ابوالحسن زلزلہ پیدا ہو گیا ہے جس سے شہر ویران ہو رہا ہے۔ خدارا اس مصیبت سے نجات دلائیے اور اہل شہر کی مشکل آسان کیجئے۔ امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا کہ اصحاب رسولؐ سے سو آدمی لے کر میرے پاس آؤ۔ حضرت عمرؓ اصحاب رسولؐ لے کر آئے۔ جناب امیرؑ نے ان میں سے دس آدمی مثل سلمان۔ ابوذر غفاری۔ یاسر۔ مقداد وغیرہ کو انتخاب کر کے اپنے ساتھ لیا اور اہل مدینہ نے بھی آپ کی رفاقت کی۔ جب آپ بقیع میں پہنچے تو زمین پر پاؤں مار کر تین بار فرمایا مالکِ۔ مالکِ۔ مالکِ تجھے کیا ہو گیا۔ تجھے کیا ہو گیا تجھے کیا ہو گیا۔ زلزلہ فوراً ساکت ہو گیا۔ اور لوگوں نے سکون کا سانس لیا۔ امیر علیہ السلام کو بیک زبان ہو کر دعا دینے لگے۔ تب امیر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ اسکی بشارت مجھ کو میرے بھائی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی اسے کہتے ہیں صاحب کرامات۔ کہ مصیبت کے وقت خلیفۂ وقت بھی مدد طلب کرتا ہے۔

معجزہ نمبر ۵

سُبحَانَ اللہِ العَظِیمُ

کوکب دری میں مولائے کائنات امیر المومنین علیہ السلام کی ایک کرامات منقبت ۴۸ کے تحت درج ہے کہ جنگ صفین میں امیر المومنینؑ کے لشکر ظفر اثر کو

قیام کئے بہت مدت ہوگئی۔ اور اہلِ لشکر نے بھوک کی زیادتی اور اپنی خوراک اور جانوروں کے چارے کی کمی کی شکایت کی کہ یا امیرالمومنینؑ ہمارے پاس ایک روز کا کھانا اور جانوروں کے لئے ایک رات کا چارا باقی نہیں رہا اس لئے ہم کمالِ مضطرب اور بیقرار ہو رہے ہیں۔ دوسرے روز صبح کے بعد امیر علیہ السلام ایک بلند ٹیلے پر تشریف لے گئے اور خداوند کریم کی بارگاہ میں اس قوم بامطلوب کے مویشیوں کے چارہ اور خوراک اور دیگر ضروریات کی توسیع و توفیر کے واسطے دعا کرکے واپس تشریف لائے۔ ابھی وہ اپنی قیام گاہ تک نہ پہنچے تھے کہ قافلہ غیب سے وہاں آپہنچا۔ گوشت۔ آٹا خرما۔ سلے ہوئے کپڑے وغیرہ ضروریات انسانی اور چارپایوں کے لئے چارہ اور جھول وغیرہ جملہ ضروریات مہیا ہوگئیں۔ جب اصحاب کھانے پہننے وغیرہ کے متعلق تمام اسباب سفر خرید کر چکے تو اہل قافلہ صفین سے جنگل کی طرف روانہ ہوگئے۔ بعد ازاں کسی کو معلوم نہ ہوا کہ وہ کہاں چلے گئے

معجزہ ۵۱

علیؑ نے کہا جا کتے دور ہو جا وہ کتا بن گیا

اصبغ بن نباتہ سے منقول ہے کہ ایک روز میں امیرالمومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا ایک قریشی نے حضرت کے پاس آکر کہا یا علیؑ تم نے بہت سے مردوں کو قتل کیا اور بہت سے بچوں کو یتیم کیا اس پر جناب امیرؑ نے غضب میں آکر اس بدبخت سے ارشاد فرمایا۔ او کتے جا۔ دور ہو جا۔ خدا کی قسم جب میں نے نظر کی تو یہ قریشی کالے رنگ کے کتے میں تبدیل ہو گیا تھا۔ دم ہلا ہلا کر غو غو بھوں بھوں کر کے زمین پر لوٹتا تھا۔ عجیب حال ہو گیا تھا۔ مولاؑ کو اس پر ترس آگیا۔ خدا سے اس ملعون کے حق میں دعا کی وہ فوراً اصلی صورت میں

واپس آ گیا اور حضرت اسد اللہ الغالب کے پاؤں میں سر رکھ کر توبہ کی۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کی۔ اے خیر المرسلینؐ کے وصی اللہ درحقیقی نے آپکو ایسے ایسے معجزات و کرامات پر قدرت عطا فرمائی ہے کیا وجہ ہے کہ امیر معاویہ کو جو آپ کے مخالف ہیں ختم نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت علیؑ نے ارشاد فرمایا ہم خدا کے مکرم بندے ہیں اس کے حکم کے بغیر کسی کام پر سبقت نہیں کرتے اور اس کے حکم کے موافق عمل کرتے ہیں اور جو کوئی رضائے خدا کے خلاف اپنی خواہش نفسانی کے موافق کام کرنا جائز سمجھتا ہے وہ عذاب آخرت میں گرفتار ہوگا اور آخرت کا عذاب حساب دنیا کے عذاب حساب سے بہت زیادہ سخت ہے

معجزہ ۷۱

لشکر کی تعداد بارہ ہزار ایک تھی

شواہد النبوۃ میں منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے کوفہ سے لشکر طلب کیا تو اہل کوفہ نے بہت ہی بحث و مباحثہ کے بعد لشکر بھیجا۔ لشکر پہنچنے سے پہلے حضرت نے اپنی زبان فارق بیان سے ارشاد فرمایا کہ کوفہ سے (۱۲۰۰۱) بارہ ہزار ایک آدمی آ رہے ہیں۔ جناب امیر علیہ السلام کا ایک صحابی بیان کرتا ہے جب میں نے یہ سنا تو لشکر کی گزرگاہ پر جا کر بیٹھ گیا اور ایک ایک سپاہی کو شمار کرتا گیا آخری سپاہی کو گن چکا تو تعداد میں یہ سب اتنے ہی تھے جتنے آپ نے فرمائے تھے نہ ایک کم اور نہ ایک زیادہ۔

معجزہ ۷۲

امیر المومنینؑ سے جھوٹ بولنے والا اندھا ہوگیا

شواہد النبوۃ اور دلائل النبوۃ میں مرقوم ہے کہ ایک روز امیر المومنینؑ نے رحبہ میں ایک شخص سے ایک سوال کیا اس نے جناب امیرؑ کو خلاف واقعہ جواب دیا۔ حضرت نے فرمایا۔ اے شخص تو جھوٹ کیوں کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔ اس شخص نے پھر جھوٹ پر جھوٹ بولا جناب امیر علیہ السلام نے کہا۔ اچھا پھر میں تیرے حق میں بددعا کروں گا اگر تو جھوٹا ہوا تو اللہ تعالیٰ تجھ کو اندھا کردے گا۔ اس نے کہا آپ بددعا کیجئے جناب امیرؑ نے بددعا کی۔ راوی بیان کرتا ہے کہ بخدا وہ کذاب رحبہ سے باہر نہ نکلا تھا کہ اندھا ہو گیا۔

معجزہ ۵۲

رسولؐ کے حکم سے علیؑ نے مردے کو زندہ کر دیا

کتاب عیون اخبار الرضا میں امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ نصاریٰ کی بحث میں قریش کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ان کے مردوں کو زندہ کریں۔ آنحضرت نے امیر المومنینؑ سے فرمایا۔ اے میرے بھائی۔ اے میرے نائب اور خلیفہ تم ان لوگوں کے ساتھ ان کے مردوں کے مقبروں پر جاؤ اور یہ لوگ جس جس مردے کو زندہ کرنا چاہیں تم آواز دے کر کہ فلاں فلاں تم کو اللہ کا رسولؐ حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ جاؤ۔ جب امیر علیہ السلام نے وہاں جا کر ان کے مردوں کو آواز دی تو فوراً مردے خاک سے اٹھ کر سید المرسلین اور وصی المرسلین امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی نعت اور منقبت شروع کر دی۔ ایسے معجزے زندگی رسولؐ میں اکثر ہوتے ہی رہتے تھے جس سے تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔ آج دنیا اس کو نہ مانے اس کو کیا کیا جا سکتا ہے۔ ارے

تم اپنی مشکلوں میں رسولؐ اور آل رسولؐ کو مدد کے لئے بلا کر تو دیکھو۔ خدا کی قسم وہ وہ ضرور تمہاری مشکلوں میں تمہاری مدد کو آئیں گے۔ یہی انکا معجزہ اور کرامت ہے

معجزہ ۵۵

حبشی غلام کے کٹے ہوئے ہاتھ دوبارہ جوڑ دیئے

کتاب زہرۃ الریاض، کفایۃ المومنین اور کوکب دری صفحہ ۲۶۰ میں مرقوم ہے کہ ایک حبشی غلام نے شاہ ولایت پناہ امیرالمومنین علیؑ ابن ابی طالب کی خدمت میں آکر عرض کی۔ یا امیرالمومنینؑ میں نے ایک روز لالچ میں آکر غیر کے مال سے کچھ چرا لیا تھا۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ پر حکم شرعی جاری فرمائیں اور مجھ کو اس گناہ سے اسی جہان میں پاک کر دیں۔ جناب امیر علیہ السلام نے دریافت کیا کہ جس مال سے تم نے چوری کی تھی وہ مال شاید حد نصاب میں نہ ہو۔ اس نے عرض کیا بے شک مولا وہ مال حد نصاب کو نہیں پہنچا جب اس نے تین دفعہ اقرار کر لیا کہ اس نے چوری کی ہے۔ آنجنابؑ نے اس کا ہاتھ انگلیوں سے کاٹنے کا حکم دے دیا۔ ایک خادم نے اس کے دائیں ہاتھ کی چاروں انگلیاں کاٹ دیں۔ غلام اپنی کٹی ہوئی انگلیاں بائیں ہاتھ میں لئے حضرتؑ کی مجلس سے باہر چلا گیا۔ اس کے ہاتھ سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ اسی اثناء میں عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس سے ملاقات ہوئی پوچھا اے بھائی تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے۔ جواب دیا۔

امیرالمومنین وصی سید المرسلین پیشوائے سفید رویاں۔ مولائے جملہ انس وجاں غالب کل غالب اسداللہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے ابن عباسؓ سے نے کہا آنحضرتؑ نے تو تیرا ہاتھ کاٹا اور تو انکی مدح وثنا کر رہا ہے

اس غلام نیک فرجام نے جواب دیا کہ میں کیونکر جناب علیؑ کی مدح و منقبت نہ کروں جب کہ آپکی محبت میرے گوشت اور خون میں ملی ہوئی ہے۔ میرے ہاتھ کی انگلیاں حق پر کاٹی گئی ہیں نہ کہ باطل پر۔ ابن عباسؓ نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر جو کچھ اس غلام سے سنا تھا تفصیل سے بیان کر دیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا اے بھائی ہمارے بعض دوست ایسے ہیں کہ اگر ہماری محبت کی وادی میں ان کو ناحق طور پر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا جائے تو پھر بھی ہماری محبت ان کے دل سے نہیں نکل سکتی۔ اور بعض دشمن ایسے ہیں کہ اگر ہم پوری محبت اور مہربانی کے ساتھ اُن کے گلے میں اتر جائیں تو بھی ہماری عداوت کے سوا اور کچھ ان کے دلوں میں نہ ملے گا۔ آپ نے امام حسین علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا اے میرے بیٹے تم جا کر اس حبشی کو لے کر آؤ۔ امام عالیمقام نے حبشی کو ڈھونڈ کر آپکی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اے بندۂ خدا میں نے تیرا ہاتھ کاٹا اور تو میری مدح و ثنا کرتا ہے۔ غلام نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کیا کہ اے میرے مولاؑ

منکہ باشم ثنائے تو گویم
کہ خدا اور رسول گفتہ ثنات

میری کیا مجال کہ آپ کی بزرگی اور عظمت کی تعریف کر سکوں۔ جسکی مدح و ثنا خدا اور اس کے رسولؐ نے کی ہے۔ حضرتؑ نے اسکی انگلیاں لیں کٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر اپنی ردائے مبارک ڈال کر سورۂ فاتحہ پڑھ کر اس پر دم کیا فوراً اس کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ اس واقعہ کو شیخ عطار نے کیا خوب ایک بیت کے اندر کہا ہے۔

از دم عیسیٰ کسے گر زندہ خاست
او بہ دم دست بریدہ کردہ راست

۱۴۸

معجزہ ۶۵

علیؑ کے حکم سے پیٹ کے اندر بچے نے سب کچھ بتا دیا

مخدوم جہانیاں جہاں گشت قدس سرہ کے ملفوظات میں لکھا ہے کہ ایک روز عمر بن خطاب اپنی خلافت کے عہد میں امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے دولت خانے میں رونق افروز تھے کہ ایک قافلہ مکہ معظمہ کو روانہ ہوا اور ثابتؓ نے جو زاہد صحابہ میں سے تھے آکر کہا کہ مجھکو میر قافلہ کے سپرد کر دیجئے تاکہ میں فراغت سے سفر کر سکوں۔ جب قافلہ سالار دونوں امیروں سے وداع ہونے آیا۔ تو اس کی سفارش کر کے حوالہ کر دیا گیا۔ قافلے والے حتی الامکان ان کی تعظیم و تکریم میں نہایت کو سرگرم رہتے تھے۔ چونکہ ثابتؓ ایک وجیہہ اور خوبصورت جوان تھا۔ ایک عورت نے اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ وہ نیک سیرت اور پابند شریعت اور اسم بامسمیٰ تھے اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی۔ عورت نے کہا تجھے میں بلا اور تہمت میں گرفتار کر دوں گی جس کی شرمندگی سے کبھی نہ چھوٹے گا۔ ثابتؓ نے جواب دیا خدائے تعالیٰ عادل ہے۔ عورت نے شہوت سے مجبور ہو کر اپنی مراد ایک غلام سے حاصل کی اور حاملہ ہو گئی جب وہ حمل سے واقف ہوئی تو اس کو ثابت کے سر تھوپنے کا ارادہ کیا۔ ایک رات ثابت کو سوتا دیکھ کر اپنے زیورات کا ڈبہ اسکے اسباب میں چھپا دیا۔ صبح کو شور مچایا کہ میرا مال چوری ہو گیا ہے۔ قافلہ سالار نے کہا اس جنگل میں ہم گنتی کے چند مرد ہیں کوئی شہر اور گاؤں تو نہیں ہے کہ سراغ نہ مل سکے۔ لوگوں کے اسباب میں تلاش کرو کوئی یہاں سے باہر نہیں جا سکتا۔ سب کا اسباب دیکھ لیا کہیں نہ ملا۔ عورت نے کہا ثابتؓ کا اسباب بھی دیکھو بعض مومنوں نے جو اس کے حالات سے

خوب واقف تھے کہا۔ اس بزرگوار سے ایسی بد حرکت وقوع میں نہیں آسکتی عورت بولی میرا گمان اس پر ہے۔ جب تلاش کیا تو زیورات کا ڈبہ اس میں سے نکل آیا۔ بعد ازاں عورت نے کہا کہ یہ حمل بھی ثابت ہی کا ہے کہ ایک رات جبراً مجھ سے زنا کیا تھا۔ چوری اور زنا کے ثابت ہو جانے کے بعد قافلہ سالار نے ثابت کے گلے میں رسی ڈال کر اس عورت سمیت خلیفۂ وقت کے پاس بھیج دیا۔ خلیفہ وقت نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔

روایت میں ہے کہ اس روز مدینہ منورہ میں ہل چل پڑ گئی۔ جب یہ وحشتناک خبر امیر المومنینؑ کے گوش مبارک میں پہنچی۔ امام حسن علیہ السلام کو بھیجا کہ میرے آنے تک ثابت کو اسی طرح رہنے دیں۔ ساتھ ہی خود بھی پہنچ گئے اور آکر عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم سوچ سمجھ کر کیوں حکم نہیں دیا کرتے خصوصاً قتل کے باب میں۔ بعد ازاں امام حسن علیہ السلام کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا۔ عورت نے پوچھا مجھے کس نے بلایا ہے۔ فرمایا امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے۔ دل میں کہنے لگی افسوس اب میری رسوائی کا وقت آگیا جب وہ حاضر ہوئی تو امیر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ مجھے پہچانتی ہے۔ میں علی ابن ابی طالب ہوں میرے سامنے سچ سچ بیان کر دینا اور کوئی خلاف واقعہ بات نہ کہنا۔ بتا اصلی واقعہ کیا ہے اور یہ حمل تجھکو کس کا ہے؟ وہ بولی ثابت کا اور خلیفہ زماں کے سامنے چوری ثابت ہو چکی ہے جب جناب امیر علیہ السلام نے دیکھا کہ عورت سچ نہیں کہتی اور اپنے قول پر اصرار کرتی ہے تو امام حسن علیہ السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ وہ نیم عصا لٹھیا اور گاڑھے کپڑے کا ٹکڑا جو گھر کے ایک کونے میں رکھا ہے لے آؤ۔ امام حسن علیہ السلام وہ مطلوبہ سامان لے کر آئے تو نہایت تاکید سے فرمایا کہ سچ سچ بیان کر دے کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ جب اس سمجھانے سے اور تاکید کرنے سے بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا تو عورت

کو ملا کر نیم عصا اور وہ کپڑا اس کے پیٹ پر رکھا اور فرمایا۔ اے پیٹ کے بچے جو حق اور سچ ہے بیان کر۔ بحکم قادر مختار بولا! میں سچ عرض کرتا ہوں کہ خدا ایک ہے محمد مصطفےٰ خاتم الانبیا ہیں اور مرتضیٰؑ حضرت محمد مصطفےٰؐ کے وصی اور خلیفہ برحق ہیں امیر علیہ السلام نے فرمایا میں یہ بات نہیں پوچھتا یہ بتا کہ تو کس شخص کا نطفہ ہے! اور وہ زیور کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں کیونکر چلا گیا۔ بچہ نے جواب دیا۔ اے وصی خیر المرسلین اس عورت نے کئی بار اپنے آپ کو ثابت کے سامنے پیش کیا۔ جب وہ بزرگوار اسکی طرف ملتفت نہ ہوا تو اس نے ایک غلام سے زنا کیا اور میں اس غلام کا نطفہ ہوں۔ اس غصہ کے مارے اپنے زیورات کا ڈبہ ثابت کے اسباب میں چھپا دیا۔

القصہ اس صاف معجزے کو دیکھ کر سب لوگ حیران رہ گئے عمرؓ کے حکم سے پھر عورت کو سنگسار کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر حضرت عمرؓ اور دیگر اصحاب نے نہایت عجز و نیاز سے عرض کیا۔ یا امیر المومنینؑ یہ نیم عصا اور پارچہ کیا چیز ہے۔ فرمایا ایک روز کا ذکر ہے کہ میں اسی مسجد میں سرورِ کائنات کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ ثابت بیچارہ آیا۔ آنحضرتؐ نے نہایت لطف و رحمت سے اسکی طرف دیکھ کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ایک روز ثابت کو ایک عورت زنا اور چوری کی تہمت لگائے گی اس کے لئے سنگسار کرنے کا حکم دیا جائیگا میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس کی خلاصی کی تدبیر کیا ہوگی اس وقت یہ لکڑی اور کپڑے کا ٹکڑا مجھے دے کر فرمایا جب اس قسم کا قضیہ پیش آئے تو اس لکڑی اور کپڑے کو عورت کے پیٹ پر رکھنا نطفہ جو رحم میں ہوگا کلام کرے گا اور جو کچھ ہوگا بیان کر دے گا۔ عمرؓ نے اٹھ کر امیر المومنینؑ کے دونوں ابروں کے درمیان بوسہ اور ان کے دونوں دستِ مبارک اپنی دونوں آنکھوں پر پھیر کر فرمایا خدا کی قسم یا علیؑ آنحضرتؐ کے حقیقی جانشین آپ ہی ہیں نہ کہ

اور کوئی خدا سے تعالیٰ عمرؓ کو آپ کے بغیر ایک لحظہ بھی اس دنیا میں نہ رکھے۔

(بحوالہ کوکب دری صفحہ ۴۰۰)

معجزہ ۵۷

کتے نے کہا میں نے منافقوں کو کاٹا ہے

ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ ایک روز صبح کی نماز ہم رسولؐ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ پڑھ رہے تھے کہ بعد نماز ایک شخص انصار میں سے خدمت رسولؐ میں آکر کہنے لگا کہ راستہ میں ایک آدمی کے کتے نے میرے کپڑے پھاڑ دیئے مجھے مجروح بھی کر دیا۔ حتیٰ کہ میں نماز میں بھی شریک نہ ہو سکا۔ پھر دوسرے روز ایک شخص آیا اس نے بھی یہی شکایت کی۔ رسولؐ خدا اٹھکر کتے کے مالک کے گھر تشریف لے گئے اور مالک سے کہا کہ تمہارے کتے نے ہمارے دو نمازیوں کو ستایا ہے اس کو مار دینا ہی بہتر ہے۔ وہ شخص اگرچہ مسلمان نہ تھا مگر احترام پیغمبرؐ میں کتے کو باندھ کر کشاں کشاں لے آیا۔ کتے نے جب رسولؐ خدا کو دیکھا بقدرت الٰہی گویا ہوا۔ السلام علیک یا رسولؐ اللہ مجھ سے جو شکایت ان لوگوں کو ہے وہ غلط ہے اس لئے کہ وہ مومن نہیں ہیں بلکہ منافق ہیں دشمنان جناب امیر علیہ السلام ہیں جب گھر جاتے ہیں تو علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو برا کہتے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے کتے کی زبانی سنکر اسکے مالک سے کہا اے بھائی اس جانور کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو۔ یہ سن کر کتے کا مالک رسولؐ کے قدموں پر گر گیا اور مسلمان ہو گیا کہنے لگا کہ جب یہ جانور آپ کے رسولؐ ہونے کی گواہی دیتا ہے تو میں کیا اس جانور سے بھی گیا گزرا ہو گیا۔ لہٰذا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک اللہ کے رسولؐ اور آپ کے بھائی آپ کے برحق خلیفہ و وصی ہیں۔ پھر اس شخص کا سارا گھر مسلمان ہو گیا۔

(کتاب انوار امامت تا قیامت)

معجزہ ۵۸

علیؑ کا دشمن مسجد میں گیا فوراً اندھا ہو گیا

کتاب "مناقب" ابن شہر آشوب میں زیاد ابن کلیب سے (جو اہلبیت کے معتبر راویوں میں سے ہیں) روایت منقول ہے کہ وہ ایک دن دمشق کی مسجد بنی امیہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ محمد بن سفیان اپنے احباب کے ساتھ داخل مسجد ہوا۔ بڑی تیزی کے ساتھ منبر کی طرف بڑھا۔ اور فوراً ہی واپس اس طرح ہوا کہ دو آدمی اسکو پکڑے ہوئے تھے۔ اور وہ اندھا ہو گیا تھا میں نے دل میں خیال کیا کہ ابھی تو یہ بینا تھا ایک دم کیسے نابینا ہو گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جب یہ خطبہ دینے منبر کی طرف اٹھا تو اس نے کہا جو شخص حضرت علی علیہ السلام پر سب و شتم نہ کرے گا اس پر یہ خود سب و شتم کرے گا یہ کہنا تھا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بصارت جاتی رہی اور یہ فوراً چلایا کہ لوگو دوڑو میری آنکھوں کی بصارت جاتی رہی لوگوں نے جب دیکھا تو خود اسپر لعنت کی اور کہا یہ خود اپنے انجام کو پہنچ گیا۔

معجزہ ۵۹

لوہے کا موٹا کھونٹا علیؑ کے ہاتھ میں اتنا ملائم ہو گیا جیسے رسی

حضرت ابو سعید خدری۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ اور عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ خالد بن ولید نے ان حضرات سے بیان کیا کہ اہل روم کے قتال کے بعد جب ایک لشکر جرار کے ساتھ خالد بن ولید واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں علی ابن ابی طالبؑ لشکر میں سے ہوتے ہوئے ان کی طرف

آرہے ہیں۔ خالد کہتے ہیں کہ میں نے انکو دیکھتے ہی منہ سے برے الفاظ ادا کیے
یہ الفاظ کسی شخص نے علیؑ کو بتا دیئے۔ الفاظ سنتے ہی علیؑ شیر کی طرح ہمہمہ کرتے
اور بادل کی طرح گرجتے ہوئے میرے پاس آئے۔ اور دریافت کیا کہ تم نے یہ گستاخی
کی ہے۔ میں نے کہا ہاں میں نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے مجھکو برا کہتے ہوئے ارشاد
فرمایا کیا تجھ جیسا شخص مجھ جیسے پر سبقت لے جانا چاہتا ہے۔ اور یہ جسارت
کرتا ہے کہ میرے نام کو اپنے حلق میں حرکت دے۔ اس کے بعد انھوں نے
مجھے گھوڑے پر سے کھینچ لیا۔ اور میں انکو روک نہ سکا۔ وہ مجھے کھینچتے ہوئے
حارث بن کلدہ کی چکی کی طرف لے گئے۔ آپ نے چکی کی کیلی جو موٹے لوہے کی
تھی زور دے کر اپنے ہاتھوں سے چکی کے پاٹ سے نکال لی اور موڑ کر اس
طرح میری گردن میں ڈال دیا۔ جیسے کوئی چمڑے کو موڑ کر ڈال دے اور میرے
ساتھی اس طرح خوفزدہ دیکھ رہے تھے گویا وہ ملک الموت کو دیکھ رہے ہیں
میں نے ان کو خدا اور رسولؐ کی قسم دی کہ مجھے معاف کر دیں لیکن انھوں نے
مجھکو معاف نہیں کیا! ایسی حالت میں حضرت ابوبکر کے پاس میں آیا تو انھوں نے لوہاروں
کو بلایا۔ تاکہ اس لوہے کے طوق سے میری خلاصی ہو سکے۔ انھوں نے کہا کہ
بغیر گرم کئے ہم لوگ اس لوہے کو نہیں اتار سکتے ہیں نہ کاٹ سکتے ہیں غرض
میں ایسی حالت میں کئی دن تک رہا لوگ دیکھتے تھے اور ہنستے تھے۔ ایک دن
حضرت علی علیہ السلام کہیں سفر پہ گئے ہوئے تھے جب واپس آئے تو حضرت
ابوبکرؓ نے سفارش کی کہ وہ طوق میری گردن سے نکال دیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا
کہ اس نے لشکر کی کثرت پہ مغرور ہو کر چاہا کہ اپنے کو میری جگہ پہ قرار دے
پس میں نے اس کے غرور کو خاک میں ملا دیا۔ اور جو ارادہ یہ دل میں رکھتا تھا
اس پر عمل پیرا نہیں ہونے دیا اور میں نے اسکو ذلیل کر دیا اور میں اب اسی

طوق سے آزاد نہیں کروں گا۔ لیکن لوگوں کے برابر اصرار اور حضرت ابوبکرؓ کے کہنے پر حضرت علی علیہ السلام نے لوہے کو کنارے سے پکڑ کر ہلکے ہلکے کھینچا اور اس کو اتار پھینکدیا۔ میری گردن آزاد کردی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ اس واقعہ کے بارے میں مزید کہتے ہیں کہ جب مولائے کائناتؑ یہ طوق اتار رہے تھے۔ اس وقت درد اور تکلیف کی وجہ سے خالد اپنے پیر زمین پر مار رہے تھے اور جب تکلیف نہ برداشت ہو سکی تو کپڑوں میں پاخانہ نکل گیا۔

معجزہ نمبر ۶۰

یہ مُبارک بچہ ہے

کتاب مستطاب مجمع الفضائل مناقب علامہ ابن شہر آشوب ترجمہ مولانا سید ظفر حسن صاحب صفحہ ۳۰۲ جابر جعفی سے مروی ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کی داعی جو آپ کی دیکھ بھال کرتی تھی اس کا تعلق بنی ہلال سے تھا ایکدن وہ آپ کو اپنے خیمہ میں لے گئی اس کا اپنا چھوٹا سا بچہ پہلے ہی موجود تھا۔ یہ بچہ کھیلتے کھیلتے کنوئیں کے پاس چلا گیا جو اس خیمہ کے بالکل نزدیک تھا۔ بچہ نے اپنی گردن اور ایک ٹانگ کنوئیں میں لٹکا دی۔ حضرت علی علیہ السلام نے جو خود ابھی بچہ ہی تھے اس بچہ کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا۔ اس کی ماں نے دیکھا تو دوڑی اور اپنے بچہ کو لے لیا۔ پھر اپنے قبیلہ کے لوگوں کو پکار پکار کہتی جاتی تھی کہ اس مبارک بچہ کو دیکھو۔ اس نے میرے بچے کی جان بچائی ہے۔ لوگ بڑی حیرانی سے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھتے تھے۔

❖

معجزہ ۶۱

شکل کتے جیسی لیکن کان انسانوں کی طرح

بحوالہ کتاب انوار امت تا قیامت صفحہ ۹۹ میں واقدی سے روایت نقل کی ہے کہ ایک دن میں خلیفہ ہارون رشید کے پاس گیا وہاں کچھ علماء کرام بھی تشریف فرما تھے۔ ہارون رشید نے شافعی سے کہا اے ابن عم فضائل علیؑ کے سلسلے میں تم کو کتنی احادیث یاد ہیں۔ شافعی نے جواب دیا۔ پانچ سو سے کچھ زیادہ۔ پھر ہارون رشید نے محمد بن اسحاق سے کہا تمہیں کتنی حدیثیں معلوم ہیں اس نے کہا ہزار سے زیادہ۔ اس کے بعد محمد ابن یوسف سے مخاطب ہو کر دریافت کیا کہ تم تبلاؤ؟ اس نے کہا کہ جان کی امان کا وعدہ ہو تو کہوں۔ ہارون رشید نے نہایت مختصر الفاظ میں کہا۔ "ایمن باش" یہ سن کر محمد ابن یوسف نے کہا اے خلیفہ پندرہ ہزار احادیث معتبر فضائل علیؑ میں مجھ تک پہنچی ہیں۔ اس کے بعد واقدی سے دریافت کیا کہ اس سلسلے میں تمہارا کیا خیال ہے ہیں نے کہا اگر محمد بن یوسف سے زیادہ نہیں تو کم بھی نہیں۔

اس کے بعد خلیفہ ہارون رشید نے کہا بھائیوں وہ فضیلت علیؑ جو میں نے دیکھی ہے اور جس کی وجہ سے میں نے اولاد علیؑ پر ظلم و تشدد ترک کر دیا ہے بیان کروں سب لوگوں نے کہا ضرور فرمائیں۔ ہارون رشید نے کہا یوسف بن حجاج جو دمشق میں میرا نائب ہے اس نے مجھے لکھا کہ دمشق میں ایک خطیب ہے جو علی ابن ابی طالبؑ کو بر سر منبر برا بھلا کہتا ہے اور منع کرنے سے باز نہیں آتا اس کے بارے میں آپکا حکم کیا ہے میں نے لکھا کہ اسکو گرفتار کر کے میرے پاس بھیجدو جب

وہ آیا تو میں نے اس سے دریافت کیا اے شخص تو علیؑ کو برا کیوں کہتا ہے۔ اس نے جواب دیا میں علیؑ کو اس لئے برا کہتا ہوں کہ انھوں نے میرے اجداد کو قتل کیا ہے۔ ہارون رشید نے کہا علیؑ نے جس کو قتل کیا ہے وہ حکم خدا اور رسولؐ سے کیا ہے میں تجھ کو کہتا ہوں کہ تو اس حرکت سے باز آجا ورنہ میں تجھ کو سخت سزا دوں گا۔ اس ملعون نے تو بہ کرنے سے انکار کر دیا

ہارون رشید نے حکم دیا کہ اسکو سو تازیانے لگائے جائیں اور پھر اس کو ایک حجرے میں بند کر دیا جائے۔ ہارون رشید نے کہا میں یہ سوچتے ہوئے رات کو سویا کہ کل اس کو کون سی ایسی سزا دی جائے جس کے بعد یہ ذلیل حرکت سے باز آجائے۔ اسی انتظار میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہمارے آسمان کھل گئے ہیں۔ اور رسولؐ خدا حضرت علیؑ اور جبرئیلؑ وغیرہ موجود ہیں۔ جبرئیلؑ کے ہاتھ میں ایک جام ہے۔ رسولؐ نے فرمایا اے جبرئیلؑ یہ جام علیؑ کو دے دو۔ اور دوست داران علیؑ کو آواز دو چنانچہ چالیس آدمی شیعیان علیؑ سے اس ندا پر آئے جن کو میں پہچانتا تھا۔ علیؑ نے اس جام سے سب کو سیراب کیا۔ پھر فرمایا اس دمشقی ملا کو لاؤ جب وہ لایا گیا تو وصی مصطفیٰؐ نے اللہ کے رسولؐ سے کہا یا رسولؐ اللہ اس مرد سے آپ نہیں پوچھتے کہ کیوں مجھے برا کہتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ نے اس دمشقی خطیب سے مخاطب ہو کر کہا کیا یہ بات سچ ہے؟ اس ملعون نے کہا ہاں، رسولؐ کریم نے دست دعا بلند فرمائے اور کہا اے خدا اس ملعون کو مسخ فرما دے اور علیؑ کا انتقام لے اور دائمی عذاب میں مبتلا کر اتنے میں میری آنکھ کھلی میں نے حکم دیا کہ اس خطیب کو میرے سامنے پیش کیا جائے جب وہ آیا تو اس کی شکل مسخ ہو کر کتے کی طرح ہو چکی تھی لیکن اس کے کان انسانوں کی طرح تھے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ بار بار سر اور دم ہلاتا تھا گویا معافی کا طلبگار ہے۔ میں نے

حکم دیا اس کو واپس اسی حجرے میں بند کردو۔ لوگوں کے اصرار پر دوبارہ دربار میں اس کو پیش کیا گیا۔ اس کی مسخ شدہ شکل دیکھ کر حاضرینِ دربار ششدر رہ گئے۔ شافعی نے کہا یہ مسخ ہو چکا ہے اب اسکو مزید سزا نہ دو چنانچہ اسی حجرے میں دوبارہ بند کردیا۔ ابھی کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک صدائے ہولناک بلند ہوئی۔ جب معلومات کی تو پتہ چلا کہ اس حجرے کی چھت توڑ کر ایک بجلی آسمان سے گری اور کتے کو خاکستر کردیا۔ یہ دیکھ کر ہارون رشید نے حاضرین دربار سے کہا تم گواہ رہنا میں نے علویوں پر ظلم اور سختی کرنے سے توبہ کرلی ہے۔

معجزہ ۶۲

تاریخ کا عجیب و غریب فیصلہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کے زمانہ میں ابو عبداللہ انصاری نے وفات پائی اور مبلغ اسّی ہزار دینار ترکہ میں اس کے ساتھ ساتھ ایک لڑکا تین برس کا وارث چھوڑا۔ ابو عبداللہ کی بیوی نے بشریت اور جوانی کے تقاضے سے دوسرا شوہر کرلیا۔ جب وہ لڑکا بارہ سال کا ہوا اور تکلیفات عقلی اور شرعی سے واقف ہو گیا تو ایک روز دیکھا کہ اس کی ماں کچھ درہم اپنے شوہر کے دامن میں ڈال رہی ہے۔ یہ دیکھ کر لڑکے نے کہا اَلَا تَسْتَحِیْ مِنَ اللّٰہِ تجھے خدا سے شرم نہیں آتی کہ میرا مال غیر کے حوالے کرتی ہے۔ عورت کو جب معلوم ہو گیا کہ اب اس کی زندگی تلخ ہو جائے گی لڑکے سے کہا تو ابو عبداللہ کی نسل اور میرے شکم سے نہیں ہے بلکہ زر خرید غلام ہے کہ ابو عبداللہ نے تجھ کو محمد مصطفےٰ صلعم کے غازیوں سے خریدا تھا اور فرزندی سے نامزد کردیا تھا لڑکے نے اس امر کی شکایت خلیفۂ زمان سے کی۔ جب عورت کو معلوم ہوا کہ لڑکے نے استغاثہ دائر کیا ہے تو اس نے

اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے سات سو درہم دے کر سات جھوٹے گواہ تیار کئے۔ جب لڑکے نے خلیفہ کی خدمت گرامی میں اپنا حال بیان کیا تو آپ نے فلیح کو عورت کے بلانے کے لئے بھیجا جب وہ حاضر ہوئی تو فرمایا اے عورت! تو اس بچے کے مال کو کس لئے صرف کرتی ہے۔ جو کچھ تیرا مہر ہے۔ وہ اور کل مال کا آٹھواں حصہ لے کر باقی مال بچے کے حوالے کر۔ اس نے جواب دیا۔ یہ بچہ ابو عبداللہ کا زرخرید غلام ہے۔ خلیفہ نے گواہ طلب کئے۔ عورت نے ان ساتوں جھوٹے گواہوں کو دارالشرع میں حاضر کیا اور انھوں نے اس عورت کے قول کے مطابق گواہی دی خلیفہ نے ان کی ان کی شہادت کو قبول کر کے لڑکے کو قید خانے بھجدیا۔ دو مہینے یا بروایت دیگر چار مہینے قید میں رہ کر ایسا ضعیف و نزار ہو گیا کہ مرنے کے قریب پہنچ گیا۔ ایک روز نہایت عجز اور زاری کے ساتھ قید خانے کے محافظ سے کہا اے خواجہ میرے کچھ سانس باقی ہیں میری موت قریب ہے۔ مہربانی فرما کر دروازہ کھول دو تو ذرا تازہ ہوا مجھ کو لگ جائے محافظ نے رحم کھا کر دروازہ کھول دیا۔ بچہ اپنے غم و اندوہ میں سر جھکائے بیٹھا تھا کہ ناگاہ ابو شحمہ بن عمر کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس کے گلے میں طوق دیکھ کر پوچھا کہ اے لڑکے تو کس قصور پر اس سزا کا سزاوار ہوا ہے لڑکے نے کہا میں نے خطا تو کوئی نہیں کی۔ لیکن تیرے باپ نے میرے باپ کا مال پامال کر دیا اور مجھ کو اس حالت میں رکھ کر چھوڑا ہے۔ ابو شحمہ نے کہا۔ علی مرتضیٰؑ کے پاس جا۔ اس کے وسیلے سے تجھ کو رہائی ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا مجھ کو جانے نہیں دیں گے۔ ابو شحمہ نے ضامن ہو کر اس لڑکے کو چھڑوایا جب وہ امیر المومنینؑ کے حجرے کے پاس پہنچا تو ضعف و ناتوانی کے سبب اس کا پاؤں پھسلا اور زمین پر جا گرا۔ امیر المومنینؑ نے اس کو زمین سے اٹھایا اور نہایت لطف اور مہربانی فرما کر اس کا حال دریافت کیا۔ اس نے عرض کی کہ میں ابو عبداللہ الغفاری کا بیٹا ہوں اور سارا حال مفصل طور پر بیان کیا۔ امیر المومنینؑ ابو عبداللہ کا نام سنکر

روئے۔ اور فرمایا تیرے باپ نے رسولؐ کی خدمت میں ستر قرآن ختم کیے۔ قنبرؓ نے فوراً حکم کی تعمیل کی پھر ان کا ہاتھ اپنے دست حق پرست میں پکڑ کر دار الشرع میں تشریف لائے اور مسکراکر فرمایا۔ اے ابو حفص! تم نے اس یتیم کا مال غیر کے حوالے کیوں کیا؟ عمر رضی اللہ عنہ نے ساری حقیقت بیان کی امیرؑ نے مسکرا کر فرمایا۔ اس عورت کو بلاؤ۔ جب وہ حاضر ہوئی تو فرمایا اے عورت تو اپنے حقیقی بیٹے کی کیوں دشمن ہوگئی ہے؟ اس نے اپنے قول پر اصرار کیا۔ امیرؑ نے عادل گواہوں کو طلب فرمایا۔ اس نے وہی ساتوں گواہ پیش کیے۔ امیرؑ نے ان سے پوچھا تم کیا گواہی دیتے ہو۔ انھوں نے جو کچھ خلیفہ کے سامنے کہا تھا اسی کو دہرایا۔ خلیفہ نے کہا اے ابوالحسن میں بلا وجہ تکلیف نہیں دیتا۔ امیرؑ نے تبسم فرماکر حکم دیا کہ فصد کرنے والے کو بلاؤ اور ایک طشت لاؤ۔ جب فصاد اور طشت دونوں موجود ہوگئے تو فرمایا کہ لڑکے کے دائیں ہاتھ اور عورت کے بائیں ہاتھ میں فصد کریں۔ آپ کے حکم سے دونوں کو فصد لگائی گئی۔ اور بموجب ارشاد دونوں کا ایک طشت میں خون لیا۔ حضرتؑ نے اپنی ردائے مبارک طشت میں ڈال کر اسمائے حسنیٰ سے ایک اسم پڑھ کر دم کیا۔ فوراً اس طشت میں سے باواز بلند یہ زمزمہ پیدا ہوا۔ کہ یا امیرالمومنین اور اے وصی خیر المرسلینؐ! میں اس لڑکے کی حقیقی ماں ہوں۔ دنیوی اغراض کی بنا پر میں نے اس سے بیزاری ظاہر کی تھی۔ حاضرین اس واقعۂ غریبہ اور حادثۂ عجیبہ کے دیکھنے سے نہایت متعجب اور متحیر ہوئے۔ پھر امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ کے فرمانے سے اس عورت اور جھوٹے گواہوں کو تعزیر دی گئی اور ابو عبداللہ کا اس کے بیٹے کا سپرد کیا گیا (بحوالہ کوکب دری)

معجزہ ۶۳

حضرت سلمان فارسی کی نماز علیؑ نے پڑھائی

ایک روز قدوۂ اصحاب عمر بن الخطابؓ کے عہد میں امیرالمومنین کرم اللہ وجہہ مسجد مدینہ

میں تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں فرمایا ہے کہ اے بھائی سلمانؓ فارسی نے اس عالم فانی سے انتقال کیا۔ جاؤ اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز پڑھو۔ آنحضرت کی وصیت کے مطابق میں مدائن کو جاتا ہوں۔ تاکہ اس کے کفن و دفن کے کاروبار کو انجام دوں۔ بعض اصحاب نے تو آپ کے قول کی تصدیق کی اور بعض نے انکار کیا۔ ان میں سے ایک شخص نے ازروئے استہزاء و استخفاف کہا۔ یا علیؑ۔ اس کا کفن بیت المال سے لیجئے۔ امیر نے فرمایا۔ وہ بزرگوار اس قسم کے کفن سے مستغنی ہے پس کچھ صحابہؓ نے مدینہ سے باہر تک حضرت کی مشایعت کی۔ امیر المومنینؑ یکبارگی ان کی نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور ظہر کی نماز سے پہلے مدینہ میں واپس آ کر فرمایا میں سلمان علیہ الرحمتہ کو مدائن میں دفن کر آیا۔ بعض منکرین نے اس تاریخ کو یاد رکھا یہاں تک کہ ایک مدت کے بعد مدائن سے اس مضمون کا خط آیا کہ سلمانؓ نے فلاں تاریخ اور فلاں روز انتقال کیا اور جنگل کی طرف سے ایک شخص ظاہر ہوا اور اس کی تجہیز و تکفین کر کے اس پر نماز جنازہ پڑھی اور دفن کر کے نظروں سے غائب ہو گیا۔

معجزہ ۹۴

منکر معراج مرد سے عورت بن گیا

سید علی واعظ رحمتہ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات کی وفات کے بعد ایک روز جناب امیر المومنین علیؑ ابن طالب علیہ السلام مسجد میں وعظ فرما رہے تھے اثنائے وعظ میں فرمایا۔ اے لوگو اگر سید آخر الزمان نے دنیا سے آخرت کی طرف کوچ فرمایا تو میں بحکم پروردگار آنجناب کا وصیؐ اور قائم مقام و نائب ہوں جو مشکل تم کو پیش آئے اس کے حل کرنے کے لئے میری طرف متوجہ ہو کیونکہ پوشیدہ باتیں مجھ پر ظاہر ہیں۔ اور اور غیب کا حال مجھ پر آشکار اور روشن ہے اولین و آخرین کا علم میرے خزانے کا

گوہر ہے اور آسمان اور زمین کے راز میرے سینے میں موجود ہیں مور اور مار کے حال سے خبردار اور واقف ہوں۔ اور سپید و سیاہ کا تمام حال مجھ پر روشن ہے۔ ہوا کے پرندوں اور دریا کی مچھلیوں کا حال مجھ پر ظاہر و آشکار ہے۔ اور جو کچھ تھا اور ہے اور ہوگا سب کا مجھ کو علم ہے۔ اور ہر شہر اور دریا کے باشندوں کی عبادت اور بندگی سے خوب واقف ہوں اگر میں چاہوں تو مشرق کو مغرب کر دوں اور عورت کو مرد زمین کو آسمان اور جابلقا کو جابلسا بنا دوں ایک مشرک اس مجمع میں موجود تھا۔ جو قارون کا خزانہ رکھتا تھا اور کثرت مال کی وجہ سے بڑا تکبر اور تفاخر کیا کرتا تھا۔ جب حضرت کا یہ کلام سنا تو دل سے انکار کیا جب مسجد سے نکلا تو غضب الٰہی میں گرفتار ہو کر مسخ ہو گیا اور کتا بن گیا جب اپنا یہ حال دیکھا تو بہت پشیمان ہوا اور مسجد میں واپس گیا تا کہ امیر المومنینؑ اپنی نظر عنایت سے مالا مال کر کے اس کے درد بے درماں کا علاج فرمائیں۔ جب اندر گیا تو مومنوں نے اس کو دھتکارنا شروع کیا اور پتھر اور ڈنڈے مار کر باہر نکال دیا۔ جب رستہ نہ ملا تو گھر کو بھاگا۔ اور اپنی خواب گاہ میں جا کر ریشمی بستر اور دیبا کے بچھونے پر لیٹ گیا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا کہ اس کے شوہر کے بستر پر کتا لیٹا ہے تو باندیوں سے کہہ کر اس کو نکلوا دیا اور پتھر اور ڈنڈوں سے خوب اس کے دانت توڑے اور گھر سے باہر نکال دیا۔ جب میدان میں پہنچا محلہ کے کتوں نے اس پر حملہ کیا اور دور کر دانتوں اور پنجوں سے پھاڑ ڈالا اور دھکیل کر شہر سے نکال دیا لاچار ہو کر جنگل کا رخ کیا اور بیابانوں میں جا رہا اور سات سال تک اس جنگل میں حیران و سرگرداں پھرتا رہا۔ کوئی چیز اس کے حلق سے نہ اترتی تھی۔ اور نہ خدا اس کو موت دیتا تھا اس بیاباں میں ریت کا ایک ٹیلہ تھا۔ رات دن اس کے گرد چکر کھاتا تھا اور برف مینہ اور گرمی کی تکلیفیں جھیلتا تھا جب وہ منافق کتا گم ہو گیا تو اس کی قوم اور قبیلے نے اس کو تلاش کرنا شروع کیا۔ ہر چند کوشش کی مگر کہیں نشان نہ ملا۔ آخر کار یہ قبیلہ

کیا اگر کسی دشمن نے اس کو قتل کر دیا اور اس کو ملک عدم کا راہی کیا اس کا ماتم کیا
گیا اور تعزیت کی رسم ادا کی گئی۔ اس دشمن خدا کے گھر میں ایک عورت تھی نہایت
ایمان دار اور پاک د اور بہت ہی حسین و جمیل۔ اس کا دل محمدؐ و آلِ محمدؐ کی
محبت سے مالا مال اور معمور تھا وہ پری پیکر شوہر کے ماتم میں سیاہ پوش ہوئی اور
سات سال تک اس لباس میں رہی۔ گویا چشمۂ آبِ حیات ظلمات میں روپوش تھا
اور لگاتار اسی کے غم میں حسرت و اندوہ کے آنسو بہاتی تھی۔ عورتوں نے ہر چند اس کے
رونے پیٹنے اور ماتم داری کرنے سے منع کیا۔ اور کہا کہ اگر شوہر مر گیا تو کیا ہوا تیرے
ایک ایک بال پر شوہر قربان ہے جب عورتوں کی باتوں سے ملول و محزون ہوئی۔ تو شاہ
مردان کی خدمت میں جا کر عرض کی کہ مجھ پر ایک مشکل آپڑی ہے اور مجھ کو بکمالِ رنج لاحق
ہوا ہے۔ حلالِ مشکلات اور سہالِ معضلات نے فرمایا اپنی مشکل کا حال بیان کر۔ تاکہ تیری
مشکل حل کر دوں اور تیرا رنج دور کر دوں۔ اس نے عرض کی ایک روز میرا شوہر اکیلا گھر سے
نکلا اور بے پتہ ہو گیا اس بات کو سات برس ہو چکے ہیں ہر طرف تلاش کیا گیا۔ اور ہر قسم
کی کوشش کی گئی مگر کہیں پتہ نہ لگا۔ نہ کچھ خبر ملی۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ اے عورت!
تیرا شوہر زندہ ہے۔ لیکن نہایت بدحال اور پریشان ہے۔ گھر میں جا کر کھانا تیار کر
اور کھانے کو لے کر اپنے محرموں کے ہمراہ بئر جنّوں کی راہ لے اور دو فرسخ راستہ طے کرکے
جب بائیں طرف ریت کا ٹیلہ نظر آئے۔ اس کے پاس اپنے شوہر کو تلاش کر یہ سُنکر عورت
نہایت خوش ہوئی۔ گھر پر جا کر قسم قسم کے کھانے تیار کئے۔ اور بئر جنّوں کی راہ لی۔ ریت
کے ٹیلہ پر پہنچ کر ہر طرف نگاہ دوڑائی۔ ایک ساعت کے بعد ایک کتّا ظاہر ہوا۔ اور
جب اس کی نظر ٹیلے کی چوٹی پر پڑی تو اوپر چڑھنا چاہا لیکن ضعف و ناتوانی کے سبب نہ
چڑھ سکی۔ عورت اپنے آدمیوں سمیت نیچے آئی۔ وہ کتّا اس کے پاؤں میں گر کر بیہوش
ہو گیا۔ جب ہوش آیا تو عورت نے اپنے غلام سے کہا کہ ترس کھا کر اس کتّے کو کچھ روٹی

اور کچھ حلوا دے۔ غلام نے روٹی کا ٹکڑا اس کے آگے ڈالا۔ مگر ضعف جاذبہ (کمزوری) کے سبب کھا نہ سکا۔ عورت نہایت حیران ہوئی اور اپنے ہاتھ سے پانی کا پیالہ کتے کے آگے رکھا۔ جب پینے کا ارادہ کیا۔ تو سیاہ خاک پیالے میں نمودار ہوئی۔ یہ دیکھ کر عورت حیران رہ گئی۔ اور کہنے لگی۔ اے خالق ارض و سما تو دانا اور بینا ہے میں نہیں جانتی کہ یہ کیا بات ہے؟ مجھ کو امیر المومنینؑ نے فرمایا ہے۔ کہ برہجوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ اس کے گلشن مراد سے گل مراد چنے گی۔ میں نے ان کے فرمانے کے مطابق اس جنگل میں گردش کی اور اس کتے کے سوا اور کوئی چیز مجھے نظر نہ آئی اور یہ مجھے یقین ہے کہ اس بزرگوار کا قول کبھی خلاف نہیں ہوتا ہے۔ بعد ازاں وہاں سے روانہ ہوئی اور امیر المومنینؑ کی خدمت میں آکر اپنی حسرت و ناکامی پر خوب روئی اور عرض کی۔ جنابؑ نے فرمایا تھا۔ کہ برہجوں میں جا۔ وہاں اپنے شوہر سے ملے گی۔ آپ کے فرمانے سے یہ بیاباں پال طے کیا۔ وہاں ایک کتے کے سوا اور کسی کو نہ دیکھا۔ امیر علیہ السلام نے فرمایا تیرا شوہر وہی کتا تھا جو تو نے وہاں دیکھا اور اسے دیکھ کر حیران و سرگرداں ہوئی۔ عورت نے جب یہ بات سنی۔ امیر کے پاؤں میں گر پڑی اور نہایت تضرع و زاری کر کے عرض کی اے امیر مومناں اور اے مقتدائے متقیاں اس راز کو کھول کر بیان فرمائیے۔ فرمایا تیرا شوہر مشرک تھا اس نے خدا و مصطفےٰ سے دشمنی کی۔ اور میری ولایت میں شک کیا۔ خدائے تعالیٰ نے اسے مسخ کر دیا عورت بے چاری نے جب یہ بات سنی تو نہایت عجز و نیاز سے عرض کی اے ولی برحق بے حقوں کے حق کا واسطہ اور پیغمبرؐ رہنما کا تصدق ولایت کی طاقت سے میرے شوہر کو اصلی صورت میں مجھے دکھا دیجئے۔ اور میرے دل غم دیدہ سے اس رنج و غم کو دور کر دیجئے فرمایا اس کتے کے گلے میں رسی ڈال کر لاؤ۔ یہ سن کر عورت بہت خوش ہوئی۔ اور پھر اپنے آدمیوں کو لے کر بیاباں میں گئی اور کتے کے گلے میں رسی ڈال کر جناب امیرؑ کے پاس

آئی۔ جب وہ کتا حاضر ہوا تو خجالت اور شرم کے مارے اس کی آنکھوں سے آنسو
جاری ہوئے اور زار زار رویا۔ امیر المومنینؑ نے قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا کے لئے
ہاتھ اٹھائے اور اس کے لئے دعا فرمائی۔ فوراً اصلی صورت پر ہو گیا۔ اسی طرح لباس
پہنے اور پگڑی سر پر رکھے زمین پر گر پڑا اور زار و زار عرض کی اے امیر المومنینؑ میں
نے آپؑ کے بارے میں شک کیا اور اپنے کئے کی سزا پائی! اب میں شرک سے
بیزار ہوا میرے حال پر لطف و کرم فرمائیے۔ اور ہدایت کی راہ دکھائیے۔ امیرؑ نے
جب دیکھا کہ دین اسلام کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہو گئی ہے تو زبان
مبارک تلقین کے لئے کھولی اور اس کو ایمان تعلیم فرمایا۔ وہ شخص دین محمدی پر ایمان
لایا اور اہل یقین میں داخل ہوا۔ (کوکب دری)

معجزہ ۹۵

علیؑ کے جنازے کے لئے غیبی اونٹ آیا

خواجہ حسنؒ بصری روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیہ السلام نے امام حسنؑ
اور امام حسین علیہ السلام کو وصیت کی کہ جب میرا انتقال ہو تو تم لوگوں کو میرے
کفن ملیں گے تم لوگ
سرہانے جنت کا کافور اور پانچ عدد
مجھے غسل دے کر اسی کافور سے حنوط کر کے کفن پہنا دینا۔
امام حسنؑ فرماتے ہیں کہ حضرتؑ کے مرنے کے بعد حضرت کے سرہانے
ایک طلائی طبق میں کافور جنت کی پانچ خوشبوئیں اور جنت کا کفن دیکھا۔
جب غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو ایک اونٹ آیا ہم نے جنازہ اس پر رکھا
چونکہ حضرت علیؑ کی یہی وصیت تھی کہ ایک اونٹ آئے گا اور میری میت کو میری قبر
تک لے جائے گا۔ چنانچہ اونٹ روانہ ہوا اور قبر کے کنارے جا کر وہ ٹھہر گیا کوئی اس جگہ

واقف نہ تھا۔ قبر کھدی ہوئی تھی۔ ہم نے نماز جنازہ پڑھ کر اس قبر میں لاش اتار دی جب تک لاش کو دفن نہ کیا تھا اس وقت برابر ایک بادل سایہ کئے رہا۔ سفید طائر ہوا میں برابر اڑتے رہے جب لاش قبر میں دفن ہو گئی تو بادل بھی ہٹ گیا اور پرندے بھی کہیں چلے گئے۔

معجزہ ۶۶

علیؑ سے عداوت رکھنے والے کا منہ سیاہ ہو گیا

کتاب مجمع الفضائل والمناقب علامہ ابن شہر آشوب میں ہاشمی سے مروی ہے کہ انھوں نے شام میں ایک شخص کو دیکھا جس کا آدھا منہ کالا تھا اس سے جب دریافت کیا کہ تیرا منہ ایسا کیسے ہو گیا تو اس نے عرض کی کہ میں علیؑ سے عداوت رکھتا تھا اور اکثر برے الفاظ میں ذکر کرتا تھا۔ ایک رات میں سو رہا تھا کیا خواب میں دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص آیا اس نے آواز دی تو ہی وہ ہے جو علیؑ کو برا کہتا ہے اور اس کے ساتھ ہی میرے منہ پر ایک طمانچہ مارا جس سے مجھ کو کافی تکلیف ہوئی۔ اور صبح کو جو منہ دیکھا تو اس طرح کا ہو گیا تھا۔

معجزہ ۶۷

نہر فرات کی مچھلیوں نے آپ کی ولایت اور حجت خدا ہونے کی گواہی دی

سیرت امیر المومنینؑ از سید عطا عباس رضوی صفحہ نمبر ۵۵۴ میں کتاب تہذیب المتین صفحہ ۱۸۰ سطر ۲۲۱ کے حوالے سے ایک معجزہ جناب امیر علیہ السلام

نقل کیا ہے کہ کتاب خرائج الجرائح میں نقل ہے کہ جب امیر المومنین علی ابن ابی
طالب علیہ السلام جنگ صفین سے فارغ ہو کر دریائے فرات کے کنارے
پہنچے تو آپ نے لب فرات کھڑے ہو کر ایک تیر اپنی ترکش سے نکالا اور پھر ایک
زرد رنگ کی چھڑی لے کر فرات کی موجوں پہ ماری اور فرمایا اے آب دریا پھٹ
جا، دریا کا پانی پھٹ گیا۔ اور اس میں سے بارہ چشمے مثل کوہ عظیم جدا جدا نظر
آنے لگے۔ جس کو دیکھ کر سارے لشکری حیران رہ گئے۔ پھر آپ نے کچھ کلام
کیا جس کو حاضرین لشکر میں سے کوئی نہ سمجھ سکا۔ اس وقت دریا کی تمام
مچھلیاں پانی کی سطح سے اوپر آئیں اور آسمان کی طرف منہ کر کے تکبیر و تحلیل
کی صدائیں بلند کیں اور پھر کہا سلام ہو تم پر اے حجت خدا خلق خدا پر ملک
خدا میں اور چشمہ خدا بندگان خدا کے درمیان۔ اس قوم نے تمہاری نصرت
کو ترک کیا جیسا کہ ہارون بن عمران کی نصرت کو ترک کیا تھا۔
امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام نے حاضرین سے مخاطب
ہو کر فرمایا تم لوگوں نے ان کا کلام سنا؟ اور اب گواہ رہنا اس پہ یہ میری حجت
ہے جسکی انھوں نے ابھی گواہی دی ہے۔

معجزہ ۶۸

جادوگر عورت ایک رات میں عراق سے ہندوستان جاتی ہے؟

مصابیح القلوب میں ہبیرہ بن عبدالرحمن سے منقول ہے کہ وہ ایک دن مولائے
کائنات امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی خدمت میں آئے۔ جناب امیرؑ نے
نے ارشاد فرمایا اے ہبیرہ کیا تمہارا دل اپنے اہل و عیال کو دیکھنے اور ان سے
ملنے کو چاہتا ہے جو اس وقت مدینہ میں ہیں۔ ہبیرہ نے عرض کی ہاں امیر المومنینؑ

اگر ایسا ہو جائے یا ہی اچھا ہو۔ اس پر امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ بعد نماز عشاء تم دوبارہ میرے گھر آنا انشاءاللہ تمہاری مراد پوری ہوگی میں جب دوبارہ حاضر خدمت ہوا آپ مجھ کو اپنے گھر کی چھت پر لے گئے۔ مجھ سے عرض کیا کہ اپنی آنکھیں بند کر دو میں نے آنکھیں بند کیں۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے پھر ارشاد فرمایا آنکھیں کھولو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میں مدینے میں مولا کے ساتھ اپنے گھر کی چھت پر ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا جاؤ بچوں سے مل لو میں بچوں سے ملنے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آ گیا مولاؑ نے پھر کہا کہ اب آنکھیں بند کر لو میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر کہا آنکھیں کھولو جب آنکھیں کھولیں تو میں واپس کوفہ میں مولاؑ کے کائنات کی چھت پر تھا۔ امیر علیہ السلام نے فرمایا اے ہبیرہ لوگ کہتے ہیں کہ جادوگر عورت ایک رات میں عراق سے ہندوستان جاتی ہے۔ وہ باوجود کفر کے ایسا کرنے پر قادر رہے اور ہم ایماندار ہو کر کس طرح ایسا کرنے پر قادر نہ ہوں میں محمد مصطفےٰ آخیر المرسلین کا وصی۔ نائب اور خلیفہ برحق ہوں مجھ کو چاروں آسمانی کتابوں کا پورا علم ہے پھر بتاؤ میں کس طرح اپنی خواہشات کو پورا کرنے پر قادر نہ ہوں۔

معجزہ ۶۹

شہر سوس میں حضرت دانیال کی لاش کی برآمدگی

جس کا حال سوائے حضرت علیؑ کے کسی نے نہیں بتایا

بحوالہ تاریخ اعثم کوفی صفحہ نمبر ۱۸۹ دورِ خلافت حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے سوس پر حملہ کر کے شہر فتح کیا جب دروازے

سے اندر داخل ہوئے تو قبر کی مانند ایک بہت بڑا پتھر رکھا ہوا ہے اور اس کے اوپر ایک شخص کی لاش رکھی ہوئی ہے جس پر زربفت کا کفن ہے اور اس لاش کا سر برہنہ ہے۔ ابو موسیٰ اور اُن کے ہمراہی اتنی بڑی لاش دیکھ کر حیران ہو گئے۔ ابو موسیٰ اشعری نے چہرے پر ناک کو اپنے ہاتھ سے ناپا جو ایک ہاتھ کے برابر لمبی تھی۔ ابو موسیٰ نے اہل شہر سے اس لاش کے متعلق دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کو مرے ہوئے کتنے دن ہو گئے ہیں جو ابھی تک اس کی لاش خراب نہیں ہوئی ہے۔ مانند زندہ یہ لاش ہے لوگوں نے بتایا کہ یہ شخص شہر عراق کا رہنے والا تھا وہاں کے لوگ اس شخص کے ذریعہ بارش نہ ہونے پر بارش کے لئے دعا مانگا کرتے تھے، یا جب کبھی کوئی مصیبت پڑ جائے تو یہ شخص مصیبت دور کرنے کا باعث ہوتا تھا ایک دفعہ ہمارے شہر میں بھی بارش نہیں ہوئی جس کی وجہ سے قحط پڑ گیا لوگوں نے کہا اس شخص کو عراق سے بلا کر دعا کرائی جائے لیکن اہل عراق نے منع کر دیا لیکن جب ہم لوگوں نے پچاس اپنے آدمی ضمانت کے طور پر ان کے پاس رکھے تو انھوں نے اسکو ہمارے پاس آنے کی اجازت دے دی۔ اس نے دعا کی خوب بارش ہوئی۔ قحط کی بلا رفع ہو گئی اس کے بعد ہم لوگوں نے اپنے پچاس آدمی عراق ہی میں چھوڑ دیئے اور اس متبرک شخص کو یہاں روک لیا اور اس شخص کی برکاتِ نفس سے رفاہ اور آسائش حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی اجل واقع ہو گئی۔

ابو موسیٰ اشعری نے اپنی فتوحات کے حال کے ساتھ ساتھ اس لاش کی بھی پوری کیفیت جو وہاں کے لوگوں سے معلوم ہو سکی تھی لکھ کر حضرت عمرؓ کو ارسال کر دی۔ حضرت عمرؓ نے تمام اصحاب کو جمع کیا اور دانیال کا حال دریافت کیا گیا کسی نے کچھ نہیں بتایا

پھر عمرؓ نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا آپ نے ارشاد فرمایا یہاں زمانہ قدیم میں بعہد بخت نصر دانیال حکیم پیغمبر مرسل گزرے ہیں بخت نصر کے بعد اس عہد کے بادشاہوں کے ساتھ بھی رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت دانیال کا اول سے آخر تک حال بیان کیا اور حضرت عمرؓ سے کہا کہ تم موسیٰ اشعری کو لکھ دو کہ لاش کو وہاں سے اٹھا کر اس پر نماز پڑھو اور کسی ایسی جگہ پر دفن کر دو کہ ان کی قبر کا پتہ نہ معلوم ہو سکے۔ حضرت عمرؓ نے بموجب ارشاد حضرت علی علیہ السلام موسیٰ اشعری کو تمام باتیں لکھ دیں۔ موسیٰ اشعری نے خط پڑھ کر حکم دیا کہ دریائے سوس کا رخ پھیر دیں۔ بعد دانیال پیغمبر کی لاش وہاں سے نکال کر دوسرا کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی اور اس دریا کے راستہ میں کسی جگہ بڑی مضبوط اور مستحکم قبر بنا کر دریا کو اس جگہ پر دوبارہ جاری کرا دیا۔ یہ ہوتے ہیں علم لدنی کے جاننے والے۔

معجزہ نمبر ۷

شہد کی مکھی نے رسولؐ خدا کی رسالت اور علیؑ کی ولایت کی گواہی دی

بحوالہ کتاب ینابیع المودۃ از علامہ جلیل شیخ سلیمان بلخی قندوزی حنفی سنی مفتی اعظم قسطنطنیہ صفحہ نمبر ۱۳۱ باب ۴۶ میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ایک دن رسول اللہ کے ساتھ میں ایک گلی میں جا رہا تھا حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ اللہ کے رسولؐ کے ہاتھ میں تھا۔ ہمارا گزر ایک شہد کی مکھی کے پاس سے ہوا اس مکھی نے چلا کر کہا یہ محمدؐ ہیں جو انبیاء کے سردار ہیں۔

یہ علیؑ ہیں جو اوصیا کے سردار ہیں اور ائمہ طاہرین کے باپ ہیں۔ پھر ہمارا گزر
ایک اور شہد کی مکھی کے پاس سے ہوا مکھی نے چلا کر کہا یہ (محمدؐ) ہدایت یافتہ ہیں۔
اور یہ علیؑ ہدایت کرنے والے ہیں پھر ہم ایک اور شہد کی مکھی کے پاس سے گزرے
مکھی نے چلا کر کہا یہ محمدؐ ہیں جو اللہ کے رسولؐ ہیں اور یہ علیؑ ہیں جو اللہ کی تلوار ہیں۔

معجزہ ۷۱

رسولِ خدا کے حکم سے علیؑ نے سورج سے کلام کیا

حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے مکہ فتح کرا دیا
تو اللہ کے رسولؐ نے مجھ سے کہا اے علیؑ اٹھو اور اپنی وہ کرامت دیکھو جو اللہ تعالیٰ
نے تمہارے لئے مقرر کی ہے۔ اس آفتاب سے گفتگو کرو۔ حضرت علیہ السلام کہتے
ہیں کہ میں اٹھا اور کہا اے اپنے رب کی اطاعت میں چکر کاٹنے والے بندے
تم پر سلام ہو۔ آفتاب نے اس ہی طرح جواب دیا۔ اے رسولؐ کے بھائی۔ وصی
اور زمین پر اللہ کی حجت تم پر بھی سلام ہو۔ علیؑ کہتے ہیں کہ میں فوراً اللہ تعالیٰ کا شکریہ
ادا کرنے کے لئے سجدہ ریز ہو گیا۔

رسولِ خدا نے مجھکو سجدے سے اٹھایا میرا چہرہ صاف کیا اور ارشاد فرمایا
اے میرے حبیب تمہیں بشارت ہو کہ اللہ تعالیٰ زمین اور آسمان کے لوگوں کی تیرے
ذریعہ فخر اور مباہات کرتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلعم نے انبیاء پر افضل گردانا اوصیا
کے سردار علیؑ ابن ابی طالب کے ذریعہ میری مدد فرمائی۔

معجزہ ۷۲

قبر سے اٹھکر مردے نے کہا السلام علیکم یا وصی اللہ

مصابیح القلوب میں جناب ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک روز مشرکان عرب میں سے تین شخصوں نے آکر کہا اے محمدؐ تو دعوے کرتا ہے کہ میں ابراہیم پیغمبر، موسیٰ پیغمبر اور عیسیٰ پیغمبر سے افضل ہوں۔ حالانکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے۔ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ اس کے مقابلہ میں آپ ظاہری طور پر طور پر کچھ نہیں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ابراہیم خلیل اللہ تھے تو میں حبیب اللہ ہوں اور حبیب خلیل سے بہتر ہوتا ہے اگر حضرت موسیٰ نے کوہِ طور پر حق تعالیٰ سے کلام کیا تو میں نے شب معراج عرش اعظم پر حق تعالیٰ سے باتیں کیں۔ اور شریعت طریقت اور حقیقت کے اسرار سے نوے ہزار باتیں سیکھیں۔ بعدازاں اپنے ہاتھ پر ہاتھ مار کر زبانِ معجزہ بیان سے فرمایا۔ یا علیؑ میری خبر لو۔ امیر المومنین فوراً حاضر ہوئے۔ آنحضرت نے نہایت بشاشت اور کمال سرور سے آپ کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور دریافت کیا اے میرے بھائی میرے نائب تم کہاں تھے امیر المومنین نے عرض کیا یا رسول اللہ میں ایک نخلستان میں تھا کہ آپ کی یاد سے یہاں آگیا۔ پھر اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا اے علیؑ تم میرا پیراہن پہن کر ان تین شخصوں کے ہمراہ یوسف بن کعب کی قبر پر جاؤ اور دعا کرو تاکہ تمہاری دعا کی برکت سے حق تعالیٰ اس کو زندہ کر دے۔ امیر المومنین جناب سید المرسلینؐ کا پیراہن مبارک زیب تن کر کے ان تین شخصوں کے ہمراہ باہر تشریف لے گئے۔ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں بھی آنحضرت کی اجازت سے وہاں گئی دیکھا کہ علیؑ ابن ابیطالبؑ ابن کعب کی ٹوٹی پھوٹی قبر پر جا کر کھڑے ہوئے اور فرمایا اے قبر والے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُٹھ۔ قبر حرکت میں آکر پھٹ گئی اور اس میں سے ایک بوڑھے نے اٹھ کر کہا السلام علیک یا وصی خیر المرسلینؐ امیر علیہ السلام نے فرمایا تو کون ہے اس نے جواب دیا میں یوسف بن کعب ہوں

مجھکو تین سو سال ہوئے ہیں اس دنیا سے رحلت کئے ہوئے۔ اس وقت میرے کان میں آواز آئی کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے۔ اے یوسف اٹھ اور خاتم الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی تصدیق کر۔ تینوں مشرک یہ دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپس میں خیال کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قریش کو بھی یہ معلوم ہو جائے کہ ہماری وجہ سے محمد کو ایک معجزہ دکھانا پڑا کہیں ان کے ایمان اور مضبوط نہ ہو جائیں۔ کہا اے علی اس شخص سے کہہ دیجئے کہ اپنے مقام پر واپس چلا جائے۔ امیر المومنین ع نے کہا اے کعب سو رہو۔ کہ قیامت قریب ہے۔ وہ قبر میں چلے گئے اور قبر خود بخود برابر ہو گئی۔

معجزہ ۷۳

امام حسن علیہ السلام کی فرمائش پر جنت سے انار منگوا دیئے۔

مصابیح القلوب میں مرقوم ہے کہ ایک روز امام حسن علیہ السلام نے مسجد نبوی میں جناب امیر علیہ السلام سے فرمائش کی کہ اے بابا ع مجھ کو انار چاہیئے آپ نے اپنا ہاتھ مسجد کے ستون کی طرف بڑھایا۔ اس میں سے ایک شاخ نمودار ہوا۔ جس کے اندر چار انار لٹک رہے تھے۔ انار توڑ کر امام کو دیئے اور فرمایا اپنی ماں کے پاس لے جاؤ۔ حاضرین حیران ہو کر دریافت کرنے لگے یا امیر المومنین ع یہ کہاں کے ہیں۔ فرمایا یہ بہشت کے ہیں۔ پھر یہ لوگ بولے کیا آپ اس پر قادر ہیں۔ فرمایا ہاں کیا تم لوگوں کو وہ حدیث یاد نہیں جو اللہ کے رسول ص نے میرے حق میں ارشاد فرمائی تھی کہ اے علی ع تم بہشت اور دوزخ کے تقسیم کرنے والے ہو۔ پھر ارشاد فرمایا اللہ کا جو وصی ہوتا ہے وہ ہر امر پر قادر رہتا ہے۔ اور یہی رسول ص کے نائب کی شان ہوتی ہے۔

معجزہ ۷۲

وہ پتھر تلاش کرو جس پر چھ انبیاءؑ کے نام کندہ ہیں

اگر تم امامؑ ہو؟

حضرت عمار یاسرؓ سے روایت ہے کہ میں امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا کہ آپ مجھکو اپنے ساتھ لے کر کوفہ سے باہر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی دو فرسخ فاصلہ طے کیا تھا بجلہ کے مقام پر کچھ یہودی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہنے لگے اے علی ابن ابی طالبؑ اگر آپ امامؑ ہیں تو ہم لوگ کچھ آپ سے دریافت کریں گے وہ آپ بتائیں گے۔ جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا بیشک ہم امامؑ ہیں منجانب اللہ اور تم جو کچھ دریافت کرنا چاہتے ہو وہ میں خدا کے حکم سے ضرور بتاؤں گا۔ یہودیوں نے کہا ہمارے اجداد کے پاس ایک پتھر تھا جس کے اوپر چھ انبیاءؑ کے نام مبارک تحریر تھے ہم لوگ اس پتھر کی تلاش میں ہیں لیکن کافی تلاش کے بعد بھی وہ پتھر ہم لوگوں کو کہیں دستیاب نہیں ہے اگر آپ اس پتھر کو تلاش کر کے دیں۔ حضرت نے فرمایا میرے ساتھ چلے آؤ۔ عمار کہتے ہیں تو وہ لوگ ہمارے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ حتیٰ کہ خشکی کے ایک ایسے مقام پہ وارد ہوئے جہاں ریت کا ایک بہت بڑا پہاڑ موجود تھا۔ حضرتؑ نے فرمایا اے ہوا اس ریت کو اس جگہ سے اڑا کر لے جا تاکہ زمین نظر آ سکے۔ تھوڑی دیر میں ریت کو ہوا اڑا کر لے گئی۔ نیچے ایک بہت بڑا پتھر نظر آنے لگا حضرت نے فرمایا یہ ہے تمہارا پتھر۔ لوگوں نے پتھر کو دیکھا اس پر کہنے لگے کہ اس پر تو چھ انبیاءؑ کے نام کندہ ہیں۔ وہ تو نہیں دکھائی دے رہے ہیں جنکو ہم لوگوں نے

نے اپنی کتاب میں پڑھا تھا۔ اور سنتے آرہے ہیں۔ حضرت علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس پتھر پر یہ نام اسی طرح موجود ہیں جس طرح یہ پتھر زمین پر موجود ہے حضرت نے کہا تم لوگ اس پتھر کو الٹو۔ کافی آدمیوں نے وہ پتھر اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ پھر اللہ کے شیر ؑ نے اسکو الٹ دیا۔ پتھر پر چھ انبیاءؑ اکرام کے نام اس طرف لکھے ہوئے تھے۔ جو صاحب شریعت پیغمبر ہیں۔ حضرت آدمؑ۔ حضرت نوحؑ۔ حضرت ابراہیمؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے،

یہودیوں کے اس گروہ نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسولؐ اور آپؑ امیر المومنین سید الوصیین خلیفۂ برحق اور اس زمین پر اللہ کی حجت ہیں (عیون المعجزات)

معجزہ نمبر ۳

علیؑ کی منت کا دھاگہ جب سے پہنا ہے اس وقت سے میری زندگی میں ایک نئی روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ ایک

عیسائی خاتون کا انٹرویو

۱۹۷۴ء ہندوستان کی مشہور زمانہ عیسائی خاتون ہیلن جو اپنی فنکارانہ صلاحیت کی وجہ سے عالمی شہرت کی حامل ہیں ان کا ایک انٹرویو ہفت روزہ اخبار جہاں ۱۳ فروری ۱۹۷۴ء کو شائع ہوا تھا۔ سوال وجواب کے دوران اخباری نمائندہ نے ہیلن سے کہا کہ یہ بات آپکے لئے مشہور ہے کہ آپ مسلمان ہو گئی ہیں، کیا یہ سچ ہے

ج۔ ہیلن :۔ یہ جھوٹ ہے کہ مسلمان ہوگئی ہوں۔ یہ ضرور ہے کہ میرے گلے میں حضرت علی علیہ السلام کی نذر کا دھاگہ پڑا ہوا ہے۔ ایک بار میں نے ایک منت حضرت علی علیہ السلام سے مانی تھی وہ پوری ہوگئی۔ کسی دوسرے مذہب کا احترام کرنا بری بات تو نہیں ہے۔

ہاں ایک خاص بات یہ ہے کہ جب سے میں نے یہ دھاگہ پہنا ہے تب سے میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ مجھے بے انتہا فوائد حاصل ہوئے ہیں میں یہاں آپ کو ایک مثال دیتی ہوں۔ کہ مشہور صحافی ڈی۔ ایف کراکا کی زندگی پر حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت کا کتنا اثر پڑا ہے تو کیا وہ مسلمان ہوگئے ہیں؟۔ اور ڈاہیلن کے شوہر انتہائی متعصب انسان ہیں۔ اور خاص کر مسلمانوں کے خلاف دل میں بہت نفرت رکھتے ہیں۔ ہیلن نے دوبارہ کہا کہ علیؑ اللہ کی طرف سے اوتار ہیں اوتار کا کام ہر انسان کی مدد کرنا ہوتا ہے جس طرح اللہ سب کو روزی دیتا ہے اس ہی طرح ان کا اوتار مدد کرتا ہے۔

یہ ہے ایک کافرہ کا عقیدہ۔ ہم مسلمانان عالم کو علیؑ کے نقطہ پر جمع ہونے کی دعوت دیتے ہیں کہ کاش انکی محبت دل میں پیدا ہوجائے تو ہر طرف امن ہی امن پیدا ہوجائے گا۔

معجزہ ۲۰۱

مولا علیؑ کے روضۂ مبارک نجف عراق میں آج بھی معجزے ہوتے ہیں؟

(ڈی ایف۔ کراکا)

شہرۂ آفاق پارسی ادیب و صحافی کا مولا مشکل کشا حضرت علیؑ سے عشق روضۂ مبارک پر حاضری کی ایک عجیب و غریب داستان۔

ضریح اقدس سے مس ہوتے ہی قلب کا دورہ ختم ہوگیا۔ پارسی عاشق

پیرہویں صدی کا عدیم المثال کرم۔

مسٹر ڈی۔ ایف۔ کرا کا تعارف۔

مسٹر کرا کا بمبئی سے شائع ہونے والے ہفتہ روزہ مشہور زمانہ انگریزی اخبار کرنٹ کے مدیر تھے۔ آپکا تعلق پارسی فرقے کے ممتاز لوگوں میں ہوتا تھا کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں جو عالمی شہرت کی حامل ہیں ان کتابوں میں خود ان کی اپنی سوانح عمری بھی ہے۔ جس میں انھوں نے اپنے آپکو خدا کے وجود کا منکر بتایا ہے۔ اور نہ کسی مذہب کا پابند۔ ساتھ ہی اپنے آپ کو ایک خطا کار انسان بھی بتایا ہے۔ اس سوانح عمری کا ایک باب بعنوان پھر "حضرت علیؑ آئے۔" اس باب میں انھوں نے بیان کیا ہے کہ ۱۹۵۲ء میں حضرت علی علیہ السلام اُن کے خواب میں آئے۔ اس وقت سے لے کر آج تک ہر مشکل میں مدد فرمائی۔ اور میں تین دفعہ آپ کے روضہ مبارک پر عقیدت کے ساتھ حاضری دے چکا ہوں۔

زیر نظر معجزہ میں کرا کا کی روئیداد مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۷۲ء کے شہرہ آفاق انگریزی جریدہ کرنٹ بمبئی انڈیا کے حوالے سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں ہر زبان کی اپنی خوبصورتی اور اپنا اسلوب ہوتا ہے۔ کسی دوسری زبان میں ترجمہ کرتے وقت وہ حسن برقرار نہیں رہتا۔ جو اس زبان کا خاصہ ہوتا ہے۔ اندازہ لگائیے کہ ایک غیر مسلم بلکہ منکر وجود خدا کے قلم سے مولا علی مشکل کشاء کا عظیم معجزہ نمائی شان والا میں کس طرح جذبہ عشق میں ڈوبے ہوئے پرخلوص مودت کے جذبات اور حقیقی عشق کا اظہار کرتا ہے جس کو پڑھ کر آپکے جذبہ ایمانی کو اور پختگی ہوگی۔

کرا کا تحریر فرماتے ہیں کہ ۱۹۶۳ء میں میرے گردہ اور مثانہ کا ایک پیچیدہ، آپریشن ہوا۔ اس آپریشن کے بعد ہی جس کے زخم کا نشان ۱۲ انچ لمبا ہے میرے

دل میں حضرت علی علیہ السلام کے روضۂ مبارک پر حاضری کی شدید تمنا پیدا ہوئی۔ اس لئے کہ چودہ سال پہلے اسلام کے یہ عظیم رہنما میرے خواب میں آئے تھے۔ وہ میرے خواب میں کیوں آئے تھے یہ مجھ سے نہ پوچھیے۔ مجھے معلوم ہوا کہ علی اعظم عراق کے شہر نجف جو بغداد سے ۱۸۰ کلومیٹر جنوب مشرق میں واقع ہے دفن ہیں۔ ان کی زیارت کو جانے کے لئے میں بمبئی کے عراقی قونصل جنرل کے گھر گیا جو قدیمی نقش و نگار اور قیمتی فرنیچر سے آراستہ تھا۔ جب میں وہاں پہنچا تو قونصل نے میری ترکی قہوہ سے ضیافت کی میں قہوہ پینے لگا جو بہت لذیذ تھا لیکن میرے گردہ کے لئے جس سے ابھی ابھی پتھری نکالی گئی تھی مفید نہیں تھا۔ میں نے قونصل جنرل کو اپنے آنے کی وجہ بتائی کہ میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے بغرض زیارت عراق جانا چاہتا ہوں۔ ایک صحافی کی حیثیت سے نہیں۔ کیونکہ مزار مبارک حضرت علی علیہ السلام پر حاضر ہو کر اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کرنا چاہتا ہوں۔

"حضرت علیؑ" عراقی قونصل جنرل نے متعجب ہو کر کہا "لیکن آپ تو مسلمان نہیں ہیں"۔ "جی ہاں"۔ میں نے جواب دیا۔ میں مسلمان نہیں ہوں لیکن سنہ ۱۹۵۴ء میں حضرت علی علیہ السلام خود میرے خواب میں آئے تھے۔ انھوں نے اپنا مبارک چہرہ دکھایا تھا۔ انھوں نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اور انھوں نے مجھے اپنی جانب کھینچا تھا۔" قونصل جنرل نے جو اس نام کی عظمت کا پورا احساس رکھتا تھا میرے چہرے پر نگاہیں گاڑ دیں۔ اس پر خوف اور عظمت کا احساس طاری ہو چکا تھا۔ اور اسی احساس کے تحت اس کی زبان سے یہ الفاظ نکل رہے تھے "حضرت علیؑ انھوں نے" پھر کہا "لیکن آپ مسلمان نہیں ہیں پھر وہ آپ کے خواب میں کیوں تشریف لائے۔

میں نے جواب دیا۔ مجھ سے نہ پوچھیے کیوں؟ یہ سوال حضرت علی علیہ السلام سے کیجئے مجھ سے نہ کیجئے۔

میری پہلی کہانی کہ میں پہلی بار کیسے نجف پہنچا اور میرے پروگرام میں کیسے کیسے تبدیلیاں ہوئی تھیں جن کے نتیجہ میں حضرت علی علیہ السلام کی ولادت کے دن نجف پہنچا تھا۔ یہ پوری داستان ۱۹۶۸ء کے شمارے کرنٹ اخبار بمبئی انڈیا میں تحریر کر چکا ہوں اس واقعہ کو میں نے اپنی کتاب (THEN-CAME HAZRAT ALI) میں بھی تحریر کیا ہے جو ۱۹۷۲ء میں شائع ہوئی ہے۔ میں آپ کو کیا بتاؤں یہ بڑی تعجب خیز بات ہے کہ اس دن جیسے ہی میں نے حضرت علی علیہ السلام کے روضہ مبارک پر قدم رکھا ویسے ہی ساری روشنی کے جھاڑ اچانک روشن ہو گئے تھے۔ اور ان کی روشنی سے پورا روضہ منور ہو گیا تھا۔ روضہ کے گنبد میں جڑے ہوئے ہزاروں آئینے جگمگا رہے تھے۔ بغداد میں میری آمد کی تاریخ میں متعدد تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ لیکن تعجب خیز بات یہ ہے کہ میں جس وقت روضہ اقدس میں داخل ہوا اسی وقت سے حضرت علیؑ کی ولادت کا جشن شروع تھا مسلم کیلنڈر کی رو سے دن غروب آفتاب سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔

فروری ۱۹۷۱ء میں دوبارہ نجف گیا اس وقت مجھ کو احساس ہوا کہ میری حاضری سے حضرت علی علیہ السلام زیادہ خوش نہیں تھے۔ ان کے روضہ کے طلائی گنبد کی مرمت ہو رہی تھی۔ یہ ہی زمانہ تھا جب ایک آسٹریلین غنڈے نے یروشلم کے قدیمی حصہ میں مسجد اقصیٰ کو آگ لگانے کی کوشش کی تھی۔ اور اس وقت جبکہ میں نجف کے روضہ اقدس کے ایک کونے میں بیٹھا دعاؤں میں مصروف تھا۔ ایک مسلح حفاظتی دستہ میری نگرانی کر رہا تھا جب میں ایک سید کے ساتھ روضہ کے باہر صحن میں آیا تو اس وسیع و عریض صحن میں ہم محض دو آدمی تھے باقی سارا روضہ خالی تھا۔

میں حکومت عراق کا ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے ویزا عطا کر دیا تاکہ میں نجف جاکر حضرت علیؑ اعظم کی خدمت میں نذرانۂ عقیدت پیش کرسکوں۔ اب میں نجف کے

تیسرے سفر سے واپس آیا ہوں یہ میری تیسری زیارت ہے جو اپنے حسن و دلکشی میں سابقہ زیارات کو ماند کر دیتی ہے۔ جیسا کہ کرنٹ اخبار کے قارئین جانتے ہیں یہ سال میرے لئے اور اخبار کے لئے کچھ اچھا ثابت نہیں ہوا۔ اس لئے کہ ان کاموں کے علاوہ جو مجھے مشرق وسطیٰ میں تھے میں ان روضۂ اقدس میں حاضری ضرور دینا چاہتا تھا جس کے مکین اس وقت بھی میری مدد کرتے ہیں۔ اس حضوری کا نتیجہ ہے کہ میں جسمانی، ذہنی اور روحانی طور پر زیادہ تازہ نظر آتا ہوں۔

اتوار کی صبح سوا سات بجے بی او اے سی کے طیارے کے ذریعہ میں بمبئی کے ہوائی اڈے سانتا کروز سے روانہ ہوا۔ دوبئی، کویت سے ہوتا ہوا بغداد کے ہوائی اڈے پر اترا۔ بغداد کا وقت ہمارے ہندوستان کے وقت سے ۲½ گھنٹہ پیچھے ہے۔ ایک دن یہاں قیام کے بعد دوسرے پیر کے روز ہم کربلا کی راہ سے نجف کے لئے روانہ ہوئے یہ سڑک شفالٹ کی بنی ہوئی ہے اور شاہراہوں کی تعمیر کا ایک اچھا نمونہ ہے۔ آج کے ترقی یافتہ ممالک سڑکوں کی تعمیر پر پوری توجہ دیتے ہیں۔ میرے ڈرائیور کا خیال تھا کہ میں پہلے کربلا کی زیارت کروں گا جہاں حضرت کے دو بیٹوں یعنی امام حسینؑ اور حضرت عباسؑ کے مزارات ہیں۔ یہ دونوں کربلا کی جنگ میں شہید ہوتے تھے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا کہ ہم سیدھے نجف جائیں گے۔ ڈرائیور نے احتجاج کرتے ہوئے کہا لیکن سارے سیاح پہلے کربلا جاتے ہیں۔ ہوا کرے لیکن میں تو سیدھا نجف جاؤں گا میں سیاح نہیں ہوں۔ ڈرائیور نے مڑ کر تعجب سے مجھ کو دیکھا۔ میں نے اسے سمجھایا کہ میں نہ مسلمان ہوں اور نہ سیاح ہوں۔ میں حضرت علی علیہ السلام کے حضور میں عقیدت کا سر جھکانے جا رہا ہوں اس لئے کہ برسوں پہلے وہ میرے خواب میں آئے تھے۔ گزشتہ سال جب میں سخت بیمار تھا تو پورے سال انھوں نے ہی مجھے باقی رکھا تھا۔ باوجود اس کے

کہ میں زور سے بول رہا تھا لیکن میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ میں خود اپنے آپ سے گفتگو کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ بے چارا عرب ڈرائیور جس کی انگریزی بہت ٹوٹی پھوٹی تھی وہ سمجھ ہی نہ سکتا تھا کہ کس کے بارے میں میں کیا کہہ رہا ہوں۔ دوسرا اس نکتہ کو جو میں سمجھانا چاہتا تھا کہ نجف کے روضہ کا اور میرا ایک ذاتی اور نجی رشتہ ہے جس کا کسی مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اچھا تو پہلے آپ نجف جائیں گے اور پھر کربلا جائیں گے۔ ڈرائیور نے کہا اور میں نے سوچا کہ اس بات کو یہیں ختم کر دیا جائے۔ چنانچہ ہم کربلا سے گزرے اور باوجود اس کے کہ میں نے کربلا کے دونوں مزاروں کو بڑے احترام سے ہاتھ جوڑ کر سلام کیا۔ لیکن ہم براہ راست نجف چلے گئے۔ اب بہت شدید گرمی ہو رہی تھی۔ یہ گرمی دہلی کی گرمی سے زیادہ تھی اور نمی یا سمندری ہوائیں جو مہاراشٹر کے ساحل پر ہوا کرتی ہیں ان کا کوئی نشان نہیں تھا۔ کبھی کبھی ہم راستہ میں ٹھہر بھی جاتے تھے تاکہ پیپسی کولا یا انگوروں یا تربوزوں کی قاشوں سے اپنے ہونٹوں کو تر کرتے رہیں۔ جس سے بڑی تراوت اور فرحت ملی۔ پانچ کلومیٹر کے فاصلہ سے ہی نجف کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ حضرت علیؑ کے روضہ کا طلائی گنبد سنہری دھوپ میں خوب چمک رہا تھا۔ اور میں نے دوری سے ہی اسے پہچان لیا۔ میرے دل میں ایک اضطرابی کیفیت پیدا ہوئی اور ظاہراً میں پرسکون بنا رہا۔ "بابا" کہہ کر میں نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کیا میں بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے پھر آنے کی اجازت عطا فرمائی۔ میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جیسا کہ میرا ورد ہے میں نے ایک سو دس حضرت علیؑ کے نام کا ورد کیا۔ اس سال فروری سے لے کر اب تک ؟) نے یہ نام (علیؑ علیؑ) پانچ لاکھ مرتبہ سے زیادہ لیا ہوگا۔ یہ ریڈیو بینڈ پر ویولینگتھ حاصل کرنے کا معاملہ ہے سوئی کو صحیح طور پر گھمایئے تو دیکھو وہ اسٹیشن مل جاتا ہے جس کی آپ کو تلاش ہوتی ہے۔

ورنہ ہزاروں مرتبہ سوئی گھماتے رہیئے۔ آپ کو اصلی اسٹیشن نہیں ملے گا۔ نجف پہنچ کر اسفالٹ کی پختہ سڑک ختم ہو گئی۔ زمین خاک آلود تھی۔ اور ناہموار ڈرائیور نے پوچھا کیا ہم سیدھے روضہ پر چلیں؟ یہاں پہنچ کر مجھ سے ایک غلطی ہو گئی۔ بمبئی میں عراقی قونصل جنرل نے مجھے نجف کے گورنر کے نام ایک تعارفی خط دے دیا تھا۔ اس لئے میں نے سوچا کہ پہلے گورنر سے مل لوں۔ اس کے بعد روضہ پر چلوں، چونکہ عراقی گورنمنٹ کے نمائندہ نے بڑے حسن اخلاق کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس لئے میں نے کہہ بھی کرنا (گورنر کے پاس چلنا) زیادہ مناسب ہوگا۔ لیکن بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ میرے لئے ایسا کرنا غلط تھا۔ میں کربلا میں نہیں ٹھہرا تو خیر۔ لیکن حضرت علی کے حضور میں نیازمندی کا سر خم کرنے سے قبل عراقی حکومت کے کسی رکن کے پاس خواہ وہ کتنا ہی بلند ہو جانا میری سب سے بڑی غلطی تھی۔

گورنر نے ازراہ مہربانی کبابوں سے میری ضیافت کی اور ایک حفاظتی دستہ بھی میرے ساتھ کر دیا۔ لیکن جیسے ہی میں روضہ پہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ کلیدبردار نے میرے داخلہ کی ممانعت کر دی ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ میں صحن میں تو گھوم سکتا ہوں لیکن روضہ کے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔ مجھے حضوری سے محروم کر دیا گیا تھا۔ یہ تو میری غلطی تھی۔ اور میں خود اپنے سوا کسی کو الزام نہیں دے سکتا تھا۔ جیسے عالم احساس میں میں یہ تادیبی الفاظ سن رہا تھا "کہ تم میرے پاس آنے کے لئے حکومت کا واسطہ تلاش کرتے ہو۔ جبکہ میں خود خواب میں تمہارے پاس آیا تھا۔

میں نے کوئی آواز تو نہیں سنی لیکن یہ محسوس کر رہا تھا کہ وہ حضرت علی علیہ السلام مجھ سے یہی جملہ فرما رہے تھے۔ میں نے اپنی غلطی کا احساس کر لیا تھا لیکن اب اس کی تلافی بھی

۱۔ پختہ سڑک بنانے کی مشین کا نام ہے۔

کیا ہو سکتی تھی۔

میں صدر دروازہ کے باہر کھڑا ہو گیا اور مجھے جو ملامت کی گئی تھی۔ اسے میں نے قبول کر لیا میں نے اپنے کوٹ کی جیب سے وہ کارڈ نکالا جس پر میں نے ان لوگوں کے نام لکھ لیئے تھے جن کے لئے مجھے اس دربار میں دعا کرنی تھی اور وہ چیزیں لکھ رکھی تھیں جن کے لئے دعا کرنی تھی۔ میں صحن میں کھڑا دعائیں مانگ رہا تھا۔ اور سینکڑوں عرب عورتیں اور بچے مجھے دیکھ رہے تھے۔ مجھے خود اپنے اوپر ترس آ رہا تھا میرے ساتھ حفاظتی سپاہیوں کے دستہ کو دیکھ کر کچھ سید روضے سے باہر آئے۔ وہ میرے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک آدمی بار بار اپنے سینے پر ہاتھ رکھتا تھا میرے پوچھنے پر مجھے بتایا گیا کہ وہ مجھ سے یہ کہہ رہا ہے امام علیؑ تمہارے دل میں ہیں۔ سپاہی مجھ سے دور کھڑے تھے انھوں نے مجھے چھوڑ دیا تھا تاکہ میں اطمینان سے دعا کر لوں۔ انھوں نے ازراہ مہربانی کھانا ضرور کھلایا لیکن وہ مجھے روضہ کے اندر نہیں پہنچا سکتے تھے میں بھی اندر نہیں جانا چاہتا تھا ایک مرتبہ عراقی حکومت کے ایک بہت بڑے افسر نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر علی علیہ السلام تمہیں بلاتے ہیں تو دنیا کی کوئی طاقت تمہیں ان کی زیارت سے نہیں روک سکتی مجھے اپنے ملک میں جیل جانا پڑا تھا۔ لیکن اس سے مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ اس کی مثال تو ایسی تھی جیسے زندگی میں ذرا سی خاک جسم پر پڑ جائے۔ لیکن حضرت علیؑ کے روضہ کے اندر جانے کی اجازت نہ ملنا میرے لئے ازحد تکلیف دہ تھا یہ تو ایسا ہی تھا جیسے کسی برہمن کو اس کے مقدس مندر میں جانے سے روک دیا جائے۔ میں نے دعائیں کیں اور نہایت رنج اور مایوسی کے عالم میں بغداد واپس ہو گیا۔

انھوں ہی نے (حضرت علیؑ نے) مجھے شکست قبول کرنا بھی سکھایا تھا۔ اور یہ وعدہ بھی دیا تھا کہ ایک دن انھیں کی بدولت مجھے اچھے دن دیکھنا نصیب ہوں گے۔ برسوں کی محنت کے نتیجہ میں مجھے یہ اندھی عقیدت حاصل ہوئی تھی۔ لیکن اب میں پریشان تھا

اس لئے کہ خود انھوں نے اس تیسری زیارت کے وقت مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ آخر مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ مجھے ٹھکرا دیا تھا۔ میں بستر پر لیٹا یہی سوچ رہا تھا کہ میری آنکھ لگ گئی۔ ٹیلیفون کی گھنٹی بجی۔ معلوم ہوا کہ حکومتِ عراق کا ایک نمائندہ نیچے ہوٹل کی لابی میں میرا منتظر ہے اس کا یہ کہنا تھا کہ وہ مجھے جانتا ہے، لیکن شاید اسے نہیں پہچان سکوں گا۔ میں نے اسے اوپر اپنے کمرے میں بلایا اور میں اسے پہچان بھی گیا وہ عراقی وزارتِ اطلاعات کا وہی افسر تھا جو مجھے ۱۹۶۸ء میں پہلی مرتبہ نجف لے گیا تھا۔ میں نے اس سے کہا میں نے اپنی نئی کتاب میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ وہ پھر حکومت کی جانب سے آیا تھا کہ مجھے نجف پہنچا دے۔ اسے بہت تعجب ہوا جب میں نے کہا میں دوبارہ اس سفر پر تیار نہیں ہوں اس شدید گرمی میں چھ گھنٹے کا سفر۔ اور پھر آج مجھے روضہ میں داخلے کی اجازت بھی نہیں ملی مجھے کبھی زندگی میں ایسی مایوسی اور دل شکستگی کا سامنا نہیں ہوا تھا۔

سرکاری نمائندہ بہت مہربان تھا اس نے کہا وہ میرے لئے خصوصی اجازت نامہ حاصل کرے گا۔ حکومت کو میری آمد کی اطلاع تھی۔ چنانچہ حکومت نے اسے بھیجا تھا کہ وہ میری خبر گیری کرے۔ اور مجھے نجف پہنچا دے۔ میں اپنے دل کی گہرائیوں میں محسوس کر رہا تھا کہ حضرت علیؑ مجھ سے دور دور ہیں کھنچے کھنچے ہیں۔ تم ڈی ایف کراکا! تم جس کے پاس میں خود آیا تم میرے پاس حکومت کے واسطے سے آتے ہو۔" میں نے یہ لفظ تو نہیں سنے۔ لیکن میں نے یہ ڈانٹ۔ یہ تادیب پوری شدت سے محسوس کر لی تھی۔

میں نے یاس کے عالم میں سر ہلایا اور کہا اب میں دوبارہ نجف کی زیارت کے بغیر ہندوستان جانے پر آمادہ ہوں۔ حالانکہ یہ چیز میرے لئے حد درجہ تکلیف دہ تھی منگل کا دن آ گیا میں نے طے کر لیا تھا کہ اب میں کچھ نہیں کروں گا۔ میں اپنے ہوٹل سے باہر تک نہیں گیا۔ وزارتِ خارجہ کا ایک بڑا افسر جس کے نام میرے پاس تعارفی خط تھا مجھ سے ملنے آیا میں نے اس سے اپنی مایوسی کا ذکر کیا۔ وہ مجھ سے بہت متاثر ہوا اس نے مجھے تسکین دیتے

ہوئے کہا کہ اگر حضرت علی علیہ السلام آپ کو طلب کرتے ہیں تو آپ اب بھی جا ئیں گے اس کے الفاظ بالکل صحیح ثابت ہوئے اس لئے کہ ایک عجیب واقعہ کے نتیجہ میں میں دوسرے ہی روز نجف جا رہا تھا۔ راستہ میں کربلا واقع تھی میں نے حسب دستور سر جھکایا وہاں ٹھہرا نہیں دور دور روشنیاں خاص طور پر نمایاں تھیں۔ رات بھی صاف تھی سڑک بھی صاف تھی۔ سوا دو گھنٹے میں میں نجف پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ ساری سڑکیں موٹروں اور بسوں سے بھری پڑی ہیں۔ اور پانچ لاکھ آدمی اس رات میں نجف پہنچ چکے ہیں۔ کیوں مجھے نہیں معلوم : پولیس نے ہماری کار کو اس راستہ سے جو روضہ کو جاتا تھا ہٹا دیا۔ ہماری موٹر داہنی طرف مڑ گئی لیکن اتنا ہجوم تھا کہ موٹر زیادہ آگے نہیں بڑھ سکی۔ چنانچہ ہم نے ایک گلی میں موٹر چھوڑ دی میں موٹر سے اترا۔ روضہ کا دروازہ ایک چوتھائی میل کے فاصلہ پر صاف نظر آ رہا تھا۔

صراطِ مستقیم

میں جس سڑک پر تھا ویسی میرے خیال میں ساری دنیا میں ایک سڑک تھی۔ یہ سڑک وہی ہے جس کا ذکر بائیبل میں ہے اور میں نے اسے اس وقت دیکھا تھا جب برسوں پہلے ایک دن کے لئے بیروت سے دمشق گیا تھا۔ اس سڑک کا نام صراطِ مستقیم تھا۔ یہ سڑک بہت مقدس سمجھی جاتی ہے اس لئے کہ بائیبل کے بقول اس سڑک پر حضرت عیسیٰ چلے تھے۔ میں جیسے ہی نجف کی اس سڑک پر روانہ ہوا جو روضہ کو جاتی تھی مجھ پر احترام تقدس۔ ایک اندرونی جذبہ اور خوف کی ملی جلی کیفیت طاری ہوگئی۔ سڑک ریتیلی تھی۔ اور میرے داہنی جانب ایک گڈھا کھدا ہوا تھا۔ یہ گڈھا گلی کے کنارے کنارے بڑے قاعدہ طریقے پر کھدا ہوا تھا۔ میرے بائیں جانب کچھ بوڑھے لوگ تھے اور ہزاروں عورتیں اور بچے تھے۔ بعض سڑک پر سو رہے تھے اور بعض جاگ چکے تھے۔ سڑک پر حرف ذرا سی جگہ تھی۔ جس پر لوگ چل

چل سکتے تھے اور یہ بھی آنے جانے والوں سے بھری ہوئی تھی۔ میں بڑی احتیاط
سے چل رہا تھا تاکہ کسی سونے والے پر پاؤں نہ پڑ جائے اور اچانک میں نے دیکھا
کہ میں صحن اقدس کے دروازے پر پہنچ گیا ہوں۔ میں دروازے پر ٹھہرنا چاہتا
تھا لیکن پیچھے سے آنے والے ریلے کے نتیجے میں میرے پاؤں نہیں ٹک سکے اور
میں صحن میں داخل ہو گیا۔ صحن میں غضب کا مجمع اور حرم سے زیادہ بھیڑ بھاڑ
تھی۔ ہزاروں عورتیں کالی عبائیں اوڑھے اس سمت میں بڑھ رہی تھیں جدھر سے
روشنی کا سیلاب آ رہا تھا۔ میں پیچھے ہٹ سکتا تھا اور نہ مڑ سکتا تھا۔ اس لئے میں
نے چاہا کہ ایک طرف کنارے ہو جاؤں تاکہ وہ لوگ جو میرے پیچھے آ رہے ہیں آگے
بڑھ کر روضہ تک چلے جائیں۔ میں یہ اس لئے چاہتا تھا کہ مجھے یہ معلوم تھا کہ اس
مرتبہ مجھے روضہ کے اندر حاضر ہونے کی اجازت نہیں ہے۔ اور مجھے باہر ہی کھڑے
رہنا چاہئے۔ چونکہ یہ ان کا (حضرت علیؑ) حکم تھا۔ اس لئے میں بھی اس حکم کی تعمیل کرنا
چاہتا تھا لیکن پھر ایک ریلا آیا جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں اور اس ریلے کے نتیجہ میں
میں پھر کنارے سے ہٹ کر اصل مجمع میں پہنچ گیا۔ عین اسی وقت میرے سینے میں
درد شروع ہوا۔ میں جان گیا کہ دل کے پٹھے کا درد ہے جسے پونا میں میرے ماہر
امراض قلب نے کہا تھا کہ وہ مر چکا ہے اور اس کے نتیجے میں اب نہ درد ہوگا اور نہ پٹھا
زندہ ہو سکے گا۔ میں مجمع میں پسا جا رہا تھا اور مجھے ٹھنڈے پسینے آنے شروع ہو گئے
قلب کے دورے کی نشانیوں کو میں خوب جانتا ہوں اس لئے اب جو کیفیات مجھ پر طاری
تھیں ان کے نتیجہ میں میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ شاید بس اب نہیں اسی وقت مجھے قلب کا
پھر سے دورہ پڑنے والا ہے۔ میں مبہوت ہو رہا تھا مجھے کچھ ہوش نہیں تھا اور ریلے
کے زور میں بڑھتا جا رہا تھا۔ اچانک میرا پاؤں کسی چیز سے ٹکرایا اور میں نے دیکھا
کہ میں روضہ کی سیڑھیوں تک پہنچ گیا ہوں۔ میرے پاؤں لڑکھڑانے لگے اور میں

گھٹنوں کے بل گرنے لگا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور چاروں طرف نظر ڈالی تاکہ یہ معلوم کروں کہ میں کہاں ہوں؟ معلوم ہوا کہ میں اس جگہ ہوں جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں۔ میں کشف بردار کے سامنے تھا۔ اس نے میرے چپل لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور قبل اس کے میں یہ سوچتا کہ اب کدھر جاؤں مجھے کسی نے اٹھا کے آگے پہنچایا اور میں نے اچانک دیکھا کہ میں روضہ کے اندر ہوں۔ روضے میں نور کا سیلاب تھا۔ روشنی کے وہ جھاڑ جو ایک مرتبہ صرف میرے لئے روشن کئے گئے تھے پوری تابناکی سے جگمگا رہے تھے اور میں نور کے اس اطمینان میں حضرت علی علیہ السلام کی مقدس ترین بارگاہ کے اندر کھڑا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود مجھے میرے جسم و جان کے ساتھ روضہ کے اندر لے آئے تھے روشنیاں پوری طرح جگمگا رہی تھیں۔ اور گنبد۔ دیواروں کے آئینے ان روشنیوں کے عکس سے ہیرے کی طرح چمک رہے تھے۔ اور جس طرح پہلے میرا استقبال کرتے تھے اسی طرح آج بھی مجھے خوش آمدید کہہ رہے تھے۔ میں گنبد کے نیچے پہنچا دیا گیا تھا یہاں بے پناہ مجمع تھا اور لوگ نمازوں میں مصروف تھے۔ میرے لئے کسی طرف جانا ناممکن تھا۔ میں بس ضریح کی طرف بڑھ سکتا تھا۔ واپسی کا سوال نہیں تھا۔ ریلے میں ٹھہرنا ممکن نہیں رہا۔ اس لئے میں بھی ریلے کے ساتھ آگے بڑھنے پر مجبور تھا۔ ضریح کے ایک جانب کھڑے ہوئے سیدوں نے میرا استقبال کیا۔ کیا یہ استقبال محض خوش اخلاقی کے مظاہرہ کے طور پر تھا؟ یا انہیں یہ معلوم ہو گیا تھا کہ میں کون ہوں۔ انسان کی یہ کمزوری ہے کہ وہ اپنے آپ کو حقیقت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ لیکن حضرت علی علیہ السلام کی مرمریں قبر مبارک پر قائم کی ہوئی سیمیں ضریح کے گرد طواف کرتے وقت میں نے اپنے دل کی گہرائیوں میں یہ محسوس کیا کہ دنیا میں اس شخص سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا جس کی بارگاہ میں نذرانۂ عقیدت پیش کرنے کے لئے یہ لاکھوں آدمی اس مجمع میں جمع ہوئے ہیں۔

میں نے ۱۶ اپریل ۱۹۵۴ء کی صبح صادق کے وقت پہلی بار خواب میں ان کی زیارت کی تھی اس وقت سے آج تک میں نے جب بھی ان کا نام سنا ہے تو یہ دیکھا ہے کہ ان کا نام بڑے احترام سے لیا جاتا ہے میں تمام مذاہب کے سارے بزرگوں کا احترام کرتا ہوں لیکن جب حضرت علی علیہ السلام کا نام لیا جاتا ہے تو میں نے محسوس کیا ہے کہ ایک خاص تاثیر ایک جداگانہ کیفیت طاری ہوتی ہے یہ فرق کیا ہے؟ اسے میں آج تک معلوم نہیں کر سکا۔ لیکن جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے مجھے یہ فرق زیادہ بیّن زیادہ واضح طور پر ہوتا جاتا ہے۔

چمکدار آئینوں میں ضریح میں بندھے ہوئے سبز سبز رنگ کے کپڑوں کا عکس ان آئینوں پر پڑ رہا تھا جو لاکھوں روشنیوں جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔ چمکدار آئینوں میں انعکاس پذیر سبز سبز رنگ ایسا خوبصورت تھا کہ میں یہ محسوس کر رہا تھا جیسے میں ہیرے اور زمرد کے شامیانے کے نیچے طواف کر رہا ہوں۔ ایسا لگتا تھا جیسے میں خواب کی دنیا میں سیر کناں ہوں میرے آگے ایک عبا پوش بچی تھی جو ضریح تک پہنچنے کے لئے ہاتھ بڑھا رہی تھی۔ اس نے دو مرتبہ کوشش کی لیکن دونوں مرتبہ عورتوں کے ریلے کی وجہ سے وہ ضریح تک پہنچنے میں ناکام رہی پھر بھی وہ ہاتھ بڑھائے ہی رہی۔ اور آخر کار اس نے ضریح کو جو "تلی" کا دروازہ کہلاتی ہے چھو ہی لیا۔ اس کی زبان سے گری جا رہی تھی چنانچہ اس نے اپنی عبا گھسیٹی اور ضریح پر جھک گئی۔ میں اس کے پاس سے گزرا تو وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دی اور آگے بڑھ گئی۔ میں جیسے ہی مراد سے ضریح تک پہنچ گیا۔ اب میں نے پہلی بار ضریح کو چھوا اور ایک ٹھنڈی سانس اطمینان اور سکون کی لی۔ میری زبان سے کوئی لفظ نہیں نکلا۔ اس لئے کہ اس جذبات آفریں موقع پر قوت گویائی سلب ہو جاتی ہے۔ لیکن مجھے حضرت علی علیہ السلام سے کچھ کہنے کی حاجت بھی کیا تھی؟ میں جانتا ہوں کہ میرے دل میں جو کچھ ہے اسے وہ خوب جانتے ہیں۔ میں تین آدمیوں کی نظر میں نہیں

لیکن جب ہم روضہ کی دوسری سمت پہنچے تو مجمع کم ہو رہا تھا۔ میں روضے سے باہر جانے والا تھا اچانک میں نے دیکھا کہ میرے لئے راستہ صاف کر دیا گیا ہے۔ ضریح اقدس تک میرے لئے راستہ کھلا ہوا ہے تاکہ میں ضریح تک جاؤں اور بغیر کسی دھکے وغیرہ کے میں ضریح سے اپنا جسم مس کر دوں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ مجھے نہیں معلوم کہ میں کیا کیا کہتا رہا۔ بس مجھے اس کا ہوش ہے کہ میں ضریح کو پکڑے ہوئے تھا۔ مجھے محسوس ہو رہا تھا جیسے میرے شانوں سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا ہے۔

اب میں روضہ سے باہر نکلا تو میں دل پر جو دباؤ اور شدید درد محسوس کر رہا تھا۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔ میرے پاؤں کانپ رہے تھے۔ لیکن میں اب بھی کھڑا رہ سکتا تھا۔ میں آہستہ آہستہ نمازیوں کی صفوں سے گزر تا وہاں پہنچا جہاں جوتے رکھے جاتے ہیں۔ یہاں سے صحن میں آیا اور صحن سے گزرتا ہوا اسی سڑک پر آگیا جو دمشق کی صراط مستقیم کی مانند تھی۔

جب میں روضے کے اندر سے باہر آرہا تھا تو میں نے "یا علیؑ یا علیؑ" کی وہ صدا ئیں سنیں جن سے میں پہلے سے آشنا تھا۔ میں یہ دیکھنے کے لئے مڑا کہ یہ آواز کس کی آواز ہے؟ یہ ایک گوری چٹی عورت تھی جس کی عمر تقریباً بیس سال کی ہوگی وہ اس وقت علیؑ کی قربت محسوس کر رہی تھی اور انھیں پکار رہی تھی۔ اس عورت نے محسوس کیا کہ میں نے اسے علیؑ کو پکارتے دیکھ لیا ہے لیکن وہ ذرا بھی گھبرائی نہیں وہ یا علیؑ علیؑ کہتی رہی جس وقت میں کشف خانہ سے نکل رہا تھا تو ایک نوجوان عرب لڑکی داخل ہو رہی تھی۔ یہ لڑکی دونوں آنکھوں سے اندھی تھی اس لئے اس کی ماں یا شاید بڑی بہن اسے پکڑ کر لا رہی تھی۔ ریتیلی سڑک پر آنے کے بعد میں اپنی موٹر تک پہنچا میرے دل میں اب درد کا کوئی اثر نہیں تھا اور میرے دماغ میں پریشانی کا کوئی بوجھ باقی نہیں رہا تھا۔ مجھے اپنے جسم و روح میں ایسا ہلکا پن محسوس ہو رہا تھا جیسا کہ مہینوں سے مجھے حاصل نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب سڑک پر بڑی سرگرمی تھی۔ بکانی لوگ جاگ چکے ہیں۔ صبح کے آثار نمایاں ہو رہے تھے اور پھیری والے روٹیاں اور قہوہ فروخت

کرتے ہے تھے جیسے ہی ہم موٹر پر سوار ہو کر مڑے تو معلوم ہوا کہ سینکڑوں آدمیوں نے
سڑک روک دی ہے۔ پولیس نے ہماری موٹر دوسرے راستہ کی جانب موڑ دی موٹر
آگے بڑھی تو ہم اس قبرستان میں پہنچ گئے جہاں لاکھوں آدمی دفن کیے جاتے ہے
ہیں۔ اب بالکل سناٹا تھا اور موٹر کے اسپرنگ کی آواز نہیں تھی۔ یہاں کوئی آدمی نہیں
تھا بس قبروں کے نشان تھے۔ ان لوگوں کی قبریں جو حضرت علی علیہ السلام کے روضہ
کے پاس مرنا اور دفن ہونا چاہتے تھے۔ دس پندرہ منٹ تک ہماری کار اس قبرستان
سے گزرتی رہی اور اس کے بعد ہم راستہ پر آگئے۔ میں نے آسمان پر نگاہ ڈالی تو صاف و
شفاف آسمان میں ہلالی شکل کا چاند موجود تھا اور میں پوچھنا شروع ہو گئی تھی لیکن
آج یہ لاکھوں آدمی یہاں کیوں جمع ہوئے؟ میں نے پوچھا۔ آج شب معراج ہے
جب ہمارے رسولؐ آسمان پر تشریف لے گئے تھے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں تھا جواب
ملا۔ میں نے سر ہلا دیا۔ سال کے سارے دنوں میں حضرت علی علیہ السلام مجھے شرف
حضوری عطا کرنے کے لئے مخصوص ایام کا انتخاب فرمایا کرتے ہیں۔ پہلی مرتبہ مجھے آپ نے
اپنی سالگرہ کے دن طلب فرمایا تھا۔ اور اس مرتبہ شب معراج میں مجھے حاضری کا شرف
عطا فرمایا گیا۔ یہ تھی میری روداد اور اس کائنات کے سب سے بڑے انسان کا میرے
اوپر کرم۔

السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا کے ایڈیٹر خشونت سنگھ کا دوسری

الف۔ کراکا سے ایک تاریخی انٹرویو

میں نے حضرت علیؑ کو یوں دیکھا ہے جیسے تین فٹ کے فاصلہ پر تمہیں دیکھ
رہا ہوں۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ حضرتؑ مجھ ایسے شخص کو اپنی زیارت سے کیوں مشرف

فرماتے ہیں ڈی۔ ایف۔ کراکا، کراکا کے دعوے سے میری لاادریت میں زلزلہ آگیا
(خشونت سنگھ)

بمبئی کے مشہور زمانہ انگریزی جریدہ السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا کے ایڈیٹر مسٹر خشونت سنگھ نے انگریزی جریدہ کرنٹ کے ایڈیٹر ڈی۔ ایف کراکا (دوسو کراکا) کے اس دعوے پر کہ انھیں حضرت علی علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی ہے اپنے جریدہ "فرینڈ" میں ایک بڑا دلچسپ شذرہ سپرد قلم کیا ہے۔ کراکا اور خشونت سنگھ ایک دوسرے کے بڑے گہرے دوست تھے۔ دونوں انڈیا کے ممتاز صحافی۔ خشونت سنگھ رابطہ باطن سے قائل نہیں ہیں۔ لیکن کراکا کے دعوے نے ان کی لاادریت کو متزلزل کر دیا ہے۔ خشونت سنگھ السٹریٹیڈ ویکلی کی اشاعت مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۷۰ء میں رقمطراز ہیں۔

میرے سامنے جب کوئی روحانی یا باطنی تجربہ کی بات کرتا ہے۔ تو میرا پہلا ردعمل وہی ہوتا ہے جو کسی شخص کے بھوتوں سے ملاقات کے دعوے کے وقت ہوا کرتا ہے۔ میں ایسے شخص کو سودائی یا مجنوط الحواس تصور کرتا ہوں لیکن جب یہی بات کوئی ایسا شخص کہتا ہے جس کی لاادریت یا تشکیک کا میں احترام کرتا ہوں تو مجھے اپنے اس تصور میں مکاشفات یا روحانی پیکروں یا مردوں کی روحوں سے ملاقات وغیرہ کی باتیں بیمار دماغوں کی پیداوار ہوا کرتی ہیں زلزلہ آتا محسوس ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ روزامنڈ لیب مین ROSA - MAND - LEBMEN سے میری ملاقات ہوئی جس کی دو تصانیف نے مجھے بے حد متاثر کیا تھا اس نے بارہ سال سے کوئی کتاب شائع نہیں کی تھی میں نے اس سے پوچھا ایسا کیوں ہے تو اس نے بڑی سادگی سے جواب دیا تھا کہ اس دوران میں اپنی بیٹی کے ساتھ اس درجہ مصروف رہی کہ مجھے کچھ لکھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ بیٹی کو مرے بارہ سال ہوئے تھے لیکن روزامینڈ اس کا ذکر فعل حال کے

ساتھ کررہی تھی۔

اب دوسری مثال میرے دوست دوسو کراکا کی جو کرنٹ اخبار کے ایڈیٹر ہیں وہ حد درجہ مغرب زدہ پارسی ہیں آکسفورڈ یونین کے صدر رہ چکے ہیں بیس سے زیادہ کتابوں کے مصنف ہیں اور ڈارے بھائی کے عنوان سے گجراتی انگریزی سے حد درجے مزاحیہ کالم کے موجد ہیں۔ وہ عیش پسند لذتیت کے دلدادہ اور لاادری ہیں انھوں نے ہمیشہ مذہبی اور سیاسی ریاکاروں کا مذاق اڑایا ہے۔

اچانک ۱۹۵۴ء کی ایک رات انہیں ایک باطنی اور روحانی تجربہ ہوتا ہے حضرت علی علیہ السلام عالم کشف میں ان کے پاس تشریف لاتے ہیں۔ دوسو کراکا پورے حزم ویقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ "اتنے واضح جیسے تم مجھ سے تین فٹ کے فاصلہ پر بیٹھے ہوئے ہو اور میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری داڑھی کے کون سے بال سفید اور کون سے سیاہ ہیں۔ اس سے زیادہ صاف اور واضح طور پر میں نے حضرت علی کو دیکھا ہے یہ سمجھنے کے لئے وہ کون ہیں مجھے کچھ وقت لگا اور میں اب بھی یہ سمجھ رہا ہوں کہ وہ میرے ایسے شخص کے پاس کیوں تشریف لائے اور ان لوگوں کے پاس کیوں نہیں گئے جو یقیناً روحانی طور پر مجھ سے زیادہ ان کی زیارت کے مستحق ہیں۔

دوسو کا یہ دعویٰ ہے کہ انھیں کئی بار زیارت نصیب ہوئی اور اب تو باقاعدگی سے عالم کشف میں حضرت علی السلام سے ان کی ملاقاتیں ہوتی رہتی ہیں۔ میں نے کراکا سے کہا۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تم ایرانی النسل ہو۔ اور یہ سب کچھ اس مخصوص تاریخی لگاؤ کے نتیجہ میں تمہیں محسوس ہوتا ہے"۔

تو دوسو نے ہاتھ ہلاتے بڑی سختی سے اس کی تردید کی اور پھر یہ دعویٰ کیا کہ ان کے لئے روحانی دنیا کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں اور اس کی وجہ سے وہ دوسرے اولیاء اللہ سے بھی ملاقاتیں کرتے ہیں اور بات چیت کرتے ہیں۔ میرے لئے اس قسم کے واقعات زیادہ

پریشانی اور ذہنی پراگندگی کا سبب ہوتے ہیں۔ میں نے دو سو کرا کا کی تصنیف کتاب "THEN CAME HAZRAT ALI" اس کتاب کا ایک باب جو دو سو کی زندگی کا اہم ترین واقعہ ہے جس کا روحانی مکاشفات سے تعلق ہے۔ یہ کتاب کرا کا کی دوسری کتابوں کی طرح دلکش اور قابل مطالعہ ہے اس میں کوئی لفاظی نہیں ہے اور ایسی تاثیر اور کیفیت ہے کہ پڑھنے والا اس میں کھو جاتا ہے

معجزہ ۶۷

درود محمد و آل محمد کا زندہ معجزہ

میں ایک سخت بیماری میں مبتلا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کروں مولانا مصطفےٰ حسین صاحب جوہری والد محترم علامہ طالب جوہری صاحب قبلہ سے اکثر فیضیاب ہوتا رہتا ہوں باتوں میں سرکار جوہری صاحب نے بتایا کہ جب کوئی سخت پریشانی لاحق ہو تو جناب ام البنین زوجہ جناب امیر علیہ السلام والدہ ماجدہ حضرت عباس علمبردار علیہ السلام کی نذر مان لیا کرو کہ بی بی میری یہ پریشانی اور مصیبت دور ہو جائے گی تو میں گیارہ تسبیح درود آل محمد علیہ السلام کی پڑھ کر ان کی خدمت میں نذر کروں گا پھر جب آپکا کام ہو جائے تو آپ ۱۱ مرتبہ تسبیح پڑھیے اور پھر یہ کہیے کہ ان تسبیحوں کا ثواب جناب ام البنینؑ کی خدمت میں نذر کیا خدا کی قسم میں نے یہ نذر مان لی اور میری تکلیف دور ہو گئی۔ آپ بھی علیؑ اور اولاد علیؑ کے فیض سے فائدہ اٹھائیے۔

معجزہ ۶۸

حضرت علیؑ کی شہادت پر درخت خشک ہو گیا

ابن عمیر ‎اشعب ودیگر راویان نے روایت ہے کہ ایک روز جناب رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک گاؤں میں ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو پانی طلب کر کے اس درخت کی جڑ میں وضو کیا اور کلی کی۔ دوسرے روز لوگوں نے دیکھا کہ یہ درخت بڑا ہو گیا اور بار آور ہو گیا ہے۔ بڑے بڑے پھل لگے ہوئے ہیں جن کی خوشبو عنبر کے مانند تھی اور شہد کی طرح شیریں تھے۔ بھوکا اس کو کھاتا سیر ہو جاتا۔ پیاسا سیراب ہو جاتا بیمار شفا پاتا۔ جو حیوان اس درخت کی پتیاں کھاتا اس کا دودھ بہت زیادہ ہو جاتا۔ اس گاؤں کے قرب وجوار کے لوگ اس کی پتیاں علاج کے لئے لے جاتے تھے۔ وہ درخت اس قبیلہ کے لئے آب وغذا کے مانند تھا اور ہمیشہ اس برکت سے ان کے مال واولاد میں ترقی ہوتی تھی۔ ایک روز اس کی پتیاں زرد اور چھوٹی ہو گئیں اور وہ درخت مرجھا گیا۔ چند روز بعد ان کو خبر پہنچی کہ آنحضرتؐ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد اس میں پھل کم ہو گئے اور پھلوں میں شیرینی بھی کم ہو گئی تیس سال تک اسی حالت میں قائم رہا تیس سال کے بعد ایک روز ان لوگوں نے دیکھا کہ اس میں تراوت اور کم ہو گئی اور اس کے پھل بھی گر گئے لیکن لوگ اس کی پتیوں سے شفا اور برکت حاصل کرنے لگے۔ اسی حال میں کچھ عرصے باقی رہا پھر ایک روز دیکھا کہ درخت خشک ہو گیا اور اس کی جڑ سے تازہ خون جوش مارتا ہے اور اس کی پتیوں سے خون ملا ہوا پانی ٹپک رہا ہے۔ جیسے گوشت دھونے کے بعد پانی نکلتا ہے۔ اس کے چند روز بعد ان کو اطلاع ملی کہ اس روز امام حسین علیہ السلام شہید کر دیئے گئے تھے اور اب یہ درخت ختم ہو گیا

معجزہ ۷۹

اولاد علیؑ پر آگ اثر نہیں کرتی

یہ معجزہ ایک قلمی نسخہ میں تحریر ہے جو سید رضا رضوی (شاہ گنج آگرہ) حال مقیم بہار کالونی جمشید روڈ کراچی کی ملکیت ہے۔ اس سے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں

یہ قلمی کتاب جناب رضا رضوی صاحب کو پانی پت کے ایک بزرگ نے دی تھی اس قلمی نسخہ پر لکھنے والے کا نام اور نہ کتاب کا نام تحریر ہے۔ بلکہ اس میں صاحب تحریر نے سوانح حیات کے طور پر واقعات اور وہ حالات تحریر کئے ہیں جو ان کو پیش آئے یا انھوں نے اپنی زندگی میں اس کا مشاہدہ کیا۔

بعنوان تیسرا واقعہ تحریر فرماتے ہیں" زبانی حافظ علی صاحب کہ جو راقم کے استاد تھے اور پانی پت کے رہنے والے اور مخدوم زادہ حافظ معانی صاحب مرحوم کے پوتے۔ نواب صاحب والی ریاست ٹونک کے استاد تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم ابتدائے جوانی میں اول رجمنٹ کے سواروں میں نوکر تھے اور اس زمانے میں ہم حقہ بھی پیتے تھے۔ ہمیں اس زمانہ میں ملازمت میں تین واقعات پیش آئے ایک یہ کہ ایک دفعہ ہماری رجمنٹ کا تبادلہ پشاور کے کسی ایسی چھاؤنی میں ہوا جس کا راستہ ایک ماہ کے قریب طے کرنا تھا۔ نیز انھوں نے اس چھاؤنی کا نام اور فاصلہ اور تعدادِ منازل بھی بیان فرمائی تھیں۔ راقم کو یاد نہیں رہے۔ رجمنٹ روانہ ہوگئی۔ کئی منزل کے بعد ایک پڑاؤ ایک گاؤں کے قریب ہوا۔ ہم پانچ چھ سوار شام کے وقت گاؤں کو دیکھنے گئے۔ ایک گلی میں ایک دروازہ تھا۔ اس میں ایک لڑکی تین چار برس کی کھڑی تھی ہم میں سے ایک نے اس لڑکی سے کہا کہ بی بی گھر میں سے آگ لے کر آؤ ہم حقہ پئیں گے۔ دروازے سے ملی ہوئی بیٹھنے کی جگہ بھی بنی تھی۔ اور حقہ بھی رکھا تھا۔ ہم حقہ تازہ کرنے لگے یہ لڑکی گھر میں سے آئی اور اس طرح کہ جیسے کرتے کے دامن میں کوئی چیز رکھ کر ہاتھ سے تھام لیتے ہیں لئے ہوئے آئی۔ اور ہمارے پاس آکر کہنے لگی تو آگ دو تین دفعہ اس نے کہا تو ہم سے کسی نے کہا کہ کہاں ہے۔ لڑکی نے دامن کھول کر ہاتھ میں بے تکلف انگارہ اٹھا کر ایک ایک انگارہ ہاتھ سے پکڑ کر چلم پر رکھتی جاتی تھی کسی نے کہا لڑکی ڈال دے ہاتھ جل جائے گا۔ تو لڑکی نے کہا نہیں ہمارے ہاتھ نہیں جلا کرتے اور اسی طرح آہستہ آہستہ انگارے اٹھا اٹھا کر چلم پر رکھ دیئے ہم سب متعجب ہو کر دیکھنے لگے اور جب ہم نے چلم پر آگ رکھنا

چاہی اور موافق اپنی عادت کے جیسے کے ہاتھ سے انگارہ جلدی جلدی ڈالا کرتے ہیں چلم پر رکھنے لگے تو لڑکی نے کہا لاؤ میں رکھ دوں۔ اس نے بہت آہستگی سے چلم پر تمام آگ رکھ دی۔ کسی نے پوچھا کہ لڑکی تیرے ہاتھ آگ سے جلتے نہیں تو اس نے پھر کہا ہمارے یہاں تو کسی کے ہاتھ بھی آگ سے نہیں جلا کرتے دریافت سے معلوم ہوا یہ سیدوں کا گاؤں ہے یہاں پر سب سید ہیں۔

نوٹ:۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں لکھا ہے۔ اس سفرنامہ کا اردو ترجمہ رئیس احمد جعفری ندوی نے کیا ہے اور کتاب کو نفیس اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔ اس سفرنامہ کے صفحہ نمبر ۶۷ ابن بطوطہ تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں سفر کرتا ہوا امروہہ اور تخور کے شہر میں پہنچا تو ایک شہر (گاؤں) میں میرے پاس حیدری فقیروں کی ایک جماعت آئی۔ انھوں نے پہلے تو سماع سنائی اور پھر آگ جلوائی اور آگ میں کود پڑے، ذرا جو نقصان پہنچا ہو، یہ بھی نعرہ حیدریؑ کی برکت اور حضرت علیؑ سے عقیدت جس کا تذکرہ ابن بطوطہ جیسے شخص نے بھی اپنے سفرنامہ میں کیا۔ یہی بستی ہوگی جس کا تذکرہ اوپر سپاہیوں نے کیا ہے۔

معجزہ نمبر ۸۰

شیر ابو طالبؑ کے قدموں میں لوٹنے لگا

ایک روایت میں ہے کہ صحرا کے درندے جب حضرت ابو طالبؑ پدر بزرگوار علی علیہ السلام کو دیکھتے تو ان سے بھاگتے۔ اور کبھی بھی اُن کے نزدیک نہیں آئے۔

ایک روز حضرت ابو طالب علیہ السلام طائف سے آرہے تھے۔ ناگاہ راستہ میں ایک شیر ملا جس وقت شیر نے ابو طالب علیہ السلام کو دیکھا قریب آیا اور منہ خاک پر ملنے لگا اور دُم زمین پر رگڑنے لگا اور اس طرح حضرت ابو طالب کے

سامنے عاجزی اور انکساری کرنے لگا۔ حضرت ابوطالب علیہ السلام نے کہا میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ بیان کر میرے سامنے تو کیوں اس طرح عاجزی اور انکساری کرتا ہے۔ شیر بقدرت خدا گویا ہوا اور کہا آپ ہی پدر شیر خدا علی ابن ابی طالبؑ اور یاری و نصرت و تربیت کنندہ پیغمبر خدا محمد مصطفےٰ ہیں۔ (بحوالہ کتاب جلاء العیون علامہ مجلسی صفحہ ۳۴۳)

معجزہ ۸۱

علیؑ کے نام کی لوح مبارک جنت سے آئی

ایک روایت میں ہے کہ جس شب حضرت علیؑ پیدا ہوئے حضرت ابوطالبؑ نے سینہ سے لگایا اور فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ پکڑ کر جانب ابطح آئے اور چند شعر پڑھے۔ اے پروردگار و آفریدگار ماہ روشن و شب تار میں اپنے اس فرزند کا کیا نام رکھوں" دفعتہً مانند ابر کے کوئی چیز زمین سے ظاہر ہوئی اور حضرت ابو طالبؑ کے پاس آئی۔ ابوطالبؑ نے اسے اٹھا لیا۔ گھر واپس آئے۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا وہ لوح سبز ہے۔ اور چند شعر اس پر لکھے ہیں جن کا ماحصل یہ ہے۔ اے ابوطالبؑ تم اور فاطمہؑ یہ فرزند طاہر پاکیزہ و برگزیدہ پسندیدہ خدا اور رسول ہے۔ اس مولود کا نام علیؑ ہے اور خداوند اعلیٰ نے اس کا نام اپنے نام سے مشتق کیا ہے اسی وقت ابوطالبؑ نے علیؑ نام رکھا اور اس لوح کو داہنی طرف کعبہ کے اویزاں کر دیا اور یہ لوح اسی طرح ہشام بن عبدالملک کے زمانہ تک لٹکی رہی۔ ہشام نے اس کو اتارا۔ اس کے بعد لوح غائب ہو گئی۔

(بحوالہ جلاء العیون تالیف علامہ مجلسی علیہ الرحمتہ)

معجزہ ۲

فضائل امیرالمومنینؑ کا زندہ معجزہ

چھپانے کے باوجود بھی ہر دور

میں ابھر کر سامنے آتے رہتے ہیں

انتظامیہ، تاریخی جائزہ

رشوت اور ہم

۱۔ بالائی سطح کی رشوت اور قومی المیئے، (۲) رشوت اور تحریک نبوت، (۳) ایتھنز سے لیکر کوفے تک، (۴) نصر بالجور کا فلسفہ

فضل حق سابق وفاقی ہوم سیکریٹری ریٹائرڈ انسپکٹر جنرل پولیس

اس سلسلہ میں فضل حق صاحب قبلہ سابق وفاقی ہوم سیکریٹری ریٹائرڈ انسپکٹر جنرل پولیس کا مضمون جو مورخہ ۴ فروری ۱۹۸۲ء میں جنگ اخبار میں شائع ہوا فضائل امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے سلسلہ میں اس دور کا زندہ معجزہ ہے جسے ہم جنگ اخبار کے شکریہ کے ساتھ شامل کتاب کر رہے ہیں۔

۱۱ جنوری ۱۹۸۲ء کی صبح مجلس شوریٰ کے افتتاحی اجلاس سے صدر مملکت نے خطاب کیا اس خطاب کے دوران منجملہ دوسرے امور کے جناب صدر نے مجلس کی توجہ رشوت کی طرف دلاتے ہوئے کہا۔

چند اشیاء کی قیمتیں اعتدال پر آتی ہیں تو باقی اشیاء کی قیمتیں بڑھ جاتی ہیں غریب اور متوسط طبقے کے لئے رزق حلال کمانا مشکل ہوگیا ہے۔ مہنگائی میں اضافہ کے ساتھ رشوت کے ریٹ بھی بڑھ گئے ہیں۔ جو کام پہلے پانچ روپے میں ہوتا تھا اس کے لئے سو روپے دینے پڑتے ہیں۔"

روزنامہ جنگ مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۸۷ء، کسب رزق کی صورت حال ملک میں اشیائے ضرورت کے نرخ، دوکانداروں کا ضابطۂ اخلاق۔ ان سب چیزوں کا اثر قوم کی معاشی زندگی پر پڑتا ہے اور جب مہنگائی یا کساد بازاری حد سے تجاوز کر جائے تو پھر رزقِ حرام کی دوڑ بھی تیز ہو جاتی ہے۔ عالم اسباب میں اس منطق سے مفر نہیں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ ایک درویش منش صوفی شاعر تھے انھوں نے اکثر عالم اسباب سے بالاتر ہو کر تصوف ہی کی شاعری کی ہے، لیکن انسان، شاعر ہی کیوں نہ ہو عالم اسباب سے مکمل طور پر بے نیاز نہیں ہو سکتا، چنانچہ شیخ صاحب جیسے بے نیاز صوفی نے بھی ایک بار یہ کہہ دیا تھا کہ ؎

اے زر تو خدا نہٖ ولیکن بخدا
قاضی الحاجاتی و ستار العیوبی

مال قاضی الحاجات و ستار العیوب ہے، اسی لئے اس کی تخلیق اور تقسیم کی حکمت عملی کی صحت کے بغیر تاریخ میں نہ کسی مملکت کو سیاسی اطمینان نصیب ہوا نہ معاشرتی سکون اسکی تخلیق اور تقسیم کے حوالے سے ہی بیسویں صدی میں انسانی تاریخ کی سب سے بڑی لادین تحریک اشتراکیت نے اتنا فروغ حاصل کیا کہ آج آسمانی دینوں کے مقابلے میں اس زمین سے ابھرے ہوئے منکر خدا دین کے پیرو زیادہ نظر آتے ہیں انسانی معاشرے کے یہی مضمرات شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی نظر میں تھے جب انھوں نے شاعرانہ مبالغے کے ہتھیار سے کام لیتے ہوئے اپنے سامعین کو خبر دار کیا تھا کہ اگر زر نہ ہو تو انسان کی حاجتیں پوری ہوتی ہیں نہ اس کے عیب چھپتے ہیں اور بطور ایک منکر کے وہ یقیناً

اپنے ہمعصروں اور ملتِ اسلامیہ کو یہ نکتہ سمجھا رہے تھے کہ رزق کی تحصیل کو سہل رکھنا تاکہ فرد محتاج نہ ہونے پائے اور اس کے عیب چھپے رہیں۔ صدرِ مملکت نے بھی یقیناً غریب اور متوسط طبقے کی بڑھتی ہوئی محتاجی اور عریانی ذات سے متاثر ہو کر مجلس شوریٰ سے اصلاحِ حال کا مطالبہ کیا ہے اس اصلاح حال میں مجلس کو رزق کی تخلیق اور تقسیم کے موجودہ ڈھانچے کا جائزہ لینا ہوگا اور مناسب تدارک کی تجاویز صدرِ مملکت تک پہنچانی ہوں گی۔ بغیر اس کے بے لاگ اور بے لوث جائزے کے کسی تدبیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔

تقسیمِ رزق کا جب بھی ذکر آئے آج کا قاری فوراً دیارِ مغرب میں گم ہو جاتا ہے اسے یہی معلوم ہے کہ رزق کی تقسیم کا نعرہ کارل مارکس نے لگایا تھا جو ویسٹ منسٹر (لندن) کی لائبریری میں کئی سال کتابوں میں گم رہا۔ اور تاریخ کی مادی تعبیر کا نسخہ لے کر نکلا یا پھر فلاحی ریاست کا ذکر آئے تو ہمارا عام باشعور شہری سمندر پار کے ملکوں کی سوچتا ہے جہاں اس کے کئی ہموطن روزگار پاتے ہیں یا بیروزگاری الاؤنس کے قانون کا سہارا لے کر اپنی شب و روز کی ضروریات پوری کر لیتے ہیں۔ ہمارا عام آدمی اسی احساس کمتری میں مبتلا ہے کہ فرد کی بنیادی ضروریات پوری کرنے والی فلاحی ریاست، اور رزق کی ہموار تقسیم کی ضامن اقتصادی سوچ، مغرب کی پیداوار ہے اور ایشیائی معاشروں میں خوشحالی کی یہ بادِ بہار چل ہی نہیں سکتی۔

صدرِ مملکت نے مذکورہ بالا افتتاحی تقریر میں خود بھی تارکین وطن کا ذکر کیا ہے جو روزگار یا بیروزگاری الاؤنس کے لئے دیارِ مغرب کو ہجرت کرتے رہتے ہیں جناب صدر نے مجلسِ شوریٰ کو بتایا کہ

"ملک کے اندر تعلیم یافتہ لوگ روزگار سے محروم ہیں کئی روزگار کی تلاش میں ملک سے باہر چلے جاتے ہیں۔ لیکن وہ وقت دور نہیں جب ان کو وطن واپس لوٹنا ہوگا

ان کی کھپت اور روزگار کے مواقعوں کو کس طرح اتنی وسعت دی جائے کہ تمام افراد باعزت زندگی گزار سکیں"۔ حقیقت یہ ہے کہ روزگار کو وسعت دے کر اور بیروزگاری کو ختم کرکے ہی رشوت اور بدعنوانی کے خلاف کامیاب تدبیر کی جاسکتی ہے ہماری مجلس شوریٰ کو ان مسائل کا حل ڈھونڈنے کے لئے عام سطح پر شہری کی طرح ماسکو یا لندن کی طرف جھانکنے کی ضرورت نہیں اس مجلس میں تو ایسے ارکان ضرور ہوں گے جو نبوت اور ما بعد نبوت کے دور میں اسلامی ریاستوں کی معاشی تاریخ سے واقفیت رکھتے ہوں گے، اور خلافت راشدہ کے آخری ایام میں رزق اور روزگار کے حوالے سے جو طوفان گزرے ہیں۔ ان کی تاریخی سیاق و سباق سے آگاہ ہوں گے

ہر چند کہ عہد نبوت میں بیروزگاری الاؤنس کے نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ بیت المال سے شہریوں کی جائز ضروریات پوری کرنے کے لئے وظیفوں کی رسم ضرور تھی۔ عہد نبوت میں یہ وظیفے مساوی پیمانے سے بانٹے جاتے تھے۔ اس عہد کے بعد کئی ایک حالات کی بنا پر یہ وظیفوں کا ریٹ یکساں نہ رہا" اور بیت المال سے ملنے والی رقوم کا تعین افراد کے قبیلے، شخصی حیثیت اور دیگر ایسے ہی کوائف پر ہونے لگا۔ جب شہادت عثمان کے بعد، چوتھے خلیفہ حضرت علیؑ مسند خلافت پر پہنچے تو زمانہ نہایت آشوب کا تھا

سچ بات یہ ہے کہ امت رسولؐ کو اس آشوب میں دیکھ کر ہی حضرت علیؑ نے مجبوراً حکومت کا کام قبول کیا تھا اسی آشوب ہی سے عہدہ برآ ہونے کے لئے خلیفہ چہارم نے دارالخلافہ بھی مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کیا، حضرت علیؑ نے اصلاح حال کے لئے جہاں جہاد بالسیف کیا وہاں عوام اور عمال کے درمیان پھیلی ہوئی رشوت اور بدعنوانی کو روکنے کے بھی متعدد اقدامات کئے ان کا ایک فیصلہ یہ تھا کہ بیت المال سے مستحق لوگوں کو قبیلے، شخصی حیثیت، ہجرت یا نصرت

جیسی شرائط سے قطع نظر وظیفے یکساں اور ایک ہی پیمانے سے دیے جائیں مہاجر اور غیر مہاجر ہونا حق وظیفہ اور پیمانۂ تقسیم مال پر اثر انداز نہیں ہوگا۔ ظاہر ہے کہ کچھ لوگوں کو اس نہایت ہی منصفانہ فیصلے سے گھاٹا پڑتا تھا سو پڑا۔ خلیفۂ وقت کے خلاف چہ میگوئیاں ہوئیں۔ ہوتے ہوتے سرگوشیاں گوشِ خلافت تک پہنچیں حضرت علیؑ نے مسجد کوفہ کے منبر سے ایک خطبے میں مساوی تقسیم مال کے فلسفے کا دفاع کرتے ہوئے اپنی پالیسی کے معترضین کو خطاب کر کے فرمایا۔

اتامرونی ان اطلب النصر بالجور فی من ولیت علیہ ولو کان المالُ لی لسوّیتُہ بینہم فکیف و انما المال مال اللہ۔ تم لوگ چاہتے ہو کہ میں جن لوگوں پر حاکم ہوا ہوں ان پر ظلم کر کے ان کی امداد حاصل کروں اگر یہ میرا ذاتی مال ہوتا تو بھی میں ان میں مساوی تقسیم کرتا۔ اور یہ تو مال ہی اللہ کا ہے۔" ماسکو کی مساوات شکم پر مبنی سلطانی جمہور اور مغربی ممالک کی جمہوری فلاحی ریاست کل کی باتیں ہیں۔ علیؑ ابن ابی طالب کے خطبے میں بیان کیا ہوا فلسفہ رزق و روزگار ان جدید تحریکوں سے صدیوں پہلے یثرب سے ابھر کر کوفہ کی مسجد کے گنبدوں سے گونج چکا تھا۔ اور ایک بڑے اہم زاویئے سے یہ فلسفہ آج کل کے مغربی فلسفہ مساوات سے بالاتر تھا جو لوگ اپنی خام ذہنی کی بنا پر عصر حاضر میں ماسکو اور لندن کو منصوبہ بندی کا کعبہ سمجھتے ہیں وہ یہ گواہی دیں گے کہ اس منصوبہ بندی میں رشوت اور بدعنوانی ہمیشہ جزوِ لاینفک رہی ہے۔ حد یہ ہے کہ اس فلسفے کے معتقدوں نے بطور رہنماؤں اور مشیروں کے ہمارے منصوبہ بندی کے اداروں کو اکثر یہ دلاسا بھی دیا ہے کہ تھوڑی بہت بدعنوانی سے گھبرانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ "ترقی پذیر معاشروں میں رشوت اور بدعنوانی ایک لابدی کیفیت ہوتی ہے۔

سبحان اللہ۔ اگر کوئی ہیجان اور اضطراب میں ڈوبا ہوا معاشرہ ترقی کی جدوجہد کر رہا تھا اور اگر عہد نبوت کے بعد کسی معاشرے کو متحرک اور ترقی پذیر کہا جا سکتا ہے تو وہ علوی دور کو ہی کہا جا سکتا ہے۔ خلیفہ راشد اس ترقی پذیر معاشرے کی اصلاح کے دوران اس خطبے میں ان لوگوں کے اعتراضات کا جواب دے رہے تھے جو تقسیم وظائف کی مساوات کے قانون کو ناپسند کرتے تھے۔ خلیفۃ المسلمین کا یہ خطبہ رشوت اور بدعنوانی پر براہ راست حملہ تھا۔ اور وہ بھی ایک ایسے ترقی پذیر معاشرے کے درمیان جو اسلامی جمہوریت کے قیام کے لئے شدید جدوجہد کر رہا تھا۔ علوی قیادت کا مطمع نظر اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت اور غیر مرتکز معیشت کا قیام تھا۔ اس خطبے میں ہمارے اقتصادی اور انتظامی ماہرین کے لئے دعوت فکر اور پیغام عبرت ہے۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسولؐ ہاشمی

مجلس شوریٰ کو بھی اسلامی جمہوریت کی راہ ہموار کرنے کا کام سونپا گیا ہے خلیفہ جناب امام صرف خلیفہ نہ تھے وہ فقر اور ولایت کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے۔ اگر اُن کی اسلامی جمہوری تحریک کو، اور معاشرے کو رشوت اور بدعنوانی سے پاک کرنے کی کوشش کو اس قسم کی یورپی مساعی کے آئینے کے سامنے رکھ کر پرکھنا مقصود ہو تو آئیے ہم ایک لمحے کے لئے آپ کو کوفے سے ایتھنز لے چلتے ہیں یہ زمانہ چار سو سال قبل مسیح کا ہے یونان کی سرزمین۔ شہری ریاستوں کا بکھرا ہوا اور مختلف النوع انتظامیوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ ہے۔ شہر میں ایک مرکزی اسکوائر میں ایک ادارہ "ایتھنز اکادمی" کے نام سے چل رہا ہے بڑی چہل پہل ہے یہاں دیار مغرب کے لئے یہ شہر کعبہ علم و فکر ہے یہاں افلاطون اس ادارے کا سربراہ ہے۔ اور نوجوان یونانی طالب علموں کو اپنی کتاب "ری پبلک" کے حوالے سے تقریروں اور مکالموں کے ذریعے معاشرتی اور سیاسی تربیت دے رہا ہے اس کتاب میں جو دس

تاریخ میں غالباً علم السیاست اور جمہوری معاشرے پر پہلی کتاب ہے حکومت کی مختلف قسموں پر بحث کی گئی ہے تمام علم اور عمر کے نچوڑ کا نتیجہ اس کتاب کا وہ باب ہے جس میں مفکر بادشاہ کا نظریہ رقم ہے۔ یہی نظریہ افلاطون حکیم کی سوچ کی معراج ہے افلاطون اور ایتھنز کی اکادمی تو گردشِ ایام کی نذر ہو گئے لیکن فلسفی بادشاہ کا نظریہ آج بھی ہمارے پاس محفوظ ہے یورپ نے ۴۰۰ قبل مسیح سے چودھویں صدی مسیح تک بہت سی بادشاہتیں دیکھیں لیکن مفکر بادشاہ ان کو نصیب نہ ہوا افلاطون کا کہنا یہ تھا کہ جب تک فلسفی حکمران نہ ملے ریاست فلاحی نہیں ہو سکتی اس نے اس نظریئے کی حمایت کرتے ہوئے یونان کے شہروں کی تمام بالغ آبادی پر مشتمل اسمبلیوں کو بھی فلاحی حکومت قائم کرنے کے نااہل سمجھ کر رد کر دیا۔

مدینے میں گھاس پھوس کے چھت والی مسجد نبوی کی اکادمی میں ابن آدم کی تاریخ میں سب سے بڑے مفکر کی آغوش میں تربیت پا کر ایک فلاسفر اور فقیر ایک دن اسی مٹی کے حرم میں بیٹھے تھے کہ عراق مصر اور شام کے کئی ہجوم ان سے الجھے اور انہیں مجبور کیا کہ ملت اسلامیہ کی بنیاد قبول کر کے اسے ہولناک آشوب سے بچائیں یہ بات ۶۴۰ بعد مسیح کی ہے افلاطون کے خواب سے ایک ہزار سال بعد مسیح کی ہے۔ نرگس کئی ہزار برس روتی ہے تو دیدہ ور ملتا ہے مغرب کو تو فلسفی بادشاہ نہ ملنا تھا نہ ملا ملت اسلامیہ کو ایک "فقیر اور مفکر" بادشاہ مل گیا جس کا تعلق ان اہل ایمان سے تھا جن کے متعلق اقبال کہہ گئے ہیں ؎

آں مسلماناں کہ میری کردہ اند
در شہنشاہی فقیری کردہ اند

لیکن اس کا علاج کہ مسلمانوں کو جوہر کے ساتھ ضد ہے لیکن تاریخ کو جوہر کے ساتھ عشق ہے وہ جوہر کی طبعی موت کے بعد اس کو اپنے افق پر ایک نئی آب و تاب کے ساتھ سجتی

دوام بھی عطا کر دیتی ہے امیر المومنینؑ کا یہ جملہ آج بھی افلاطونی فکر پہ بھاری ہے۔

ہم سمجھتے ہیں کہ اس جملے کا مرکزی نکتہ "نصر بالجور" کی ترکیب میں پنہاں ہے عربی لغت میں لفظ "جور" کے دو بنیادی معانی رقم ہیں پہلا معنی بے راہ روی اور بدعنوانی دوسرا "ظلم" ظاہر ہے اس جملے میں باب العلم نے لفظ جور کو بے راہ روی اور بدعنوانی کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ انھوں نے یہ کہنا چاہا ہے کہ اگر قبیلے کی رعایت سے ذاتی مقام کے حوالے سے یا اسی کسی ترجیحی بنیاد پر وظائف میں اضافہ کر کے میں لوگوں کی اعانت حاصل کر لوں اور انہیں اپنے ساتھ رکھنے کے لیے بے راہ روی اور بدعنوانی کی بے روک اجازت دے دوں تو میں رزق کی غلط تقسیم کا مرتکب ہوں گا اور پھر یہ رزق تو بہرحال بیت المال یعنی اللہ کا مال ہے ایسا طریقہ تو میں اپنے ذاتی مال کی تقسیم میں بھی روا نہیں رکھتا۔

ہم جب ۱۹۷۵ء میں وزارت داخلہ کے سیکرٹری کے فرائض انجام دے رہے تھے تو "نصر بالجور" کے بہت سے واقعات ہماری نظر سے گزرے وقت کے وزیر اعظم نے پارلیمنٹ کے کئی ارکان سے متعلق ایسے معاملے جن سے ان کو بدعنوانی کی بو آتی تھی ہمارے پاس تفتیش کے لئے بھیجے۔ ہمیں یاد ہے کہ اکثر تفتیشوں کے بعد جب قانونی کارروائی کی منزل پہنچی تو سرکار اس کو معرض التوا میں ڈال دیتی۔ یہ سوچ کر کہ شاید قائد حزب اقتدار کی سیاسی مجبوریاں سد راہ ہیں اور یہ سمجھتے ہوئے کہ ان مسلوں میں درج معاملوں کا ایک سیاسی حل بھی ہے۔ ہم نے وزیر اعظم سے ملاقات کی درخواست کی تاکہ روبرو بات ہو سکے اس ملاقات میں ہم نے ادب سے لیکن نہایت واضح الفاظ میں یہ سفارش کی کہ اگر عام قانونی کارروائی حکومت کے لئے باعث پریشانی دکھائی دے تو اس معاملے کا ایک سیاسی علاج بھی ممکن ہے ہم سے پوچھا گیا کہ سیاسی علاج کیا ہے ہم نے عرض کیا کہ چونکہ پیپلز پارٹی ایک سیاسی ہیجان کی پیداوار تھی اور پھر فوراً ہی اسے عنان حکومت سنبھالنا پڑی پارٹی کی قیادت کو اس کی اندرونی اصلاح کا وقت نہیں ملا اب یعنی ۱۹۷۵ء میں اگر بالغ رائے دہی کی بنا پر ضلعی کونسلوں کے انتخاب کرا دیئے جائیں تو بہت سا بھوسہ سبزے سے الگ ہو جائے گا۔

اور قائد حزب اقتدار جو نظیر انتظامیہ کے ہاتھوں کرانے سے جھجکتے ہیں وہ سیاسی چپقلش کے ذریعے خود بخود ہو جائے گی۔ ہماری اس تجویز کو بظاہر پسند کیا گیا لیکن اس پر عمل کی نوبت نہیں آئی اور "لھر بالجور" کا سلسلہ جاری رہا بلکہ تیز تر ہو گیا اسکے بعد جو ہونا تھا سو ہوا یعنی ایک طویل سیاسی بحران جس سے ہم اب تک برسر پیکار ہیں لھر بالجور کی یہ مثال تو ہم نے بر سبیل تذکرہ عرض کر دی بات سے بات نکلتی ہے اور مثال بہر حال جگ بیتی کے بجائے آپ بیتی ہی دینی چاہیئے ویسے علم الرشوت ایک وسیع علم ہے اکثر تو یہی سمجھا جاتا ہے کہ رشوت کمزور اور بے بس آدمی کسی صاحب اختیار کو اپنا کام نکالنے کے لئے دیتا ہے اور یوں صاحب اختیار کا یہ عمل ایکٹ کا انسداد رشوت ستانی یا دوسرے ایسے ہی کسی نہ کسی قانون کی رو سے جرم قرار پاتا ہے۔ لیکن ہماری اوپر کی مثال اس رشوت کے کھاتے میں آتی ہے جس کا ذکر حضرت علی کے خطبے میں سیاسی مدد حاصل کرنے کے لئے بدعنوانی کو روا رکھنے کی صورت میں کیا گیا یہ رشوت پہلی رشوت سے کہیں زیادہ مضر اور اپنے اثرات میں انتظامی ڈھانچے کے لئے کہیں زیادہ مہلک ہو سکتی ہیں۔

اس قسم کی سیاسی رشوت ہمارے ہاں خاص بات بھی نہیں یہ ہر قوم کی تاریخ میں کمی بیشی کے ساتھ اپنے روپ بدل بدل کر ظاہر ہوتی رہتی ہے کچھ ہی دنوں کی بات ہے کہ ایران کی شہزادی اشرف نے قاہرہ میں پریس سے باتیں کرتے ہوئے انکشاف کیا ہے کہ سابقہ شاہ ایران رضا شاہ نے ایک موقع پر شاہ پور بختیار کو اپنا حامی بنانے کیلئے ایک پہلوی شہزادی سے شادی کی پیشکش کی تھی۔ شاہ پور نے انکار کر دیا تاہم یہ جاہ و دنیا کا لالچ دیکر ایک مخالف خیال کے سیاست دان کو اپنے ساتھ لگانے کی کوشش کی اعلیٰ مثال ہے ہمارے اپنے ملک میں مملکت کی تخلیق اور انتظامیہ کی تدوین کا پس منظر یورپ کی پارلیمانی روایت ہے جس میں رائے عامہ اور اس کے ذرائع ابلاغ اپنی اہمیت رکھتے ہیں اس لئے یہاں کے حکمران انہی واسطوں سے عوام کی اور زیادہ تر بااثر طبقوں کی حمایت حاصل کرتے رہتے ہیں اور جو حکمران رائے عامہ کو سمجھ کر اپنی پالیسی وضع کرنے کے بجائے اس کا رخ اپنی پالیسی کے مطابق موڑنا چاہتے ہیں وہ بازی ہار بھی جاتے ہیں۔

مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۸۲ء کی اشاعت میں مزید تحریر فرماتے ہیں۔

(ا) اسلامی ریاست میں اپنے مدت عہدہ کے دوران بھی اور اپنے منصب کے باوجود سربراہِ حکومت باقی شہریوں کی طرح مجاز عدالت کے سامنے جواب دہ ہوتا ہے۔ (ب) بجائے اس کے کہ اس کے اثاثوں اور جائیداد کی چھان بین اس کی سبکدوشی کے بعد اس کے جانشینوں کو کرنی پڑے وہ خود اپنے اثاثوں پر نظر رکھتا ہے اور (ج) جہاں تک محاسبہ کا اور عدالتی کارروائی کا تعلق ہے اس میں اور مملکت کے عام شہری میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

یہ ہیں سیدھی سادی آئینی دفعات اسلامی آئین کے وہ بین اصول ہیں جو رسولؐ عربی اور ان کے جانشین تاریخ کے افق پر ان مٹ اور جلی حروف میں تحریر کر گئے ہیں۔ جب خلافت شہنشاہی میں بدلنا شروع ہوئی اور وقت کے حاکموں نے اپنی آئندہ نسل کے لئے رزق اور عہدوں کا تحفظ ان آئینی دفعات کو توڑ کر کیا اور ان جلی آئینی تحریروں کو سالات کی گرد سے ڈھانپ کر تاریخ سے اوجھل کرنا چاہا تو آل رسولؐ نے ان تحریروں کی روشنائی کو وہ جلا اور چمک بخشی کہ نہ وہ ذہنِ انسان سے اوجھل ہو سکیں اور نہ انھیں کسی اور روشنائی کی ضرورت ہو جب تک ہم ان دفعات کو اپنے آئینی صحیفوں میں سرِ فہرست نہیں لکھتے اس وقت تک نہ حکومت کی اعلیٰ سطحوں سے رشوت ہٹے گی نہ دیانت اور امانت کا شجر ہرا ہوگا اور نہ ہم اسلامی جمہوریہ بنیں گے ان دفعات کو روز مرہ کی زندگی میں شامل کرنے سے انتظامیہ پر کیا اثر پڑے گا اس کی بھی چند مثالیں ملاحظہ فرمایئے

ا۔ اب آیئے عرب کے ریگزاروں سے نکل کر وادئ فرات میں چلتے ہیں یہ عراق کی سرزمین ہے آشوب کا دور ہے شہنشاہی خلافت اور جمہوریت سے نبرد آزما ہے دمشق کا گورنر مسلمانوں کے منتخب خلیفہ سے مصروفِ جنگ ہے ایک طرف روپے پیسے اور مال و دنیا کا زور ہے جس سے وفاداریاں خریدی جا رہی ہیں دوسری طرف فقر اور ایمان کی تابدار تلوار جمہوریت کی حمایت میں لہرا رہی ہے حیدرِ کرار

دار الخلافہ کوفہ میں نماز فجر کے بعد شہر کی مرکزی مسجد میں منبر سے قرآن اور سنت کی موجوں میں ڈوبے ہوئے بلاغت کے دریا بہہ رہے ہیں خطبہ ختم ہوتا ہے اور مجمع اپنے اپنے گھروں کو چل پڑتا ہے، کچھ ہی دیر کے بعد لوگ دیکھتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین اپنی چھوٹی آستینوں والے کرتے اور پیوند لگے ہوئے تہبند میں ملبوس اپنی درہ ہاتھ میں لیے کوفے کے بازار میں جا رہے ہیں خال خال دکانیں کھلی ہیں تاجر ابھی مال بیچنے نہیں آئے امیر المومنین علیؑ بھی شاید اسی لیے اس وقت نکلے ہیں کہ ان کی شناخت کا چرچا نہ ہو لیکن شمع حرم کے پروانے وارث رسولؐ کا تعاقب کرنے رہنا اپنا دین سمجھتے ہیں۔ ایک عقیدت مند چپکے سے پیچھے ہو لیتا ہے ایک دو دکانوں کے بعد اس کا جواب دے جاتا ہے اور وہ امیر المومنینؑ سے یوں بازار میں آنے کا سبب پوچھتا ہے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں۔

میرے تہبند میں اب ایک پیوند کی گنجائش نہیں کوشش کر رہا ہوں کہ ڈھال بک جائے تاکہ نیا تہبند خرید سکوں۔ سبحان اللہ ہر چند کہ ایران و روم ان کے زیر نگیں ہو۔ "الفقر فخری" کے وارث امیران مملکت ایسے ہی سودے کریں گے اقبال نے حضرت علیؑ کے متعلق ایک ہی مصرع کہہ کے اپنی عاقبت کا سامان کر لیا تھا انھوں نے کہا۔ "از ولائے دودمانش زندہ ام" جن کی ولا مومن کو زندگی عطا کر سکتی ہے ان کے نقش پا پر چل کر ایک مسلم مملکت نہ جانے رشوت اور بدعنوانی سے کس قدر پاک معاشرہ قائم کرے۔ رشوت مال و دولت دنیا کی حرص کی پیداوار ہے۔ اسلامی حکومت سے تو رشوت کا تجربہ یہی ہے عصر جدید کے ماہرین اقتصاد و انتظام جو چاہیں کہیں۔

(۲) لذیذ بود حکایت طویل تر گفتم' رسولؐ ہاشمی کے مکتب سے فارغ التحصیل، فلسفی حکمرانوں کے عدل' اور مدت عمدہ کے دوران اپنی ہی عدلیہ سے برتاؤ کا ایک واقعہ اور سنیئے کوفہ کے قاضی شریح بن حارث کی عدالت لگی ہوئی ہے وقت

کے سربراہ مملکت علی ابن ابی طالب علیہ السلام ایک یہودی کے خلاف نالش کرتے ہیں کہ وہ ان کی کھوئی ہوئی زرہ لیئے بازار میں پھر رہا ہے وہ زرہ کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ یہودی کو بمعہ زرہ عدالت میں بلایا گیا ہے دونوں فریقوں کی حاضری میں عدالت میں مندرجہ ذیل گفتگو ہوتی ہے۔

قاضی! امیرالمومنین اور مدعاعلیہ دونوں کٹہرے میں کھڑے ہو جائیں۔

حضرت علیؑ! ہر چند کہ قانون کا یہی تقاضا ہے لیکن عدالت مجھے یہودی سے ذرا فاصلہ پر فرش پر بیٹھنے کی اجازت دے دے۔ کیونکہ میرا دین یہودی کے برابر کھڑے ہونے کی اجازت نہ دے گا۔

قاضی! آپ علیحدہ فرش پر بیٹھ جایئے اور اس زرہ پر اپنی ملکیت ثابت کرنے کے لئے شواہد پیش کیجئے۔

حضرت علیؑ! یہ زرہ دوسری عام زرہوں جیسی ہے میں اس کی کوئی خاص نشانی تو بیان نہیں کر سکتا کئی مہینے ہوئے یہ میں نے میدان صفین میں کھوئی تھی اس وقت اس کی گرفت (دستی) پر چمڑے کا ایک خول چڑھایا ہوا تھا شاید اس کا کوئی نشان ہو۔

قاضی! (زرہ کا بغور معائنہ کرتے ہوئے) جناب والا اس کی دستی پر کسی خول یا چرمی مادے کا کوئی نشان نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی نشان یاد ہو تو بتلایئے۔

حضرت علیؑ! نہیں اس کی اور کوئی شناختی تمیز میرے ذہن میں نہیں آتی۔

قاضی! سماعت مکمل ہوئی مدعی زرہ زیر دعویٰ پر اپنی ملکیت ثابت کرنے میں ناکام رہا زرہ یہودی کے پاس رہے گی۔

عدالت نے فیصلہ سنا دیا امیرالمومنینؑ مقدمہ ہار کے یہودی کے پیچھے کمرہ عدالت سے باہر آئے یہودی ان کو دیکھتے ہی پاؤں پر گرا اور بے اختیار کہہ اٹھا اشہد

ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمد الرسول اللہ کلمہ پڑھ کر زرہ اس نے حضرت علیؑ کے حوالے کی اور کہا " بے شک آپکا دین سچا ہے " شہادت کا یہ معیار اور عدل کی یہ بے باکی صرف کسی نبی برحق کی امت کی عدالت میں ہی مل سکتی ہے ۔

ہماری تاریخ کے صفحات پر پھیلے ہوئے ہزاروں ایسے واقعات سے ہم نے صرف پانچ مثالیں مختلف شخصیتوں اور مختلف پس منظر سے چنی ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ رشوت اور ظلم سے پاک انتظامیہ کو معرض وجود میں لانے کے لئے دو شرطیں از بسکہ لازم ہیں اول یہ کہ

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

بتانِ وہم و گماں لا الٰہ الا اللہ ۔

دوم یہ کہ اپنے عہدہ پر متمکن ہوتے ہوئے وہ اپنے دوسرے ہم جنسوں کی طرح اپنی عدالتوں کے سامنے جواب دہ اور ان کے فیصلوں کا پابند ہو

معجزہ ۸۲

علیؑ کی ولادت کیلئے دیوارِ خانہ کعبہ شق ہوگئی

علامہ محمد بن یوسف شافعی گنجی اپنی مشہور مناقب کفایۃ الطالب کے صفحہ ۲۶۹ پر
تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ کی والدہ گرامی فاطمہ بنت اسد خانہ کعبہ کا طواف کر رہی
تھیں کہ یکایک ان کو درد زہ کا عارضہ ہوا۔ آپ اس ہی وقت ایک مقام پر رک گئیں
دیوار کعبہ کے سہارے کھڑی ہوگئیں۔ ایک دم سے خانہ کعبہ کی دیوار شق ہوئی اور آپ کو
اندر داخل ہونے کا رب العزت کی طرف سے حکم ہوا آپ اندر داخل ہو گئیں۔ دیوار
اس ہی طرح بند ہوگئی حضرت علی علیہ السلام کی ولادت ہوئی آپ تین دن تک خانہ
کعبہ ہی میں مقیم رہیں اور میوہ ہائے بہشتی اس موقع پر آپ کی خوراک تھے۔ تیسرے دن
اللہ کے رسولؐ خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور چچی جان کی گود سے علیؑ کو لیا۔ پیار کیا
ماں نے کہا اس بچے نے تین دن سے نہ آنکھ کھولی ہے اور نہ کچھ کھایا ہے۔ رسولِ
اکرمؐ نے ارشاد فرمایا۔ یہ اللہ کا ولی اور ہمارا نائب ہے اس کی پہلی غذا لعاب دہن
رسولؐ ہے اور اس کو دنیا میں جو کچھ دیکھنا ہے اُس میں سب سے پہلے میرا چہرہ دیکھنا ہے
علیؑ نے آنکھیں کھول دیں اور اللہ کے رسولؐ نے اپنی زبانِ مبارک علیؑ کے منہ میں ڈال
دی۔ کچھ دیر تک آنکھوں آنکھوں میں علیؑ اور رسولؐ میں گفتگو ہوئی بچہ کو واپس ماں کی
گود میں دے دیا۔ یہ تھے پہلے دو معجزے جو علی علیہ السلام نے دنیا میں آتے ہی پیش کئے

معجزہ ۸۳

آسمان سے بجلی چمکی اور کالے ریچھ کو جلا دیا

منقول ہے کہ خلفائے بنی عباس کے زمانے میں ایک مداح جو بلخ کا باشندہ

تھا مصر میں رہتا تھا اور برابر اہل بیت رسولؐ کی مدح کہتا رہتا تھا اور صبح و شام ان کی ان کی صفت و ثنا میں مشغول رہا کرتا تھا۔ ایک روز مسجد میں جہاں خرد و کلاں اور ادنیٰ و اعلیٰ کا مجمع تھا اور سب عبادت خدا میں مشغول تھے اس نے شاہ ولایت و نور ہدایت اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالبؑ کی مدح پڑھنی شروع کی اور منقبت کی صیقل سے دوستان علیؑ کے دلوں کے آئینہ سے زنگ ملامت صاف کیا۔ اور شاہ ولایت پناہ کے عشق میں ایک سن روٹی اور حلوا اس جماعت سے طلب کیا۔ ایک خارجی اس مجمع سے اٹھا اور اس طرح مداح کا ہاتھ پکڑ کے کہا میرے گھر چل۔ تاکہ تجھ پر لطف و احسان کا دروازہ کھول کر تیری حاجت کو پورا کروں۔ پس اپنے گھر جا کر غلام سے کہا گھر کا دروازہ بند کرے اور جو کچھ میں کہوں اس کو بجا لا۔ تاکہ اس کے صلے میں تجھے آزاد کروں۔ اور اشرفیوں کی ایک تھیلی انعام دوں۔ بعد از آں حکم دیا کہ اس رافضی کے ہاتھ پاؤں بھیڑ بکری کی طرح باندھ لے اور اس کی دونوں آنکھیں باہر نکال دے۔ اور ہاتھ پاؤں اور زبان کاٹ کر مجھے خوش اور مسرور کر۔ غلام نے ویسا ہی عمل کیا۔ جب عالم نے عباسیوں کا لباس پہن لیا اور خارجیوں کے سیاہ دل کی طرح بالکل سیاہ ہو گیا۔ تو اس ملعون نے غلام سے کہا کہ قبرستان جا۔ اور اس مداح کو وہاں ڈال آ۔ تاکہ وہاں نہایت ذلت و خواری سے جان دے۔ غلام اس کے کہنے کے بموجب اس کو قبرستان لے گیا اتفاقاً اس وقت خضر علیہ السلام امیر المومنینؑ کے روضۂ مقدسہ کی زیارت کو آئے ہوئے تھے اور قبر مطہر کے گرد طواف کر رہے تھے۔ کہ یکایک قبر سے آواز سنی کہ اے بھائی! مصر کی طرف جاؤ۔ اور اس مداح کی خبر لو۔ جو قبرستان میں بے حال پڑا ہے۔ بعد از آں تلقین کے دروازے حضرت خضر پر کھولے اور مداح کے ہر عضو بریدہ کے لئے ایک ایک اسم اعظم تعلیم فرمایا۔ اور فرمایا ان اسماء کو مداح کے کٹے ہوئے اعضاء پر پڑھو اور بحکم خدا ان اسماء کی برکت سے اس کے اعضاء کو صحیح و سالم کر دو۔ اور اس سے کہو کہ علی ابن ابی طالبؑ فرماتے ہیں کہ اس مسجد میں جا کر اسی طرح ہماری مدح پڑھو اور پہلی طرح سوال کر کے نان و حلوا طلب کرو۔ ایک شخص تم کو اسی گھر میں

لے جاکر دستر خوان بچھائے گا اور تمہارے لئے نان اور حلوا لائے گا جب تو گھر میں بیٹھے گا
تو ایک عجیب بات معائنہ کرے گا جعفر علیہ السلام بموجب ارشاد امیرؑ ایک چشم زدن میں گورستان
مصر میں پہنچے اور اس مظلوم کی خبر گیری میں مصروف ہو گئے۔ اور اس کے کٹے ہوئے اعضاء
اسمار خدا کی برکت سے فوراً درست ہو گئے اور آنکھیں روشن ہو گئیں اور زبان بولنے کے
قابل ہو گئی پاؤں چلنے اور ہاتھ گرفت کرنے کے لائق ہو گئے۔ جب بالکل تندرست ہو
گئے تو امیر المومنینؑ کا پیغام اس کو پہنچایا۔ مداح جناب امیرؑ کی فرمائش کے موافق اسی مسجد کی
طرف روانہ ہوا۔ اور حضرتؑ کی مدح پڑھنے لگا اور پہلے کی طرح نان اور حلوا طلب کیا ایک
جوان نے اٹھ کر کہا میں تیری حاجت پوری کروں گا اور نان و حلوا دوں گا یہ کہہ کر اس کو
اپنے گھر لے گیا جب مداح نے دیکھا کہ یہ وہی گھر ہے جہاں اس خارجی نے اس کے اعضاء
قطع کئے تھے۔ ذرا دل میں ڈرا پھر دل ہی دل میں کہا چونکہ شاہِ ولایت پناہ کا حکم ہے
اس لئے خلاف ورزی مناسب نہیں۔ القصہ اس جوان نے دستر خوان بچھایا۔ اور نان و حلوا
حاضر کیا مداح نے جب یہ حال دیکھا تو متعجب ہو کر بولا۔ کل اسی جگہ ایک ظالم نے میرے اعضاء
کاٹ کر مجھ کو مرنے کے قریب کر دیا تھا اور تو آج مجھ پر مہربانی کر رہا ہے اور اسی طرح
شفقت اور رحمت سے پیش آ رہا ہے۔ میں اس بارے میں حیران اور سرگرداں ہوں۔ براہ
مہربانی اس راز کو مجھ پر واضح کر تاکہ میرے دل کو اطمینان حاصل ہو۔ جوان نے کہا۔ جس
ظالم نے کل تم پر ظلم کیا۔ وہ میرا باپ تھا اور وہ ظلم و جفا تم پر روا رکھا گیا مجھے وہ بہت برا
معلوم ہوا اور سخت ناگوار گزرا اور اس نے نہایت محزون و مغموم ہوا۔ جب رات ہوئی۔ اور سویا
تو عالم رویا میں امیر المومنین کو دیکھا۔ کہ غضبناک ہو کر میرے باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور
فرمایا اے خرس سیاہ (کالے ریچھ) جو کچھ تو نے میرے مداح سے کیا۔ اس کی سزا دیکھی
دنیا میں مسخ ہوا اور آخرت میں دوزخ میں جانے کا سزاوار ہو گیا۔ اس خواب کی دہشت سے
میری آنکھ کھل گئی کیا دیکھتا ہوں کہ وہ روسیاہ ریچھ کی صورت میں تبدیل ہو گیا ہے۔ میں نے

اسی وقت زنجیر اس کی گردن میں ڈال دی۔ ابھی وہ ریچھ گھر میں موجود ہے اٹھ کر دیکھ لو۔
اور شاہ ولایت پناہ کی محبت کے نتیجہ میں اپنے دل محزون کو خوش کرو۔ جب مداح اس گھر
میں گیا تو ایک کالا ریچھ دیکھا۔ مداح یہ دیکھ کر زمین پر گر پڑا۔ اور شکر خدا میں نہایت عجز و نیاز
سے سجدہ بجالایا اور اہل بیت کی مدح و ثنا کرنے لگا۔ اسی وقت غضب الٰہی کی بجلی چمکی اور اس
کالے ریچھ کو جلا کر خاکستر کر دیا جب اس جوان نے باپ کا یہ حال دیکھا خوارج کے عقیدے
سے بیزار ہو کر اہل بیت کا تولا اختیار کیا اور ان کے دشمنوں سے تبرا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلَی التَّوْفِیْقِ۔ (کوکب دری)

معجزہ ۸۴

لڑکی کے پیٹ سے بہت بڑا کیڑا نکلا

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ مدینہ سے ایک شخص عبداللہ نام
کا رہتا تھا۔ جو اہل حجاز کا سردار اور عرب میں کرم و سخاوت کے سبب مشہور و ممتاز تھا خدم
حشم بکثرت اور بزرگانہ اسباب اور سامان بے شمار تھا۔ اور خاندان مصطفےٰ کا دوستدار تھا۔
اور مرتضیٰ علیؑ کی محبت پر بے حد فخر و مباہات کیا کرتا تھا۔ اس کے دس بیٹے تھے اور ایک
لڑکی جو نہایت خوبصورت اور نیکوکار پاک دامن تھی۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ وہ لڑکی نہانے
کے لئے پانی میں اتری تاکہ غسل کر کے خدا کی عبادت میں مشغول ہو جائے۔ اتفاقاً ایک
کرم اس کے رحم میں داخل ہوا اور اسے ذرا بھی خبر نہ ہوئی۔ وہ کرم روز بروز رحم میں پلنے
اور بڑھنے لگا اور اس سبب سے اسکو تکلیف ہونے لگی۔ آخر اس کا پیٹ بڑھ کر حاملہ عورت
کا سا ہو گیا۔ لوگوں میں اس کا چرچا ہوا۔ آخر بہتان لگانے اور ان کہنی کہنے لگے اور قوم
اور قبیلے والوں نے ملامت کرنی شروع کی اور اس کو ہر طرح لعنت اور پھٹکار دینے
لگے ہر چند وہ عفیفہ اپنی پاک دامنی کا اظہار کرتی تھی لیکن کوئی شخص اس پر کان نہ دھرتا تھا

آخر کار جب باپ کو یہ خبر پہنچی تو اس نے اپنا عمامہ زمین پر دے مارا۔ اور لباس پھاڑ ڈالا۔ اور بولا۔ میں عرب میں شرمندہ ہوگیا اور نہایت بیتاب ہو کر فغاں وزاری کرنے لگا۔ آخر کار اس کے قتل کرنے پر تیار ہوا۔ تاکہ اس کے بدن ناپاک کو کاٹ کر پیوند زمین کر دیں۔ اس کی گردن میں رسی باندھ کر گھر سے نکالا۔ لوگ کھڑے تماشہ دیکھ رہے تھے۔ یہ حال دیکھ کر اس عفیفہ پاک دامن نے اپنا روئے نیاز آسمان کی طرف اٹھایا اور درگاہ قاضی الحاجات میں یوں استغاثہ کیا کہ اے عالم السر والخفیات۔ اے خدائے غیب دان تو میرے حال سے خوب آگاہ ہے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی ظاہر نہیں ہوئی جس سے میں اس عذاب و سزا کی حقدار ہوں۔ اور اس غم والم میں گرفتار ہوں مریم بنت عمران کی پاکدامنی کا واسطہ پیغمبر آخرالزماں کی دختر نیک اختر خاتون قیامت کے نقاب کا تصدق جس کو زیارت کے واسطے آسمان پر لے گئے۔ اور اس معصومہ کی پشمین چادر کی حرمت کا طفیل جس کا ارشارہ توریت میں بھی مذکور ہے۔ مجھ کو اس تہمت سے چھڑا اور میری عفت و عصمت سب پر ظاہر کر۔ میں موت سے نہیں ڈرتی کیونکہ وہ ضروری اور حتمی ہے اور ہر زندہ کو بموجب حکم کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ (ہر جاندار کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے) مرنے سے چارہ نہیں۔ لیکن مجھے اپنے باپ کی رسوائی کا غم ہے۔ کہ وہ میرے سبب سے خلقت میں شرمسار ہو رہا ہے۔ اور اس کے اندوہ غم کو دیکھ کر غمگین و مغموم ہوں کہ وہ میری وجہ سے ندامت اور حسرت کے آنسو بہا رہا ہے اس وقت یکایک مشکل کشائے حاضر و غائب اسد اللہ بن ابی طالبؑ کا خیال دل میں گزرا اور کوفہ کی طرف منہ کر کے یوں فریاد کرنے لگی۔ اَیَا مَوْلَایَ اَدْرِکْنِی۔ یعنی اے میرے آقا میری خبر لیجئے اور جلدی کیجئے۔ کیونکہ:۔

بیت

تو طبیبی و درد منداں را	از شفا خانہ تو درماں است

تو میرا طبیب ہے۔ اور میں بیمار ہوں۔ اور تیرے شفا خانہ ہی سے مجھے دوائے تمنا عطا

ہو گی۔ اس وقت امیر المومنین کرم اللہ وجہہ اپنے اصحاب مستطاب کے مجمع کثیر میں مسجد کوفہ کے اندر وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ناگاہ عالمِ غیب سے ایک ہاتف نے اس درد رسیدہ پاک دامن لڑکی کا حال آپ سے بیان کیا اور اس کی رہائی کی نہایت تاکید کی۔ امیر نے فرمایا۔ اے مومنو! اس وقت ایک مشکل پیش آئی ہے جو باعث رنج و ملال ہے اور میرے بغیر اس کا حل ہونا محال ہے اب میں اس عقدہ کو حل کرنے کی غرض سے مدینہ منورہ جاتا ہوں۔ وہاں سے واپس آ کر اس کا حال بیان کروں گا۔ قنبر رضی اللہ عنہ نے ہمراہ جانے کی التماس کی جو منظور ہو گئی۔ فرمایا اٹھ جلدی کر کہ وقت بہت تنگ ہے۔ اور دیر کا موقع نہیں۔ میرے پاؤں کی پشت پر اپنا پاؤں رکھ کر آنکھیں بند کرے۔ اور دل کو بیدار رکھ الغرض وہاں سے روانہ ہوئے۔ اور جتنی دیر میں آصف برخیا بلقیس کو سبا سے اٹھا کر سلیمان کے دربار میں لائے۔ اس سے بہت جلد امیر المومنینؑ مدینے میں جا پہنچے۔ اس وقت وہاں ایک عام ہلچل پڑ رہی تھی اور شور و غل مچا ہوا تھا۔ اور ہر طرف بھیڑ بھاڑ ہو رہی تھی اس ہجوم میں دشمن بھائی آب دار تلواریں کھینچے اس لڑکی کا خون بہانے کو تیار تھے اور کثرتِ غم و اندوہ سے آنسوؤں کے دریا بہا رہے تھے۔ امیر المومنینؑ نے ان سے فرمایا کہ اس پاکدامن کے قتل سے باز آ جاؤ۔ اور خبردار اس کو کسی قسم کا آزار نہ دو ابن عباس اور مدینے کے باشندے حضرت کی تشریف آوری کا حال سن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور لڑکی کا باپ بھی حاضر خدمت ہوا اور ایک دردناک آہ بھر کر عرض کی یا مولا اس دختر بداختر سے مجھ کو یہ رسوائی حاصل ہوئی ہے۔ اور میری ساری عزت آبرو خاک میں مل گئی ہے حضرتؑ نے اس کو بغل میں لیا اور نہایت مہربانی اور لطف و کرم سے پیش آ کر ارشاد فرمایا۔ تو اس بات سے غمگین نہ ہو۔ اور کسی قسم کا غم نہ کھا تیری لڑکی گناہ کی آلائش سے بالکل پاک اور عصمت و پاکدامنی کے نور سے سرفیاب اور ممتاز رہے دیکھو بہشتر مثقال وزن کا ایک کرم اس کے رحم میں داخل ہوا ہے جو اس کی فضیحت اور رسوائی کا

باعث ہو رہا ہے۔ پھر ایک طشت طلب فرمایا کہ اس کو مینہہ اور برف کے پانی سے بھر لاؤ۔ انھوں نے عرض کی کہ اس موسم میں نہ بارش ہے اور نہ برف۔ امیرؑ نے اپنی انگشتری مبارک کا نگینہ آسمان کی طرف کیا۔ فوراً حکم خدا سے دو سیاہ بادل کے ٹکڑے ڈھال کیطرح کے ہوا میں ظاہر ہوئے اور برسنا شروع کیا اور اس طشت کو مینہہ کے پانی سے بھر دیا بعد ازاں ابر کی طرف سے برف کا ایک ٹکڑا نمودار ہوا۔ اور بارش کے پانی میں آملا پھر کچھ لوشن منگاکر پانی اور برف میں ملایا۔ اور حکم دیا کہ اس جنگل میں ایک خیمہ کھڑا کر دیں اور اس لڑکی کو چند امانت گزار اور ایماندار عورتوں کے ہمراہ اس خیمہ میں لاکر نہایت آرام سے اس طشت میں بٹھادیں۔ اور خدا کی قدرت کی طرف متوجہ ہوں۔ جب حضرت علیؑ کے ارشاد کی تعمیل کر چکے تو وہ کرم لڑکی کے رحم میں سے نکل کر پانی میں آپڑا۔ اور اس پاک دامن کو تکلیف سے نجات ملی جب ترازو میں تولا تو اس کا وزن ٹھیک بہتر مثقال نکلا۔ (کوکب دری)

معجزہ ۸۴

علیؑ کے دشمن پر آسمان سے پتھر گرا اور پیٹ سے نیچے نکل گیا

امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے والد امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غدیر خم کے مقام پر حضرت علی علیہ السلام کو بلند کر کے فرمایا تھا۔ (مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہُ وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہُ) جس کا میں سردار (مولا) ہوں، اس کے علیؑ بھی (سردار) مولا ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ تو اس کو دوست رکھ جو علیؑ کو دوست رکھے۔ تو اس سے دشمنی رکھ جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ تو اس کی مدد کر جو علیؑ کی مدد کرے تو اس کو چھوڑ دے۔ جو علیؑ کو چھوڑ دے رسول اکرمؐ کا یہ بات ہر شہر میں پھیل گئی نعمان بن حرث فہری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سرکار مدینہ کی خدمت میں گویا ہوا۔ محمد آپ نے ہمیں اللہ عزوجل کا پیغام سنایا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے وجود اور آپ کی رسالت کی گواہی دیں تو ہم نے اس بات کو مان لیا ہے۔ آپ نے پانچ وقت کی نمازوں کا حکم دیا ہے ہم نے اس بات کو بھی قبول کر لیا ہے۔ آپ نے زکوٰۃ کا حکم دیا ہم نے اس کو بھی قبول کیا۔ آپ اس بات پر راضی نہیں ہوئے حتیٰ کہ ایک لڑکے کو ہم پر حاکم بنا دیا ہے۔ مَن کُنتُ مولا فھذا مولا۔ یہ حکم آپ کیا اپنی جانب سے دے رہے ہیں یا اللہ تعالیٰ کا حکم ہم لوگوں کو سنا رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذاتِ والی صفات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں یہ حکم اللہ عزوجل اسمہ کی جانب سے ہے۔ یہ سن کر نعمان اپنی سواری کی طرف یہ کہتے ہوئے بڑھا۔ اے اللہ اگر یہ بات تیری طرف سے حق ہے تو مجھ پر آسمان سے پتھر برسا یا مجھے دردناک عذاب دے یہ کہہ کر نعمان اپنی سواری تک پہنچا ہی تھا کہ قدرت کی جانب سے ایک پتھر نازل ہو کر اس کے سر پر پڑا اور سر سے ہوتا ہوا ٹانگوں کے نیچے سے نکل گیا۔ اور یہ ملعون اسی وقت گر کر واصل جہنم ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت نازل ہوئی۔ ایک سائل نے عذاب کا خود سوال کیا جو کافروں پر واقع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے منکرِ ولایت کو فوراً سزا مل گئی۔ (بحوالہ عنوان المعجزات)

معجزہ نمبر ۸۵

منکر حدیث غدیر اندھا اور کوڑھی ہو گیا

جناب عبدالکریم مشتاق نے اپنی کتاب وصی رحمت اللعالمین صفحہ ۱۴۹ اربعین کتاب اربعین مولفہ اسد بن ابراہیم حنبلی سنی المذہب نے لکھا ہے کہ سالم بن عبدہ حضرت انس کے پاس آیا وہ ان دنوں اندھے تھے اور ماتھے پر کوڑھ کے نشانات تھے۔

یک شخص نے جو ان کے رشتہ داروں میں سے تھا اُن سے دریافت کیا اے صحابی رسولؐ یہ آپ کے داغ کیسا ہے؟ حالانکہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مومن کوڑھ کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا۔ حضرت انسؓ نے سر جھکا لیا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا کہ یہ برص (کوڑھ) حضرت علی علیہ السلام کی بد دعا کے نتیجہ میں ہوا ہے اس نے اس بد دعا کا سبب دریافت کیا تو انس نے حدیث بساط کا واقعہ دوسرا یکہ علیؑ اس واقعہ کی مجھ سے گواہی چاہتے تھے لیکن میں نے گواہی نہیں دی اور کہا کہ میں یہ واقعہ بھول گیا ہوں۔ اس پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا اے انس حضور اکرمؐ نے اس گواہی کے دینے کی تجھے وصیت فرمائی تھی پس تو نے باوجود وصیت رسولؐ کے اس گواہی کو چھپایا خدائے تعالیٰ تیرے منہ پر برص (کوڑھ) کا داغ آنکھوں میں اندھا پن اور شکم میں سوزش پیدا کر دے۔ اس دعائے بد سے انس کے چہرے پر کوڑھ کا داغ پڑ گیا آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ اور پیٹ میں جلن پیدا ہو گئی۔ (طبقات الانوار جلد غدیر)

معجزہ ۸۶

علیؑ اور اولاد علیؑ سے منسوب تبرکات کی برکت سے

مکان جلنے سے بچ گیا۔

سالہا سال سے زائرین کی توجہ کا مرکز یہ تبرکات ہیں

لاہور کی بادشاہی مسجد کے صدر دروازے کے اندر داخل ہوں تو دائیں طرف اوپر کی ایک منزل میں کچھ تبرکات رکھے ہیں۔ جنھیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم۔ حضرت فاطمۃ الزہرا اور امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے

زائرین صدیوں سے انھیں دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ بہر حال ان کا تقدس مسلم ہے اور تاریخ اس بارے میں شہادت دیتی ہے یہ ان تبرکات کا زندہ معجزہ ہے کہ بر سہا برس کے بعد بھی ابتک یہ صحیح اور سالم حالت میں موجود ہیں۔

تاریخ لاہور کے مصنف محمد لطیف مرحوم بیان کرتے ہیں کہ ۲۳ رجمادی الآخر ۸۰۳ھ (۱۴۰۱ء) میں جب امیر تیمور نے دمشق فتح کیا تو وہاں کے عمائد سادات نے اس کی خدمت میں زر و جواہر کے ساتھ چند نایاب اور متبرک اشیاء پیش کیں۔ امیر تیمور انھیں حاصل کر کے بہت خوش ہوا۔ پھر یکم ربیع الاول ۸۰۵ھ (۱۴۰۲ء) کو جب اس نے سلطان بایزید یلدرم والئی روم کو شکست دی تو اس نے بھی چند تبرکات امیر کی خدمت میں پیش کیئے۔ امیر یہ تمام تبرکات لے کر سمرقند چلا گیا۔

امیر تیمور کی وفات کے بعد یہ تبرکات نسلاً بعد نسلاً اس کے وارثوں کے قبضے میں رہے۔ بابر انھیں اپنے ساتھ ہندوستان لایا۔ اس طرح یہ تبرکات یہاں پہنچے۔ جب احمد شاہ ابدالی کے بیٹے کی شادی مغلانی بیگم دختر ملکہ زمانی محمد شاہ کے ساتھ ہوئی تو ملکہ زمانی اپنی لڑکی کی رخصتی اور محمد شاہ کی وفات کے بعد ان تبرکات کو لے کر جموں چلی گئی۔ کچھ عرصے بعد جب مغلانی بیگم فوت ہو گئی اور ملکہ زمانی کی خواہش کے مطابق اسکی لاش افغانستان سے جموں لائی گئی تو ملکہ زمانی کی مالی حالت نہایت مخدوش تھی چنانچہ اس نے یہ تبرکات پیر محمد شاہ اور شاہ محمد رضا کے ہاتھ اسی ہزار میں فروخت کر دیئے ان دونوں نے اپنی اپنی رقوم کے بموجب یہ تبرکات آپس میں تقسیم کر لیئے اور اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔ چنانچہ پیر محمد یہ تبرکات لے کر رسول نگر (موجودہ رام نگر) چلے گئے سمہ ۱۸۰۰ بکری میں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے والد سردار مہا سنگھ نے رسول نگر پر حملہ کیا تو دیگر مال و اسباب کے ساتھ یہ تبرکات بھی اس کے قبضے میں آئے۔ سنہ ۱۲۱۱ھ (۱۷۹۶ء) میں جب شاہ زمان کے حملے کی افواہ ملک میں گرم ہوئی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اپنا تمام قیمتی سامان

اور یہ تبرکات اپنی رانی مہتاب کور کے ہمراہ بکریاں بھجوا دیئے۔ یہ قلعہ اس وقت خوشحال

دامن مائی سداکور کے قبضے میں تھا۔ ایک دن اچانک اس میں آگ لگ گئی۔ تمام مال و

اسباب جل گیا۔ مگر وہ کمرے جن میں تبرکات محفوظ تھے۔ آگ کی لپک اور جلنے سے بالکل

محفوظ رہے۔ نہ کمرہ جلا اور نہ اس کا سارا سامان حالانکہ اس کی نچلی منزل میں آتش گیر

مادہ جمع کیا ہوا تھا۔ تمام لوگ یہ واقعہ دیکھ کر دنگ رہ گئے

یہ وہ معجزہ تھا جو ان تبرکات نے کافروں کے گھر میں دکھا کر اسلام کے

عظیم رہنماؤں کے ناموں کو زندہ کیا۔ اس دن سے ان تبرکات کا احترام ان لوگوں کے

دلوں میں اور بھی زیادہ ہو گیا اور یہ لوگ اپنی مصیبت اور پریشانی دور کرنے کے لئے

ان تبرکات کے پاس آکر فریاد کرنے لگے اور مرادیں پانے لگے۔ جب شاہ زمان کابل

چلا گیا۔ تو مہاراجہ نے اپنا تمام مال و اسباب مائی سداکور سے طلب کیا۔ اس نے

ان تبرکات کے سوا سب کچھ لوٹا دیا۔

مائی سداکور کی وفات کے بعد مہاراجہ شیر سنگھ ان کا وارث ہوا وہ ان تبرکات

کو جونڈہ کے قلعہ میں لے گیا۔ جہاں اسوج ۱۹۰۰ بکری تک محفوظ رہے۔ جب مہاراجہ

شیر سنگھ مارا گیا تو اس کی جائیداد خالصہ سرکار کے قبضے میں آئی۔ سردار ہیرا سنگھ وزیر نے

ان تبرکات کو اپنی حویلی میں منتقل کر لیا اور جب ہیرا سنگھ بھی مقتول ہوا تو یہ تبرکات

قلعہ لاہور میں آگئے۔ سردار جواہر سنگھ وزیر نے اپنے ایک معتبر سائیس کو ان کا مہتمم مقرر

کیا۔ آخر مہارانی چنداں کے حکم سے یہ تمام تبرکات شاہی توشہ خانہ میں جو قلعہ کی خواب

گاہ میں تھا جمع کر دیئے گئے۔ حافظ بدرالدین وہاں ہر روز دیا (چراغ) جلایا کرتے تھے

اور ہار پھول بھی نذر کرتے تھے۔

فتح پنجاب کے بعد یہ تبرکات سرکار انگلشیہ کی معرفت مسلمانوں کو واگزار کئے

گئے۔ تبرکات کا وہ حصہ جو محمد رضا کے قبضہ میں تھا فقیر سید نورالدین نے خرید کر مسلمانوں کے

حق میں وقف کر دیا۔ چنانچہ یہ تبرکات اسی طرح شاہی مسجد کی ڈیوڑھی کی چھت پر واقع کمرہ میں آج تک محفوظ ہیں اور زیارت گاہِ خاص و عام ہیں۔ فقیر نور الدین کا اپنا بھی ایک امام بارگاہ ہے جو کوچہ فقیر خانہ بازار حکیماں اندرونی بھاٹی گیٹ میں واقع ہے۔ اس امام بارگاہ میں بھی کئی عدد تبرکات موجود ہیں جو انہیں معصوم ہستیوں کے نام سے منسوب ہیں جن کی زیارت صرف عاشورہ محرم کو کرائی جاتی ہے۔ یہ تبرکات جو شاہی مسجد میں محفوظ ہیں ان کی تعداد ۲۳ ہے۔ حضرت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سبز عمامہ۔ ٹوپی۔ سبز جبہ۔ سفید پاجامہ۔ نعلین۔ نقش قدم مبارک۔ سفید علم جس پر قرآن پاک کی آیات منقوش ہیں۔ حضرت علی علیہ السلام کے دست مبارک کا تحریر کردہ خطِ کوفی کا قرآنی نسخہ (پارہ اول) عمامہ۔ کلاہ۔ اور ایک تعویذ۔ حضرت سیدہ النساء رضی اللہ عنہا کا رومال اور جائے نماز حضرت امام حسین علیہ السلام کا صندلی عمامہ۔ کلاہ علم اور خون آلود رومال۔ کربلا معلیٰ کی سرخ مٹی کے علاوہ صحابی رسولؐ حضرت اویس قرنی کے شکستہ دانت کے علاوہ دیگر بہت سے تبرکات شامل ہیں۔ بھائیوں یہ تمام تبرکات سارا سال زائرین کی توجہ کا مرکز بنے رہتے ہیں لیکن محرم کے مہینے میں زائرین کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے اور لوگ جوق در جوق شہر اور بیرون شہر سے بادشاہی مسجد میں ان تبرکات کی زیارت کو آتے ہیں۔ خدا کی قسم یہ تبرکات زائرین کی روحانی تشنگی کے لئے آبِ حیات ہیں جنہیں دیکھ کر ان کا ولولہ ایمانی تازہ ہو جاتا ہے اور تشنہ روح بھی سیراب ہو جاتی ہے یہی تو علیؑ اور آل علیؑ کی معجز نمائی ہے کہ جو چیز ان کے نام سے منسوب ہو جائے وہ لوگوں کی فریاد رسی کا ذریعہ بنجاتی ہے۔

(تحریر سیدہ اصغر بحوالہ روزنامہ جنگ لاہور، ۲ نومبر ۱۹۸۱ء شکریہ کے ساتھ)۔

معجزہ ۸۷

علیؑ اور اولادِ علیؑ سے عقیدت کا ایک ادنیٰ سا مظاہرہ

جس نے امریکی سفیر ولیم ایچ سیلون کو حیران کردیا

امریکہ کے آخری سفیر ولیم ایچ سیلون کی یادداشت

مشن ٹو ایران کا ایک باب

ابتدائی دنوں میں میں نے اپنے خاندان کے ساتھ جو پہلا سفر کیا وہ مشہد کا تھا جو ملک کے شمالی علاقے میں واقع ہے اور افغانستان کی سرحد کے نزدیک ہے یہ ایران کا مقدس شہر خیال کیا جاتا ہے کیونکہ یہاں حضرت امام رضا علیہ السلام کا مزار شریف ہے جو شیعہ فرقے کے امام ہیں آپ کا اس شہر میں وصال ہوا تھا یہاں سارے ملک کے شیعہ فرقے کے زائرین آتے ہیں۔ اس شہر کی تہذیب و ثقافت قدیمی اور تاریخی اہمیت کی حامل ہے۔

اگرچہ ہم لوگوں میں سے اہل مغرب فارسی ادب اور بالخصوص شاعری میں ''رباعیات عمر خیام'' کی نہج پر سوچتے ہیں لیکن ایرانی اپنے اس ماضی کے ادب کو دوسرے درجہ کا خیال کرتے ہیں اور حافظؒ و سعدیؒ جیسے شعراء کی غزل گوئی پر فخر کرتے ہیں اور سب سے زیادہ شاہنامہ فردوسی کی مشہور رزمیہ داستان کا حوالہ دیتے ہیں یہ ہومر کی ''ایلیڈ'' قسم کی داستان ہے اور بادشاہوں کی داستان ہے جو فارس کے قدیم رومانی ماحول میں گزرے ہیں۔ فردوسی جو اس داستان کا خالق کہا جاتا ہے مشہد کے نزدیک ہی ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہتا تھا اور مشہد پہنچتے ہی سب سے پہلے ہم نے یہ کام کیا کہ فردوسی کے مزار پر گئے۔ زائرین کی کتاب پر دستخط کیے اور اس علاقے میں پیدا ہونے

والے بعض بہترین پھل خریدے۔

اگرچہ ہمارے یہاں آنے کا مقصد حضرت امام رضا علیہ السلام کے مزار شریف کی زیارت کرنا تھا جو شہر کے وسط میں بہت سی مساجد سے گھرا ہوا ہے جب ہم ہوائی جہاز میں بیٹھے ہوئے اس شہر کا نظارہ کر رہے تھے تو ہمیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ یہ مساجد ایک دوسرے سے جدا جدا ایک دائرہ کی شکل کے پارک میں بنی ہوئی تھیں۔ پارک میں اس قسم کی تعمیر یورپ کے جدید طرز تعمیر کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مزاحمت خیال کیا جا سکتا تھا لیکن پارک کو بڑے شاندار طریقے سے بنایا اور سنوارا گیا تھا۔ بعد ازاں ہمیں معلوم ہوا کہ پارک تعمیر جدید ہے۔ یہاں پہلے قدیم بازار اور فرسودہ تنگ و تاریک سرائیں تھیں جنکو بلڈوزروں کے ذریعہ منہدم کر دیا گیا تھا۔ یہ صدیوں سے مساجد کے اردگرد بنے ہوئے تھے۔

اگرچہ ہمیں بتایا گیا تھا کہ ہم مساجد دیکھ سکیں گے۔ لیکن غیر ملکی ہونے کی وجہ سے ہمیں یہ توقع نہیں تھی کہ مزار شریف کی زیارت بھی کر سکیں گے۔ ہمیں یہ سُنکر حیرت ہوئی جب امریکہ کے تعلیم یافتہ نوجوان اور صوبہ کے نائب گورنر نے ہمیں بتایا کہ ہمارے لئے خصوصی انتظامات کئے گئے ہیں تاکہ ہم تہہ خانے میں نیچے اتر کر مزار شریف کی زیارت کر سکیں اس کے علاوہ ہمیں ایک لائبریری میں لے گئے جہاں قرآن پاک کے نادر و نایاب نسخے رکھے ہوئے تھے اور صدیوں سے زائرین نے انھیں نذرانہ کے طور پر پیش کیا تھا۔ قلمی روشن اور مزین قرآن کریم کے نادر نسخے جو صدیاں گزریں مشہور مسلمان خطّاطوں نے لکھے تھے۔

جب مزار شریف کی زیارت کا وقت آیا تو میری بیوی اور بیٹی کو سیاہ رنگ کی چادریں دے دی گئیں۔ انھوں نے یہ چادریں پنوں کے ذریعہ اپنے جسم سے اس طرح پیوست کر لیں کہ صرف ان کی آنکھیں اور ناک کا بانسا ہی نظر آتا تھا

نائب گورنر اور مزار شریف کے محافظین کی چھوٹی سی جماعت ایک مخصوص سیڑھیوں والے کنویں میں اتار کر لے گئے جہاں سے ہم تہہ خانہ میں پہنچ گئے اور وہاں ہمیں تیزی سے ایک کونے کی طرف لے جایا گیا جہاں سے مزار شریف صاف نظر آرہا تھا مزار شریف کے گرد ایک کٹہرا بنا ہوا تھا اور چاروں طرف طلائی بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ یہ کٹہرا فرش سے لے کر تہہ خانے کی چھت تک اونچا تھا۔ اور ایک طرف سے ۲۴ فٹ لمبا تھا۔

کٹہرے کے اندر پتھر کا ایک تابوت بنا ہوا تھا جس میں امام علیہ السلام کی یادگار اشیاء رکھی ہوئی تھیں۔ اچانک عقیدتمندوں کا ایک ریلا بائیں جانب سے کمرے میں داخل ہوا۔ اور دائیں جانب سے باہر نکل گیا۔ وہ چند منٹ چوڑی سیڑھیوں سے نیچے اتر کر گریہ وزاری کرتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ ان کی آواز تہہ خانے کی سیڑھیوں سے سو قدم کے فاصلے تک سنی جاسکتی تھی۔ کیونکہ وہ ایک تواتر سے لہروں کی طرح آگے بڑھتے اور پیچھے ہٹ جاتے تھے عقیدتمندوں میں سے کچھ نے اپنے سروں کو جنگلے سے ٹکرایا۔ ان میں سے بہت سوں نے مزار شریف کے تابوت اور جنگلے کے درمیانی حصے میں روپے پھینکے ان میں سے ہر ایک نے دھات کے چھوٹے میناروں کو پکڑ لیا اور اس پر اپنا سر ٹکرایا۔ یہ انہوں نے بار بار کیا۔ بعض نے اپنا منہ اور شانے نوچ لئے جن سے خون نکل آیا۔

سنجیدہ محافظوں کا ایک اسکواڈ جو مغربی طرز کا سیاہ لباس پہنے ہوئے تھا زائرین کے اردگرد متواتر منڈلا رہا اور وہ مسلسل اظہارِ عقیدت کرتے رہے اگر کوئی شخص زیادہ دیر تک جنگلے سے چمٹا رہتا تو نہایت شرافت سے اسے ہٹا دیا جاتا تھا۔ اور وہ مزار شریف سے باہر چلا جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص سر پیٹتے ہوئے زیادہ جوش کھا جاتا یا اس کے جسم سے خون کی دھار بہہ نکلتی تو اسکو نہایت احتیاط سے علیحدہ کر کے

باہر بھیج دیا جاتا۔ ہم پندرہ منٹ تک یہ نظارہ دیکھتے رہے۔ مجھے اظہار عقیدت کے اس انداز نے بڑا متاثر کیا۔ جوں ہی زائرین تہہ خانے میں داخل ہوتے اچانک جوش میں آجاتے۔ شدت گریہ و زاری کے بعد باہر آجاتے۔
یہ میری زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ میں نے اتنے نزدیک سے اسلامی جذب و عقیدت کا مظاہرہ دیکھا تھا۔
(شکریہ کے ساتھ روزنامہ جنگ کراچی۔ جمعہ ایڈیشن ۲۶ فروری ۱۹۸۲ء)

تلباں

یہ کھیل اپنی اصل شکل میں صرف جہلم کے علاقے میں کھیلا جاتا ہے

ہر دور میں جہاں شجاعت کا ذکر ہوگا چاہے کھیل ہی کیوں نہ ہو وہاں علیؑ کا نام ضرور لیا جائیگا

یہ ایک زندہ معجزہ ہے

تحریر حمید جہلمی۔ ایڈیٹر "امروز" لاہور پیش کردہ دبیر حسین رضوی (تلہ گنگ)

ہر گاؤں کی ٹولی اپنا ڈھول لے کر ساتھ نکلتی ہے گاؤں کی حد پار ہوئی۔ ڈھول پر تھاپ پڑی، گبھروؤں نے پگڑیاں ہوا میں اچھال دیں۔ فضا میں قوس قزح کے رنگ بکھر گئے علیؑ علیؑ کے نعرے بلند ہوئے کسی نے نیہوڑا کے گردن ذرا سی ایک طرف کرلی ٹھوڑی سینے پر لگا دی، گھٹنے کو خم دے لیا اور بازوؤں کو گھٹنوں کی پیڈ میں لا کے تھرکنا شروع کر دیا۔ کسی نے بازو ہوا میں لہرائے، گردن پیچھے کو جھکالی۔ ایک پاؤں زمین سے اٹھایا اور دوسرے پاؤں پر جھٹکوں کے ساتھ گھومنا شروع کر دیا۔ ڈھول کی تھاپ جیسے جیسے تیز ہوتی ہے دھمال کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے، ادھیڑ عمروں اور بوڑھوں کو اپنی وجاہت کا پاس نہ ہو تو شاید وہ بھی رقص میں شامل ہو جائیں مگر وہ اپنی تلی چال سے چلتے رہتے ہیں۔ نرم اور خستہ سخت اور ڈنٹھلوں سے پٹے ہوئے

کھیتوں میں اب پاؤں کے نیچے کسی ڈھیلے کی نرمی سے پچک جانے سے آسودگی کا احساس ہوتا ہے، نہ کسی ڈنٹھل کے پاؤں میں چبھ جانے سے جسم میں سنسنی دوڑتی ہے ڈھول کی گھمکار، علیؑ علیؑ کے نعروں اور جوانوں کے ططلے نے ایک انوکھی فضا قائم کر دی ہے۔ زندگی پر سے پژمردگی کے سائے ہٹ گئے ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر جھلانے، بات بات پر الجھنے اور مرنے مارنے پر اتر آنے والے بھی، اور بڑے سے بڑا جبر کا سہہ کر اُف نہ کرنے والے بھی صدق و صفا کے پیکر بھی اور حرص و ہوا کے بندے بھی، جی دار اور جیالے بھی، ناتواں اور مرجھلے بھی۔ آج اونچ نیچ کے سارے بندھن توڑ کر اور اپنی اپنی ساری کسریں اور کمزوریاں چھوڑ کر، شادمانی کے ہالے میں آ گئے ہیں۔ سبھی کے دل ایک ہی تال پر دھڑکتے ہیں۔ آج بڑھاپے اور کہولت پر بھی جوانی سایہ فگن ہے۔ ہر سو اور ہر سمت زندگی کا پہرہ ہے، آج مردنی مردہ دلی اور نیم تنی اور نیم جانی کی کوئی گنجائش نہیں۔ آج سینے تان کر، بازو لہرا کر، گردنیں اکڑا اکڑا کر یوں چلو، جیسے زمین تمہارے قدموں کے نیچے لچکتی اور دبتی جا رہی ہو۔ زندگی کا، جوانی کا اٹھا کر گراتے اور رُک رُک کر آگے بڑھ رہے ہیں۔ فضلا رکاب میں پاؤں رکھ کر زمین سے اُٹھا اور بھر بڑی پھرتی کے ساتھ زمین پر آ گیا۔ ڈھولیوں نے آخری بار ڈھولوں پر تھاپ کو تیز کیا۔ وہ شور ہے کہ کانوں پڑی آواز سنائی نہیں دیتی ایکا ایکی خاموشی چھا گئی۔ مقابلے کا وقت ہو چکا ہے۔ لدھے نے پھلکاری، کرتہ اور تہبند اتار دیا۔ اس نے چمڑے کا لنگوٹ پہن رکھا ہے جس میں جگہ جگہ گول گول آئینے جڑے ہوئے ہیں۔ فضلے کا لنگوٹ ریشمی ہے اور پھندنوں سے سجا ہوا۔ فضلے کا قد لدھے سے چھوٹا ہے، جسم تھل تھل، پھل پھل کرتا۔ بایں تن و توش جب اچھل کر وار کرتا ہے تو اچھوں اچھوں کا زہرآب ہو جاتا ہے

دونوں کا جسم تیل میں نہلا دیا گیا ہے۔ بڑھنا شروع ہو گیا۔ بڑا ہی وسیع دائرہ

بنا ہے۔ اگلی صفوں کے لوگ بیٹھ گئے ہیں جو پیچھے کھڑے ہیں، وہ ایڑیاں، اونچی کر کے پہلوانوں کو دیکھتے ہیں، ڈھول پر تھاپ پڑی لدھانے پڑ میں دایاں پاؤں دھرا اور جھک کر پڑ کی مٹی اٹھا کر چومی، آنکھوں سے لگائی اور علی کا نعرہ لگایا پیر استاد کو یاد کیا اور پھر سر جھکا کر تین بار علیؑ علیؑ پکارا۔ ڈھول بجنے لگا اور لدھا ڈھول کی معیت میں پڑ کا چکر کاٹنے کی غرض سے چلا۔ وہ دائیاں ہاتھ اٹھا کر تماشائیوں کو سلام کرتا جا رہا ہے، فضلا بھی اسی اہتمام سے پڑ میں لوگوں سے مل رہا ہے۔ جب تک دونوں پڑ کا چکر مکمل نہ کر لیں گے اور ایک تماشائی کے قریب سے ہو کر گزر نہ لیں گے مقابلہ شروع نہیں ہو سکتا۔

چکر پورا ہو گیا۔ دونوں نے ایک بار پھر زمین کو چھوا پھر کچھ پڑھ کر دم کیا اور خم ٹھونک کر ایک دوسرے کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ دونوں نے ہاتھ ملایا اور ایک ساتھ علیؑ علیؑ پکارے۔ لدھے کا گاؤں قریب ہے۔ فضلا چند میل دور سے آیا ہے اس دور سے آنے کے ناطے وہ مہمان ٹھہرا اس لئے لدھا پہلے وار نہیں کرے گا۔ لدھانے دعوتِ مبارزت دیتے ہوئے کہا "فضلیا، ہلا شیر، بسم اللہ کر۔" فضلے نے روایتی انداز میں کہا۔ "لدھا پہل توکر"۔ "نہیں بھئی تیرے گاؤں آئیں گے تو ضرور کریں گے۔" لے اب زیادہ دیر نہ کر فضلے نے لدھے کے اردگرد تنگ دائرے میں آہستہ آہستہ چکر کاٹنا شروع کیا لدھا اپنے پاؤں پر ہی گھومنے لگا فضلا موقع کی تلاش میں تھا کہ ایسا وار کرے جس کا لدھے کے پاس توڑ نہ ہو اور لدھا ہوشیار کہ کیسا وار ہو اور وہ طرح دے جائے یا اس کی بانہہ (کلائی) پکڑ کر جکڑ لے۔ پھر دیکھیں مائی کا لال اپنی کلائی لدھے کی آہنی گرفت سے کیونکر چھڑاتا ہے۔ فضلے نے پہلا وار کیا، تو لدھے نے سر جھٹک کر اسے خطا کر دیا۔ فضلے نے دوسرا وار کیا۔ اس کا ہاتھ لدھے کی کھلواڑ ایسی چوڑی چکلی چھاتی پر اس زور سے پڑا کہ سارے مجمع نے اسکی دھمک

محسوس کی۔ تیسرا وار ہوا تو لدھا نے فضلے کی کلائی کو کہنی کے پاس سے پکڑ کر اور جھٹکا دے کر بائیں جانب گردن کے پاس رکھ لی اور پکارا "لے پترا۔ دس لائے"۔ فضلے نے بہت زور مارا مگر اس کی کلائی ،لدھے کے ہاتھوں کی آہنی گرفت سے نہ نکلنی تھی نہ نکلی۔

اب لدھے کی باری تھی۔ اس نے موقع تاک کر اور علیؑ کا نعرہ بلند کر کے فضلے کی گردن پر پورے زور اور شدت سے مکا مارا جس سے فضلا ڈگمگا سا گیا لیکن جلد ہی سنبھل گیا تیسری بار وہ زمین پر چت پڑا تھا۔ پورے مجمع میں جتنے ڈھول تھے یکبارگی بجنے لگے لدھے نے فضلے کو گرا دیا تھا۔ سارا میدان نعرہ حیدری یا علیؑ کی صدا سے گونج رہا تھا۔ جیتنے والا گھوم گھوم کر علیؑ علیؑ کے نعرے بلند کر رہا تھا۔

معجزہ ۸۹

علیؑ کی تم میں جگہ ہو تو بس وہ ہے تعلیم

علیؑ اور اولاد علیؑ کی یہی تو عظمت ہے کہ ہر کوئی انکی تعریف کرنے پر مجبور ہے جو معجزہ سے کم نہیں۔ اکبر الہ آبادی کو کون نہیں جانتا ان کے عقیدے کو بھی سب جانتے ہیں ایک شعر میں امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کی تعریف جس انداز میں بیان کی ہے اسکو بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بحوالہ "لطائف اکبر الہ آبادی" مرتبہ محمد مسلم شائع کردہ اردو اکیڈمی سندھ کراچی ۱۹۸۰ء صفحہ نمبر ۴۱"۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مشہور حدیث ہے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ چنانچہ حضرت اکبر الہ آبادی کی جدت طبع نے یہ شعر کہہ کر کیا خوب بات کہہ دی۔

دکھا رہی ہے یہ نکتہ ہماری طبع سلیم
علی کی تم میں جگہ ہو تو بس وہ ہے تعلیم

ت ا ع ل ی م

ظاہری پہلو تو یہ ہے کہ لفظِ علی کو یعنی "ع ل ی کو اگر ت اور م کے حصار کے اندر دیا جائے تو لفظِ تعلیم بنجاتا ہے۔ معنوی پہلو یہ ہے کہ حُبِ علی کو قلب میں جگہ دینا حقیقی تعلیم ہے۔

معجزہ نمبر ۹

خُدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

مندرجہ ذیل خمسہ نوجوان شاعر جناب میاں عابد حسن صاحب نظامی کے خامہ مودت کا شاہکار جلی ہے۔ اس پر جو تنقید اور اس تنقید کا جواب ایڈیٹر منادی دہلی نے تحریر فرمایا ہے وہ ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔ کیونکہ جتنا جتنا فضائل امیر المومنین کو چھپایا جا رہا ہے۔ ابھر کر اتنے ہی سامنے آرہے ہیں۔ جس کی تعریف خود اللہ اور اس کا رسُول کرے اس کے عظیم الشان فضائل سے کون انکار کرسکتا ہے۔ یہ معجزہ ہے۔

علیؑ اخی محمدؐ خُدا کا ولیؑ
علیؑ کا نام ہے نام خدائے لم یزلی
علیؑ کے ذکر سے دینِ نبیؐ کی بات چلی
لکھا ہے بابِ ارم پر بخطِ سبز و جلی
خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

وہ کون ہے درِ حیدر کا جو نہیں سائل
کہا جو حیدرِ کرار حل ہوئی مشکل
ہیں ضربِ حیدری کے جبریل بھی قائل
ہیں اس حدیثِ پیمبرؐ کے شافعی ناقل
خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

علیؑ کا اسم ہے از اسم ہائے ربِ مجید
علیؑ یگانہ دوراں علیؑ ہے فرد فرید
علیؑ ہے کفر کی کثرت میں حافظِ توحید
فدائیانِ علیؑ کو یہ دی ہے حق نے نوید
خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

علیؑ کے پائے کا پایا نہ آج تک زاہد　　علیؑ سا دیکھا نہ بعد از نبیؐ کوئی ساجد

علیؑ کے شیفتہ سب ہیں مگر بجز حاسد　　کھلا ہے ہم پہ حدیث غدیر سے عابد

خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ

یہ نظم منادی دہلی میں جب شائع ہوئی تو محترم عالی جناب مولانا صبغۃ اللہ شہید فرنگی محلی صاحب کو کچھ پسند نہیں آئی۔ آپ نے فوراً اڈیٹر منادی جناب حسن ثانی نظامی کو ایک خط تحریر کیا۔

فرنگی محلی ۱۰/اکتوبر

سلامت رہیئے۔

تازہ منادی ابھی سرمایہ تشکر و تفریح دماغ ہوا۔ خدا آپ کو فیض رساں و سترشدین رکھے۔ صفحہ ۶ کی نظم شاید آپ نے غور سے نہیں دیکھی (مندرجہ بالا نظم) ورنہ ظاہر ہے کہ "خدا کے بعد نبیؐ ہے نبیؐ کے بعد علیؑ" اہل سنت کے مجمع علیہ عقیدہ کے بالکل خلاف ہے اور کھلا تبرہ بھی ہے نیز "ہیں ضرب حیدریؑ کے جبریل بھی قائل" بھی سراسر غلط باطل اور ہمارے مسلک کے خلاف ہے کیا آپ اسکی تصحیح کر دینگے۔

خدا کرے آپکی والدہ معظمہ اب بہتر ہوں۔ بھتیجی کی کامیابی پر مبارک باد۔ میں آپکے لئے بھی دعا کرتا ہوں اور آپ سے طالب دعا بھی۔ والسلام

فقیر شہید

نبیؐ اور علیؑ

جناب حسن ثانی نظامی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شہید فرنگی محلی کا کرم نامہ پڑھکر اُن کو اعلیٰ حضرت نظام دکن کا ایک واقعہ یاد آگیا جو اُن کے والد جناب خواجہ حسن نظامی

کے ساتھ پیش آیا تھا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ "نظام دکن اعلیٰ حضرت میر عثمان علی خاں نے والد مرحوم حضرت خواجہ حسن نظامیؒ سے پوچھا تھا۔

خواجہ صاحب میں نے سنا ہے آپ تفضیلی ہیں ؟"

اس پر خواجہ صاحب نے جواب دیا۔ جی ہاں صرف میں ہی نہیں بلکہ میرے بزرگ بھی تفضیلی رہے ہیں اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل مانتے آئے ہیں" نظام دکن نے پوچھا "تفضیلی کی کوئی دلیل"۔ خواجہ صاحب نے کہا دلیلیں تو بہت سی ہیں لیکن میں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں بھی ہوں اور ان کے سلسلے میں مرید بھی ہوں۔ اپنے باپ کو سب سے بڑا کہتے ہیں اور اپنے پیر کو سب سے بڑا جانتا ہوں۔ نظام دکن نے پھر سوال کیا۔ اور ترتیب خلافت کے بارے میں آپکی کیا رائے ہے؟

- خواجہ صاحب نے جواب دیا" پہلے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ۔ دوسرے عمرؓ، تیسرے حضرت عثمانؓ اور ......

نظامِ دکن یہ بات ضبط نہ کر سکے اور جھنجھلا کر کہا پھر تفضیل کہاں رہی۔؟

حضرت خواجہ صاحب نے نہایت سکون سے جواب دیا۔

جہاں سرکار دو عالم افضل الانبیاء خاتم النبیین حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تفضیل رہی! آخر میں آنے سے فضیلت میں کیا فرق پڑ سکتا ہے؟ ہمارے رسولؐ سب سے آخر میں تشریف لائے لیکن سب سے افضل تھے۔" نظامِ دکن نے زانو پر ہاتھ مار کر کہا" خواجہ صاحب آج آپ نے میرے دل کی پھانس نکالدی" حضرت شہید کی خدمت میں عرض ہے کہ میاں عابد حسین نظامی کی مراد بھی "خدا کے بعد نبی ہے نبی کے علیؑ" تفضیل ہی ہے نہ کہ ترتیب خلافت۔ ترتیب خلافت تو تاریخی بات ہے وہ اپنی جگہ ہے اللہ بہتر جانتا ہے کہ نظامیت کا خرقہ پہننے والا کبھی تبرے کا خیال بھی دل میں نہیں لاسکتا۔

عابد نظامی جیسا ہونہار اور دیندار نظامی تبرّے سے قطعاً پاک اور بری ہے۔ رہی سنیوں اور شیعوں کے مسلک اور عقیدے کی بات کہ وہ کیا ہے تو کم از کم ہم نظامی اس بات کو زیادہ پسند کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے اور قرآنی الفاظ مسلمان اور مومن سے اپنے آپکو موسوم کریں اور کرائیں ہم کو شیعہ سنی کہلانے کے مقابلے میں مسلمان اور مومن کہلوانا زیادہ پسند ہے۔ میاں عابد حسین نظامی نے "خدا کے بعد نبیؐ نبیؐ کے بعد علیؑ" اس لئے کہا کہ جب وہ اپنے سلسلہ کا شجرہ پڑھتے ہیں تو جس طرح ان کو اللہ اور اس کے رسولؐ حضور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اور کسی کا نام نظر نہیں آتا حالانکہ ہمارے سرکار سے پہلے بے شمار انبیا گزر چکے ہیں۔ اس طرح اس شجرہ میں انکو رسولؐ کے بعد بھی بلا فصل آقا و مولا علیؑ کا نام ہی دکھائی دیتا ہے۔ حالانکہ ہمارے ولی نعمت علی علیہ السلام کے علاوہ اور بھی بے شمار صحابہ کرام ہیں۔ انھوں نے "خدا کے بعد نبیؐ اور نبیؐ کے بعد علیؑ" کی ترتیب قائم کی تو کچھ غلط نہیں کیا۔ اور میاں عابد یہ ترتیب کیا قائم کرتے۔ یہ تو قدرتی طور پر قائم ہے۔ آپکا اس میں دخل کہاں ہے ہمارے لئے تو بس اللہ تعالیٰ نے مقسوم کر دیا کہ تم کو امت محمدیؐ میں داخل کیا جاتا ہے اور اس امت میں تم دامنِ مرتضویؑ سے وابستہ رہو گے۔

ہم کیا کریں جس پیر مغاں کا رشتہ ازل سے ہمارے کان میں ہے اور جس ساقی کے ایک جرعے نے ہمارے رفتگاں اور ہمارے آئندگان کو خراب کر رکھا ہے وہ کوثر والا علیؑ ہی ہے۔ یہ بات ہمارے بس میں ہے کہاں کہ کسی اور سخی کے در پر صدا لگائیں ہمارے حصہ کی تو اس جگہ لکھی ہوئی ہے اور یہ "ما ہمانیم کہ بودیم و ہماں خواہد بود" کا معاملہ نظر آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس زنجیر سے باندھ دیا بندھ گئے اور جو کچھ پلا دیا پی رہے ہیں

آنچہ او در ریخت بہ پیمانہ ما نوشیدیم ؎

گرچہ از خمر بہشت است در از بادہ ست

اور یہ جز ہماری وفاداری اور نمک حلالی سے بعید ہے کہ کھائیں تو کسی کا اور گائیں اور کا! کسی کو بھی ہم غلامانِ ازلی سے یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے کہ صبح و شام ہم ٹکڑے توڑیں علیؑ کے دستر خوانوں پر ہماری گزر بسر تو ہو خانہ زادانِ علیؑ کے اُٹش پر اور گیت گائیں ہم کسی اور کے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا امراء سے خالی ہے۔ اور کسی کو کسی سے کچھ نہیں ملا یا نہیں مل سکتا۔ دنیا میں بے شمار ہاتھ! مگر ہر ہاتھ ہر در کے لائق نہیں ہوتا۔ ہر سر ہے در ہر دے نسبت بزرگوں کا مشہور مقولہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ سے دنیا کو جیسا کچھ بھی فائدہ پہنچا وہ اظہر من الشمس ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی شان میں قصیدے پڑھنے سے کسی اور کی تنقیص لازم نہیں آسکتی ہم کو علیؑ کی چوکھٹ سے جو کچھ ملا اگر اس کا ذکر کریں تو اس کا یہ مطلب کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ ہم دوسروں کی تنقیص کر رہے ہیں۔

من بجز رسن بہ جز رسن علیؑ علیؑ" کا وظیفہ پڑھتے رہیں گے بلکہ انہی کے گھر سے ہمارے جان و تن کی پرورش ہوتی آئی ہے ہو رہی ہے اور اللہ کرے کہ آئندہ بھی ہوتی رہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہ شاعرانہ باتیں ہیں یہ مجذوب کی بڑ ہے اس کو حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تب بھی ہم

"بندہ ام قلندرم مستم بندہ مرتضےٰ علیؑ ہستم"۔ کا نعرہ لگا کر یہی کہیں گے کہ یہی شعریت اور جذب ہمارے لئے دین و دنیا کا سرمایہ ہے "شاعری" اور "مجذوب کی بڑ" کی پھبتیاں ہمارے لئے کچھ نئی نہیں ہیں یہ پہلے دن سے ہی سننے میں آرہی ہیں مگر ان کو لاریب فیہ کی ایک پھونک سے اُڑا دیا جاتا ہے اور پھر قدم قدم اور ڈگر ڈگر یہی یقین ٹھوکروں سے بچائے سنبھالے لئے چلا جاتا ہے کہ ہم کو جو معلوم ہوا ہے۔ وہ باب العلم سے معلوم ہوا ہے "بعد دروازے پر پہنچنے کے بعد منزل مشتبہ ہو ہی نہیں سکتی" انا مدینۃ العلم و علیؑ بابھا" ترجمہ میں علم کا شہر ہوں

علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ (حدیث رسول اکرمؐ) کی سند رکھتے ہوئے ہم کو اپنے عقیدے کو عقل و علم کے کسی اور معیار پر پرکھنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ علم اللہ رسولؐ کا ہے۔ اور اللہ رسولؐ کی طرف سے ہے۔ در اصل وہی سچا اور حقیقی علم ہے باقی سب باتیں لا الٰہ۔ کی ایک ضرب سے محو کر دینے کے قابل ہیں۔

یہانتک پہنچتی ہے کہ وہ انبیاء علیہم السّلام کا تمسخر اڑاتے اور انھیں مختلف اذیتیں دیتے ہیں۔ اور نتیجہ اس کا یہ نکلتا ہے کہ وہ خداوندی قہر کی زد میں آتے ہیں اور ہلاکت انھیں آگھیرتی ہے۔

انبیا علیہم السلام کی دعوت اور ان کے معجزات سے انکار کر کے ان پر ظلم و ستم کرنے والوں پر حکم خداوندی سے ہلاکت کے آنے کی کئی ایک وجوہ ہیں۔ جن میں سب سے پہلی وجہ یہ ہے کہ اوّل تو وہ بذات خود راہ راست پر نہیں آئے۔ پھر جب پروردگار عالم نے اپنی رحمت سے ان کے لئے ایک ہادی بھیجا تاکہ انھیں راہ حق پر لائے تو انھوں نے پھر نہیں مانا اور بشرط ایمان آوری معجزہ طلب کیا۔ جب انھیں معجزہ دکھایا گیا تب بھی انھوں نے ایمان لانے سے انکار کیا بلکہ معجزے سے انکار کرنے کے علاوہ انبیاؑ اور ان کے پیروؤں کو ہر قسم کی اذیتیں دینے پر اتر آئے اسطرح جب ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو قہر خداوندی ان پر ٹوٹ پڑا اور وہ اپنے کفر کی پاداش میں صفحۂ روزگار سے مٹ گئے۔

بس یہی وجہ ہے کہ خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰ صلعم نے اور ان کے ولی حضرت علیؑ نے دین اسلام کی تبلیغ کیلئے ایسے معجزات سے کام نہیں لیا جو وقتی اور حسی ہوں اور نہ ایسے فیصلہ کن معجزات سے کہ اگر کوئی انسان خوف کے مارے ایمان لایا تو اس کی جان بچ گئی نہیں تو اسے تباہ کر دیا گیا۔ آنحضرت اور ان کے نائب نے خداوندی حکم سے دعوت دین کا یہ راستہ اختیار نہیں کیا اس لئے کہ آپ رحمت"

معجزہ نمبر ۹

حضرت علیؑ کا ایک ایسا معجزہ جو ہوائی جہاز کا اصول وضع کرتا ہے

کتاب مجمع النورین میں صدوق ابن بابویہؒ نے لبسند لپسے حضرت سلمان فارسیؓ صحابی رسول سے روایت نقل کی ہے کہ ایک روز حضرت سلمانؓ امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے اور یہ زمانہ حضرت علی کی خلافت کا تھا اس محفل میں محمد بن حنفیہ۔ محمد بن ابی بکر۔ عمار یاسر۔ مقداد اور حضرت حسن علیہ السلام بھی موجود تھے۔

حضرت حسنؑ نے عرض کیا اے پدر عالیقدر جو کچھ ملک اور دولت حضرت سلیمان بن داؤد کو دی گئی تھی آیا اس عطیہ میں سے کچھ حصہ ان کے وصی اور نائب کو بھی عطا ہوا تھا۔ اتنا سن کر جناب امیر علیہ السلام مسکرائے اور عرض کیا قسم اس معبود کی جو دانہ خشک کو زمین میں سبز کرتا ہے۔ اور قسم اس قادر کی جس نے خاک سے آدمؑ کو پیدا کیا کہ جو کچھ کہ تیرے باپ کو رسول اکرمؐ کے صدقے میں دیا ہے وہ کسی اور اولیاء اور اوصیائے ماضیہ کو نہیں دیا اور نہ آئندہ بھی کسی کو ملے گا۔ اور کوئی اس کرامات پر فائز ہو گا۔ یہ سن کر امام حسن علیہ السلام اور اصحاب امیر المومنین نے عرض کیا کہ مولا اس کرشمہ کو جو واہب العطایا نے آپکو عطا کیا ہے ہم سب کو بھی اس کا مشاہدہ کرائیں۔ تاکہ ایمان کی روشنی میں ہے اور تقویت ایقان ہو۔ سید اوصیاء نے فرمایا کہ میں ان کراماتی چیزوں میں سے ایک نہ ایک چیز تم لوگوں کو ضرور دکھادوں گا پس حضرت یہ کہہ کر کھڑے ہوئے۔ دو رکعت نماز ادا کی اور چند کلمے زبان حقائق ترجمان پر جاری کیے کہ جسکو کوئی شخص حاضرین میں سے نہ سمجھ سکا پھر مولائے کائنات خانہ ہدایت میں تشریف لائے اور دست حق پرست کو جانب مغرب دراز کیا بعد ایک لمحہ کے ہاتھ کو نیچے کیا ہم لوگوں نے دیکھا کہ دست مبارک پر ابر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔ اس ٹکڑے کو پھر نیچے رکھ دیا اس کے بعد پھر ہاتھ کو مغرب کی طرف دراز کیا پھر ایک ٹکڑا ابر کا اور آگیا اس ٹکڑے کو بھی نیچے رکھ دیا حضرت سلمان فارسی ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم

سب نے سنا کہ جس وقت ابر کا ٹکڑا دست مبارک سے جدا ہوتا تھا تو کہتا تھا۔

اشهد ان لا الہ الا اللہ و ان محمد رسول اللہ و انک وصی نبی کریم من تشک فیہ هلک و من تمسک بک فقد سلک سبیل النجات۔ ترجمہ یعنی گواہی دیتا ہوں میں کہ خدا ایک ہے اور محمد ؐ اللہ کے رسول ؐ ہیں۔ اور آپ وصیؐ نبی بزرگ کے ہیں جس نے آپ کی خلافت اور وصایت میں شک کیا وہ ہلاک ہوا اور جس نے عروۃ الوثقائے محبت میں چنگل مارا اس نے نجات پائی۔ پس ہم نے دیکھا کہ وہ دونوں ٹکڑے کشادہ ہوئے۔ اور پھیل گئے مثل بساط (چادر) کے اور پھر دونوں آپس میں مل گئے اس ابر کے ٹکڑے سے مشک کی خوشبو آرہی تھی جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا اے میرے اصحاب اٹھو اور اس بساط پر بیٹھو ہم سب جا بیٹھے کہ ایک ٹکڑے پر ہم سب اصحاب تھے اور دوسرے پر جناب امیر علیہ السلام پھر جناب نے کچھ ایسے کلمات اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمائے جسے ہم میں سے کوئی نہ سمجھ سکا پھر اس بساط کی طرف اشارہ کیا کہ مغرب کی سمت روانہ ہو پس ہوا چلی اور اس بساط ابر کو اڑا کر لے چلی۔ بڑے آرام سے یہ فضا میں بلند ہو رہی تھی۔ اس دوران ہماری نظریں جب جناب امیر علیہ السلام پر پڑیں، کیا دیکھتے ہیں کہ آپ کے جسم اطہر پر جامہ سبز ہے سر پر کلاہ یاقوت سرخ کا ہے اور پاؤں میں نعلین ہیں کہ بند اس کے یاقوت آبدار سے ہیں۔ ہاتھ میں انگشتری ہے مروارید سفید ابرق کی روشنی آنکھوں کو خیرہ کرتی ہے۔ جناب ایک کرسی نور پر جلوہ افروز تھے جناب امام حسن علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے امیر المومنین حضرت سلیمان پیغمبر کی اطاعت مخلوقات بسبب انگشتری کرتی تھی آپ کی اطاعت کائنات کی یہ چیزیں کس طرح کر رہی ہیں۔ جناب امیرؑ نے ارشاد فرمایا اے میرے پیارے فرزند میں وجہ اللہ کا ہوں۔ میں زبان اللہ کی ہوں۔ ناطق اس کی خلق میں یعنی میں جو کچھ کہتا ہوں۔ وہ خدا ہی کی جانب سے کہتا ہوں اور اس کے حکم سے کہتا ہوں میں ولی اللہ کا ہوں۔ میں نور اللہ کا ہوں وہ نور کہ کبھی منطفی نہ ہوگا۔ میں باب اللہ ہوں یعنی جو لوگ اس کی طرف جائیں گے وہ اس راستے سے ہو کر۔ میں حجت اللہ کی ہوں اس کے بندوں پر

میں خزانہ اللہ کا ہوں اس کی زمین میں۔ جنت اور دوزخ کا تقسیم کرنیوالا ہوں۔ اے میرے فرزند کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمکو حضرت سلیمان پیغمبر کی انگشتری دکھاؤں۔ امام حسنؑ نے ارشاد فرمایا جی ہاں۔ آپنے دست مبارک بغل میں لے جاکر ایک انگشتری نکالی کہ وہ طلائے احمر سے تھی۔ اور نگینہ اس کا یاقوت سرخ ہے۔ فرمایا اے فرزند یہ انگشتری سلیمان کی ہے اور اس انگشتری کے نگینہ پر اسماء گرامی ائمہ اطہار کندہ تھے۔ تمام حاضرین کو اس بات پر بہت تعجب ہوا حضرت نے فرمایا یا ایھا الناس میرے باب میں تم لوگوں کو تعجب نہ کرنا چاہیے۔

اس کے بعد جناب امیر علیہ السلام نے تمام اصحاب کو وہ مقام دکھایا جہاں یاجوج ماجوج اور سد سکندری تھی اس کے واپس آگئے۔

نوٹ:۔ بھائیو! یہ معجزہ آپ نے دیکھا جس کو میں نے کتاب ’’فضائل مرتضوی ۱۳۱۴ھ میں معجزات حضرت علیؑ سے پیش کیا ہے اس کو عالیجناب مولوی مرزا باقر علی بیگ صاحب تحریر فرمایا ہے جو ۱۸۹۵ء میں پانچویں دفعہ طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں جو معجزہ بیان کیا گیا ہے وہ آج کل کے ہوائی جہاز کے اصول کو وضع کرتا ہے۔ جب کتاب شائع تھی نہ ہوائی جہاز تھا اور نہ اس کے لئے کسی شخص نے کوئی اصول پیش کیا تھا۔ اگر آپ آجکل کے موجودہ طریقہ کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف سواری دوسری طرف ہوا باز اس ہی طرح مولا بھی بساط پر بیٹھے تھے۔ دوسری طرف ہوا باز جو کپڑے پہنتا ہے وہ بھی سبز رنگ۔ مولا نے عمامہ پہنا تھا آپ کے سر کے تاج سے تیز روشنی نکل رہی تھی آج بھی ہوائی جہاز کے سامنے سے تیز روشنی نکلتی ہے۔ افسوس مولا کی زندگی میں لوگوں نے ان سے کوئی سائنسی سوال نہیں دریافت کیا بلکہ مہمل سوال کہ میرے سر میں کتنے بال ہیں۔ آسمان پر کتنے تارے۔

(بحوالہ کتاب فضائل مرتضوی ۔ معجزات حضرت علیؑ مطبع یوسفی دہلی سن طباعت ۱۸۹۵ء صفحہ نمبر ۱۳۹ تا ۱۴۱)۔

معجزہ ۹۲

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام کے قاتل ابن ملجم کا انجام

انوار فتوحات القدس میں ابوالقاسم حسن بن محمد المعروف بہ ابن الوفا سے منقول ہے کہ میں ایک روز مسجد کوفہ میں بیٹھا تھا کہ مقام ابراہیم کے پاس ایک عجیب و غریب مجمع نظر پڑا۔ وہاں جاکر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک راہب جو تصوف کا جبہ پہنے ہوئے ہے۔ اور نہایت خوش محاورہ اور قوی ہیکل ہے۔ مقام مذکور کے برابر میں بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے کہ ایک دن میں اپنے عبادت خانے میں بیٹھا تھا کہ کوئی شخص بھی میرے پاس آ جا نہیں سکتا تھا۔ یکایک میں نے دیکھا کہ عقاب کی طرح کا ایک بہت بڑا خوفناک پرندہ فضا سے نیچے اترا اور دریا کے کنارے ایک پتھر کے اوپر بیٹھ گیا پھر اس نے ایک جسم انسانی کا چوتھائی حصہ کو منہ کے ذریعہ قے کیا تھوڑی دیر کے بعد پھر آیا اور پہلے حصہ کے برابر اس مرتبہ بھی ایک ٹکڑا اگل کر چلا گیا۔ اس طرح اس پرندے نے یہ عمل چار دفعہ انجام دیا۔ اس طرح یہ پورے جسم انسانی کو اگل کر چلا گیا۔ یکایک کیا دیکھتا ہوں کہ ان ٹکڑوں میں حرکت ہوئی اور یہ سب ٹکڑے آپس میں مل کر ایک مکمل انسان کی صورت اختیار کر گئے۔ یہ ذلیل شخص اپنی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس ہی دوران وہ ہیبت ناک پرندہ پھر آ گیا۔ اور اپنی خوفناک چونچ سے اس کا منحوس انسانی جسم کا ایک چوتھائی حصہ الگ کر دیا اور پھر فضا میں اڑ گیا یہ عمل اس نے چار دفعہ کیا اور ہر دفعہ ایک حصہ جسم سے الگ کر لیتا تھا جس کو اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ باقی حصہ تڑپتا رہتا تھا۔ راہب کہتا ہے کہ میں اس عجیب و غریب منظر کو دیکھ کر بہت گھبرایا بھی اور ڈر بھی گیا میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ کاش یہ شخص جب مکمل انسان ہو اور میں اس سے اس کی اس عبرتناک سزا کے متعلق معلوم کروں کہ تو کون ہے اور تجھ کو کیوں اس طرح کی سزا دی جا رہی ہے اور تو کیوں اس عذاب الیم اور غضب عظیم کا باعث ہے۔ ناگاہ میں نے

دیکھا کہ اسی جانور نے بدستور سابق جو تہائی بدن کو قے کر کے نکالا اور چاروں ٹکڑے باہم مل کر پورے بدن کی شکل میں مکمل ہو گئے۔ میں فوراً اس کے جسم کے پاس پہنچ گیا۔ اور اس کا حال دریافت کیا۔ اس ذلیل انسان نے جواب دیا۔ میں دنیا کا وہ بدترین انسان عبدالرحمن ابن ملجم ملعون ہوں جس نے رسول آخرالزماں صلعم کے وصی حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کو بے گناہ شہید کر دیا ہے۔ اسی روز سے پروردگار عالم نے یہ خوفناک پرندہ مجھ بدنصیب پر تعینات کر دیا ہے اور مسلسل اس ہی طرح عبرتناک عذاب میں اسی روز سے مبتلا ہوں یہ پرندہ ہر روز کئی دفعہ اسی طرح مجھ کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی چونچ سے قتل کرتا ہے پھر ایک ایک ٹکڑے کو نگل کر دوسری جگہ لے جا کر قے کرتا ہے جب چاروں ٹکڑے مکمل ہو جاتے ہیں تو اسی ذلت کے ساتھ مار ڈالتا ہے مجھکو لگتا ہے کہ قیامت تک اسی طرح ذلیل اور عبرتناک سزا ملتی رہے گی۔

معجزہ نمبر ۹۳

بیت المقدس میں پتھروں کے نیچے خون موجزن تھا

شہادت امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے دن کتاب عیون المعجزات ترجمہ مولانا شریف صاحب ناشر مکتبہ ساجد ملتان صفحہ ۱۰۷ ، ۱۰۸ میں ایک روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ امیر المومنین کے انتقال والے دن بیت المقدس کے اردگرد جو بھی پتھر تھا اس سے خون بہہ رہا تھا قریش کے نصب نامہ میں جو کتاب ابو الحسن نے نقل کی ہے اس میں زہری کی زبانی تحریر کیا گیا ہے۔ زہری کا بیان ہے کہ میں بیت المقدس سے آ رہا تھا اور عبد الملک بن مروان نے مجھ سے دریافت کیا اے زہری جس روز علی ابن ابی طالب قتل ہوئے اس روز کون سی علامت پائی جاتی تھی میں نے کہا کہ لوگوں نے اس روز صبح کے وقت بیت المقدس کے جس پتھر کو بھی اٹھایا اسکے نیچے سے تازہ خون بہہ رہا تھا عبد الملک نے کہا کہ اے زہری ہم بھی اس علم سے بے بہرہ نہیں ہیں۔

معصومۂ قم کے مزار پر مانگو ں سے معذور عورت کی ٹانگیں ٹھیک ہو گئیں

بحوالہ ہفت روزہ شیعہ مورخہ ۲۴ اپریل ۱۹۸۲ء "ایران کے روزناموں میں صفحہ ورق پر چھپنے والی خبر کے بموجب ۱۲ فروری ۱۹۸۲ء شب جمعہ "دعائے کمیل" کے مراسم کی ادائیگی کے بعد حرم مبارک حضرت معصومۂ قم مقدس میں ایک خاتون جو دونوں پیروں سے معذور ہیں اور آنکھوں سے نابینا تھیں بالکل صحتمند اور بینا ہو گئی۔

واقعہ اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ خاتون "حوا امرزی" جو دونوں پیروں سے معذور اور نابینا تھی۔ رشت اور تہران کے دواخانوں میں ہر قسم کے علاج سے مایوس ہو کر شفا پانے کے لئے قم آئی اور حرم مبارک حضرت معصومہ علیہ السلام میں اس عنوان سے کہ اگر شفا نصیب نہ ہوئی تو گھر واپس نہ جائے گی۔ وہاں پر بیٹھ گئی نماز پڑھ کر دعاؤں میں مشغول ہوگئی

اور روتے روتے اس کی آنکھ لگ گئی۔ نیند میں کیا دیکھتی ہے کہ ایک معظمہ اس پر گرم گرم پانی ڈال رہی ہیں۔"

پانی کی سوزش سے وہ چونک کر اٹھی اور ایسا محسوس کرنے لگی کہ اس کے دونوں پاؤں میں جان آگئی ہے۔ نیند سے بیدار ہوئی تو ہر طرف دیکھ سکتی تھی اور دونوں پیروں سے چل سکتی تھی۔ شفا پانے کے بعد ہزاروں کی تعداد میں موجود زائرین کے درمیان "اللہ اکبر" کہتی ہوئی آستانۂ معصومۂ قم کے متولی جناب حجۃ السلام مولائی کی خدمت میں گئی اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آستانہ کی طرف زائرین میں شیرینی تقسیم کی گئی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ روز پنج شنبہ ۱۲ فروری ایران کے اسلامی انقلاب کا بھی دن ہے ـــــ (تحریر سید ہادی حسین عابدی انجینئر قم ایران)

معجزہ ۹۵

کانے کافر کا واقعہ

جنگ حنین میں عبیدہ بن قرعہ لشکر کفار کے ساتھ آیا جنگ شروع ہونے پر صف سے نکل کر مبارز طلب ہوا خود امیر المومنین اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور اس کو زیر کر لیا جب اس نے دیکھا کہ جان نہ بچے گی تو اس نے اسلام لانا اس شرط پر منظور کیا کہ آپ اس کے لئے دعا کریں کہ وہ قیامت تک زندہ رہے آپ نے دعا کی اور فرمایا جا روز معلوم تک زندہ رہے گا۔ جب اس کو یہ معلوم ہوا تو وہ کہہ کر بھاگا کہ آپ خود کہہ چکے ہیں کہ میں نہیں مروں گا لہٰذا اسلام نہیں لاتا بھاگنے کی کوشش کی آپ نے اس کے داہنی طرف کتفیں کے درمیان ضرب لگاتے ہوئے فرمایا کہ اب تو بھاگ جا اور میری اس ضرب کا مزہ یوم معلوم تک چکھتا رہ اس کو حسب ذیل مورخین نے لکھا ہے۔

احادیث اہل سنت :- (۱) کتاب الاربعین بحث اعجاز و کرامات صفحہ ۱۸۱ طبع مصر۔ امام فخر الدین رازی

۲۔ فتوح البلدان باب الفضائل علی صفحہ ۲۱۲ طبع مصر — امام بلاذری

۳۔ الیواقیت والجواہر صفحہ ۹۳ — شعرانی

۴۔ الملل والنحل جلد ۳ صفحہ ۱۰۱ طبع مصر — ابواسحاق

۵۔ تاریخ کامل جلد ۲ طبع مصر — ابن اثیر جزری

۶۔ التہذیب والتہذیب جلد ۳ صفحہ ۲۴ طبع مصر — ابن حجر عسقلانی

۷۔ مطالب السئول صفحہ ۲۰۱ طبع نولکشور پریس لکھنو — شافعی گنجی۔

۸۔ الہدایا والمنایہ جز ثالث صفحہ ۴ طبع مصر — ابن کثیر شامی

۹۔ شرح ازقلانی جز اول صفحہ ۳۷۲ نولکشور پریس لکھنو — امام ازقلانی

۱۰۔ سیرۃ ابن ہشام جز و اول صفحہ ۵۶۳ طبع مصر — ابن ہشام

۱۱۔ سیرۃ کلبیہ صفحہ ۵۰۳ طبع مصر — دیابکری

۱۲۔ سیرہ العلی باب الکرامات جلد دوم صفحہ ۹۹ طبع مصر — طٰہٰ حسین مصری

۱۳۔ زیادیات صفحہ ۱۴۹ طبع مصر — احمد بن حنبل

۱۴۔ کتاب آغانی صفحہ ۱۰۱ طبع اصفہان — ابوالفرج اصفہانی

کتب اہلِ تشیع۔

۱۔ سلیم ابن قیص ہلالی کتاب السقیفہ صفحہ ۹۲ — طبع نجف اشرف

۲۔ مطارعات جناب محسن فیض کاشانی صفحہ ۱۰۱ — طبع لبنان

۳۔ کتاب الشفہ جناب بو علی سینا باب الامامت صفحہ ۴۹۴ — طبع تہران

۴۔ امال جناب شیخ صدوق باب الاعجاز صفحہ ۲۹۸ — طبع تہران

۵۔ مجالس المومنین جلد ۱ صفحہ ۱۱۔ ۱۵ — جناب شہید ثالث طبع لبنان

۶۔ الغدیر جلد ۱۲ صفحہ ۱۸۱۔ ۱۸۰ — طبع لبنان

مولانا فدا حسین صاحب مرحوم پروفیسر علی گڈھ یونیورسٹی نے یہ کتاب خود مجھے

دکھائی تھی۔ جس میں اس کا ذکر کیا ہے کہ ایران وافغانستان کی سرحد پر کفرانسان کے نام سے بستی ہے۔ میں خود وہاں گیا۔ اس نے دیکھا کہ لانبے قد کا شخص بستر پر پڑا ہے میں نے اس سے بات کی۔ اس نے اہلِ مدینہ کے بعض اشخاص کے نام بتائے۔ اور گھر کی نشانیاں بتائیں۔ جب اس نے حضرت علیؑ کی بابت دریافت کیا تو کالا کافر کانپ گیا اور کہا انکی بابتہ نہ پوچھو وہ (معاذ اللہ) بہت بڑے جادوگر تھے۔

معجزہ ۹۶

آپکی ولادت سے قبل کا معجزہ

صاحب بحار الانوار تحریر فرماتے ہیں کہ جب امیر المومنین بطن مادر میں تھے اور جناب رسول مقبولؐ آپ کی والدہ کے پاس آتے تھے تو آپ رسول اللہ کی تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتی تھیں۔ جناب رسول مقبولؐ نے کہا کہ اے چچی آپ بزرگ ہو کر میری تعظیم کے لئے کیوں آپ نے جواب دیا کہ جب آپ آتے ہیں تو یہ بچہ جو میرے شکم میں ہے مجھے کھڑے ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔

معجزات ۹۷

زمانہ رسولؐ میں آپکے معجزات

۱۔ واقعہ بساطہ۔ اصحاب کہف کی بابتہ اکثر صحابہ دریافت کیا کرتے تھے اور جگہ دیکھنے کی خواہش کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ایک شخص ایران سے ایک قالین لایا اور حضور کی خدمت میں پیش کیا۔ قالین کے آتے ہی آپ نے حسب ذیل صحابہ کو طلب فرمایا حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر۔ انس بن مالک۔ سلمان فارسی۔ ابوذر غفاری۔ اور حضرت عثمان جب یہ لوگ آگئے تو آپ نے ارشاد فرمایا تم سب قالین پر بیٹھ جاؤ۔ اس کے بعد حضرت علیؑ سے ارشاد فرمایا کہ یا علیؑ ان لوگوں کو اصحاب کہف کے رہنے کا مقام دکھاؤ آپ قالین پر تشریف لائے

اور کچھ کلمات پڑھے۔ کلمات کا پڑھنا تھا کہ ہوا نے جھک کر قالین کو اپنے دوش اٹھالیا
اور قالین فضا میں اڑتا ہوا ایک مقام پر پہنچا۔ آپ نے پھر کچھ کلمات پڑھے اور قالین زمین
پر اتر گیا۔ آپ نے لوگوں سے کہا دیکھو یہ وہ غار ہے جس میں اصحاب کہف محو خواب ہیں
جا کر ان کو سلام کرو۔ لوگ باری باری غار کے پاس گئے اور سلام کیا لیکن جواب
نہ ملا۔ تب ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے سلام کا تو جواب ہی نہیں آیا اب آپ جا کر سلام
کریں۔ آپ غار کے قریب گئے اور فرمایا اے خاصان خدا تم پر میرا سلام ہو۔ وہاں سے
جواب آیا اے ولی خدا و وصی رسول ہمارا آپ پر سلام ہو۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ہمارے
سلام کا جواب کیوں نہیں دیا جبکہ آپ کے سلام کا جواب دیا آپ نے فرمایا یہ ان ہی سے
دریافت کرو۔ لوگوں نے کہا کہ جب ہمارے سلام کا جواب نہیں دیا تو بات کا جواب
کیوں دینگے آپ ہی دریافت فرمائیں۔ آپ پھر غار کے پاس گئے اور کہا کہ اے
خاصانِ خدا یہ اصحاب رسول جو میرے ساتھ آئے دریافت کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے
ان کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا۔ انھوں نے جواب دیا ہمکو سوائے نبی یا وصی نبی
کے اور کسی سے بات کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ وصی رسول خلیفۃ اللہ
ہیں۔ اس کے بعد لوگ قالین پر بیٹھے اور آپ نے ہوا کو حکم دیا قالین فضا میں بلند ہوا اور
مدینہ میں مسجد نبوی کے باہر اتر گیا۔ وہ عصر کا وقت تھا رسول خدا نماز پڑھا رہے تھے پہلی
رکعت تھی۔ اور آپ سورۂ کہف کی ہی تلاوت فرما رہے تھے جب نماز ختم ہوئی تو آپ نے
دریافت حال کیا۔ سننے کے بعد آپ نے انس بن مالک سے کہا کہ دیکھو اس بات کو یاد رکھنا
ایک وقت میں علی کو اس کی ضرورت ہوگی۔ چنانچہ کوفہ میں جب امیر المومنین نے واقعہ غدیر
کے متعلق سوال کیا اور تیس ۳۰ آدمیوں نے واقعہ کی گواہی دی اس وقت انس موجود تھے آپ
نے کہا انس تم خاموش کیوں ہو حالانکہ تمہارے سامنے دو ۲ واقعے پیش آئے ایک اصحاب کہف کا
اور ایک غدیر کا تو انھوں نے کہا کہ مجھے ضعیفی کی وجہ سے یاد نہیں آپ نے فرمایا انس تم نے میرے

حق کو پوشیدہ کیا ہے۔ یاد رکھو کہ تم جزام میں مبتلا ہو کر مرو گے۔ کوئی پانی تمہاری پیاس نہ بجھا سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ جزام میں مبتلا ہوئے اور آخر وقت پیاس پیاس کی صدا لگاتے تھے جب پانی پیتے تو قے ہو جاتی اور پھر پیاس کی شدت سے تڑپتے اور اسی حالت میں مرے۔ اسکو جناب سید مرتضیٰ نے اور جناب بحار نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

۲- جبریل امین کا انکی تعظیم کرنا:- ایک مرتبہ جبریل امین خدمت رسول میں تشریف رکھتے تھے کہ امیرالمومنین تشریف لے آئے تو جبرئیل فوراً تعظیماً اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ رسولِ اکرم نے دریافت کیا کہ تم نے اس نوجوان کی تعظیم کس وجہ سے کی تو جبرئیل نے کہا کہ اگر میں ان کی تعظیم نہ کرتا تو ناشکروں میں شمار ہوتا کیونکہ جس وقت خداوند عالم نے مجھے خلق کیا اور مجھ سے سوال کیا تو میں جواب دینے سے عاجز رہا تو اس نوجوان نے عالمِ نور سے مجھے جواب تعلیم فرمائے جسکی وجہ سے میری یہ منزلت ہے۔

در خیبر کا اکھاڑنا جملہ مورخین نے لکھا ہے جو آپ کا معجزہ تھا لیکن اس سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ لوگوں نے رسول خدا سے بیان کیا کہ جب علیؑ دروازہ کا پل بنا کر فوج کو دوسری طرف اتار رہے تھے اس وقت آپکے قدم زمین پر نہ تھے بلکہ ہوا میں معلق تھے۔ آپ نے جواب دیا کہ علیؑ کے پیر پہ جبرئیل پر تھے اور وہ ان کو بلند کئے ہوئے تھے۔

۴- ایک پتھر کو سونا بنا دینا:- جناب سترانی اپنی کتاب میں واقعات فضہ کے سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ جب جناب فضہ نے کیمیا سے لوہے کو سونا بنا کر پیش کیا تو آپ مسکرائے اور حکم دیا کہ وہ سامنے پتھر پڑا ہے اٹھا لاؤ۔ جناب فضہ پتھر اٹھا لائیں آپ نے اشارہ کیا وہ پتھر سونا ہو گیا اس کے

بعد آپ نے زمین کی طرف اشارہ فرمایا وہ شق ہوئی تو فضہ نے دیکھا کہ سونے کی نہر جاری ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہم کو اسکی ضرورت نہیں ہے پتھر اور تختی نہر میں ڈال دو۔ پھر آپ نے زمین کی طرف اشارہ فرمایا وہ برابر ہوئی۔ کتاب فضہ میں یہ واقعہ تفصیلاً درج ہے۔ اسی قسم کا واقعہ جناب عمار یاسر کے ساتھ پیش آیا جبکہ انکو ایک یہودی کا قرضہ ادا کرنا تھا اس وقت بھی آپ نے ایک بڑے پتھر کی طرف اشارہ کیا اور وہ سونا ہو گیا جناب عمار کو جتنا قرضہ ادا کرنے کی ضرورت تھی اس میں سے لیا اور زمین پر پھینک دیا۔ آپ نے اشارہ کیا وہ پھر پتھر ہو گیا یہ واقعہ بھی کتاب عمار یاسر میں تفصیلاً لکھا جا چکا ہے۔

۴۔ جب آپ بچہ تھے تو آپ کی والدہ آپکو پارہ قماطہ میں باندھ کر مصروف کام ہوتی تھیں لیکن آپ اس پارہ قماطہ کو پھاڑ ڈالتے تھے اس کے بعد سے انھوں نے آپ کو پارہ قماطہ میں باندھنا چھوڑ دیا۔

۵۔ سلمان فارسی کا واقعہ: زمانہ رسولِ خدا میں ایک روز امیرالمومنین نے جناب سلمان سے کچھ مزاح فرمایا۔ جناب سلمان فارسی نے کہا کہ میں آپ سے سن میں اتنا بڑا ہوں اور آپ مجھ سے مزاح فرماتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اگر تم مجھ سے سن میں بڑے ہو تو یہ بتاؤ کہ تم کو شیر سے کس نے بچایا تھا اور وہ نشانی جو میں نے تم کو دی تھی وہ تمہارے پاس فلاں جگہ رکھی ہے اسے لاکر دکھاؤ جب جناب سلمان فارسی نے پہچانا۔ اور کہا کہ بیشک آپ ہی تھے جس نے شیر سے بچایا تھا۔

۶۔ نہج البلاغہ کے خطبہ قاصعہ میں آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ کے ہمراہ غار حرا میں ساتھ جاتا تھا جس روز آپ مبعوث بہ رسالت ہوئے تو میں نے ایک چیخ سنی میں نے رسول خدا سے پوچھا یہ چیخ کیسی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ شیطان کی

کی چیخ تھی کیونکہ آج وہ مایوس ہوا۔ بیشک جو میں دیکھتا ہوں تم بھی دیکھتے ہو اور جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو۔

معجزہ ۹۸

خلافت ثانیہ کے زمانے کے معجزات

۱۔ خلیفہ ثانی کے زمانے میں ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے مشورہ کیا کہ علی اپنے کو غیب کے علم کا دعویٰ کرتے ہیں لہٰذا اُن کو آزمانا چاہیئے۔ چنانچہ مدینہ میں ایک ضعیفہ رہتی تھی اس کے ایک ہی جوان لڑکا تھا لوگوں نے اسے کچھ دے کر یہ طے کیا کہ اس کے لڑکے کو کفن پہنا کر مردہ کہہ کر علیؑ کے پاس لے چلیں اور ان سے نمازِ جنازہ پڑھنے کو کہیں جب وہ نماز پڑھ دیں تو لڑکے کو اٹھا کر کھڑا کر دیں چنانچہ اس عورت کو کسی نہ کسی طرح راضی کیا اور لڑکے کو کفن پہنا کر اوپر چادر ڈال دی اور اس کو سمجھا دیا کہ جب تک نماز نہ پڑھ لیں وہ مردہ بنا پڑا رہے اور جب نماز پڑھ دیں تو اٹھ کر کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ لوگ اسکو ایک تختہ پر لٹا کر امیر المومنین کی خدمت آئے اور کہا کہ یہ اس عورت کا لڑکا ہے جو دفعتاً مر گیا اس کی نمازِ جنازہ پڑھا دیں آپ مسکرائے اور دریافت کیا اس کا وارث کون ہے لوگوں نے بتایا یہ ضعیفہ ہے آپ اس کی طرف مخاطب ہوئے اور لڑکے کی طرف اشارہ کر کے اس عورت سے دریافت کیا کہ کیا اس میت کی نماز پڑھا دوں یہ آپ نے تین دفعہ سوال کیا آپکا اس طرف اشارہ کر کے یہ فرمانا کہ اس میت کی نماز پڑھا دوں کہ وہ لڑکا مر گیا آپ نے نماز پڑھا دی جب آپ نے نماز ختم کی تو لوگوں نے اس لڑکے کے اوپر سے چادر ہٹا کر کہا اٹھ کھڑا ہو لیکن لوگوں نے دیکھا کہ یہ لڑکا مر چکا تھا۔ یہ دیکھ کر عورت نے رونا پیٹنا شروع کر دیا اور کل واقعہ بیان کیا اس طرح یہ زندہ لڑکے کو آپکو دھوکہ دینے کے لئے لائے تھے

میری یہی ایک اولاد تھی میں بالکل بے سہارا ہو گئی پھر انتہائی عاجزی سے خوشامد کی تو آپ اُٹھے اور لڑکے کے پیر مروڑ کر کہا قُم بِاِذنِ اللّٰہ۔ اور لڑکا زندہ ہو کر کھڑا ہو گیا۔

معجزہ ۹۹

جناب خولہ بنت جعفر حنفیہ کا واقعہ

خلافت اول میں جناب خالد بن ولید کو زکاۃ کی وصولی کے لئے بھیجا گیا اور انھوں نے انکے سردار کو قتل کر کے عورتوں کو قید کر لیا اور مدینہ لے آئے ان میں جناب خولہ بنت جعفر بھی تھیں لوگوں نے اُن کے حصول کی کوشش کی جس پر انھوں نے کہا۔ میں صرف اس شخص کی ہو سکتی ہوں جو یہ بتائے کہ میں نے اپنی ولادت کے وقت کیا کہا تھا جب امیر المومنین کو معلوم ہوا تو آپ نے خولہ سے کہا کہ جب تمہاری ولادت ہوئی اس وقت تم نے اپنی والدہ سے کہا تھا کہ میرا عقد ایک سید سے کیا جائے جس سے ایک بہادر لڑکا پیدا ہو اور تمہاری والدہ نے اسے ایک تختی پر لکھ کر تمہاری ولادت کی جگہ دفن کر دیا تھا اور اپنی وفات کے وقت تمکو وہ جگہ بتادی تھی جب تم گرفتار ہونے لگیں تو تم نے وہ تختی اپنے داہنے بازو پر باندھلی وہ شخص میں ہوں اور مجھ سے ایک لڑکا پیدا ہو گا جس کا نام محمد ہو گا۔ اس کے بعد خلیفہ وقت نے خولہ کو امیر المومنین کے حوالہ کر دیا۔ امیر المومنین نے اُن سے عقد کر لیا یہ واقعہ تفصیل سے سوانح محمد حنفیہ میں لکھا جا چکا ہے۔

معجزہ ۱۰۰

ایک سست اونٹ کا واقعہ

خلیفہ دوم کے زمانے میں آذربائیجان میں ایک شخص رہتا تھا اس کے پاس صرف

ایک اونٹ تھا اور اس کی روزی صرف اس اونٹ پر تھی۔ ایک روز وہ اونٹ مست ہو کر مہار توڑ کر جنگل میں نکل گیا اور باوجود کوشش کے قابو میں نہ آیا لوگوں نے اس کو مشورہ دیا کہ وہ خلیفۂ وقت کے پاس جا کر فریاد کرے تاکہ اُن کی دعا سے وہ قابو میں آجائے۔ چنانچہ وہ شخص خلیفۂ وقت کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا پہلے انہوں نے کہا کہ تو کثرت سے استغفار پڑھ اس نے کہا میں یہ کر چکا ہوں۔ اس پر خلیفۂ وقت نے اسکو ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ اس کو اونٹ کے سامنے ڈال دے خط کا مضمون یہ تھا۔ اے جماعت جن و گروہ شیاطین یہ خط امیر المومنین عمر کی جانب سے بھیجے سے نام ہے تم کو چاہیئے کہ تم اس اونٹ کو فرمانبردار بنا دو۔ وہ شخص یہ خط لے کر جب آیا اور اونٹ کے سامنے ڈالا تو اونٹ نے اس پر حملہ کر کے اس کو زخمی کر دیا اور لوگ بمشکل اس کی جان بچا سکے۔ وہ زخموں کی وجہ سے عرصۂ دراز تک بیمار رہا۔ اچھا ہونے پر وہ پھر خلیفہ وقت کے پاس آیا اور حال بیان کر کے چاہا کہ اس کے اہل و عیال کے لئے کوئی انتظام کر دیا جائے۔ جناب عبداللہ ابن عباس موجود تھے وہ اسکو لے کر امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حال بیان کیا آپ نے اس کو ایک دعا لکھ کر دی اور کہا کہ اس کو اونٹ کے سامنے جا کر پڑھ وہ شخص وہ دعا لے کر گیا اور جیسے ہی اس نے اونٹ کے سامنے دعا پڑھی وہ فوراً مطیع ہو کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ دوسرے سال جب حج کے لئے آیا تو اسی اونٹ پر بیٹھ کر آیا اور امیر المومنین کی خدمت میں کچھ تحائف لایا آپ نے اپنا حال تو بیان کرے گا یا میں بیان کروں اس نے عرض کیا کہ آپ ہی ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا کہ جب تیری نظر اونٹ پر پڑی اور تو نے یہ دعا پڑھی تو وہ نہایت عجز و انکساری کے ساتھ آ کر تیرے سامنے بیٹھ گیا اس نے عرض کیا کہ آپ نے بالکل صحیح ارشاد فرمایا۔ یہ واقعہ کتاب کفایت الموسس میں جناب عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے۔

معجزہ ۱۰۱

یتیم کی تشخیص اور متروکہ مال کی تقسیم

ایک لڑکا حضرت عمر کے پاس آکر کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کا بیٹا ہوں اس کا انتقال ہوگیا ہے آپ کے پاس اس کا مال امانت رکھا ہے وہ مجھے دے دیجئے حضرت عمر نے اس کو ڈانٹ کر بھگا دیا کہ میں تجھے نہیں جانتا لڑکا روتا ہوا حضرت علیؑ کے پاس آیا اور واقعہ بیان کیا۔ حضرت علیؑ حضرت عمر کے پاس آئے اور فرمایا میں آج تمہارے اور اس لڑکے کے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جو خدا ساتویں آسمان پر کرتا۔ پھر حضرت نے اس کے باپ کی قبر کھدوا کر ایک ہڈی منگوالی اور لڑکے سے کہا کہ اس کو سونگھے۔ لڑکے نے جیسے ہی ہڈی سونگھی اس کی ناک سے خون جاری ہوگیا آپ نے فرمایا یہ لڑکا یقینی اسی کا ہے اور اس کا مال واپس کردو۔ حضرت عمر نے کہا کہ صرف ناک سے خون جاری ہونے پر میں مال واپس نہیں کروں گا آپ نے فرمایا کہ تم کو مال واپس کرنا ہوگا۔ اس مال کا حقدار تم سے زیادہ یہ لڑکا ہے۔ حضرت عمر نے دریافت کیا کہ اگر کسی اور کو ہڈی سونگھائی جائے تو کیا خون جاری نہ ہوگا۔ حضرت نے فرمایا کہ امتحان کر کے دیکھ لو۔ چنانچہ کئی لڑکوں کو ہڈی سونگھائی گئی مگر کسی کی ناک سے خون جاری نہ ہوا۔ اس لڑکے کو دوبارہ ہڈی سونگھائی گئی تو پھر فوراً اسکی ناک سے خون جاری ہوگیا۔ سب لوگ اس واقعہ کو دیکھ کر حیران ہوگئے اور حضرت عمر کو اس کا مال واپس کرنا پڑا۔ (از کتب نزہتہ الابرار۔ کتاب نشاط)

معجزہ ۱۰۲

گائے اور ایک آدمی کے سر کی بات کرنا

کتاب مطالب السئول میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ایک عابدہ عورت تھی

ایک مرتبہ اس کے حمل ہوا اور اس زمانے میں اس کا کباب کھانے کو دل چاہا اس
نے اپنے شوہر سے کہا مگر وہ اپنی غربت کی وجہ سے انتظام نہ کر سکا اسی روز اتفاق
ایک گائے اس کے گھر میں گھس آئی تو عورت نے کہا کہ اس کو ذبح کر کے اس کے
کباب تیار کرو۔ مرد نے کہا کہ دوسرے کی گائے کسطرح ذبح کر سکتا ہوں یہ کہہ کر اس
نے گائے کو باہر نکال دیا۔ دوسری مرتبہ وہ گائے پھر گھر میں گھس آئی اس شخص
نے گائے کو باہر نکال کر دروازہ میں قفل لگا دیا۔ تیسری مرتبہ وہ گائے دروازہ توڑ
کر مکان میں گھس آئی۔ تب اس عورت نے کہا کہ تین مرتبہ یہ گائے مکان میں داخل
ہوئی۔ ضرور اس میں ہمارا حق ہے اور اس نے شوہر کو راضی کر لیا اس نے گائے کو
ذبح کر کے اس کے کباب بنائے۔ اس کا پڑوسی جو اس کا مخالف تھا اس کی
ناک میں کباب کی بو جب پہنچی تو اس نے کوٹھے پہ چڑھ کر حقیقت معلوم کر لی اور
گائے کے مالک کو جا کر بتا دیا کہ فلاں شخص نے تیری گائے کو ذبح کر ڈالا۔ مالک فوراً چند
محلہ والوں کو لے کر اس کے گھر گیا اور گواہی حاصل کر کے خلیفۂ وقت کے پاس
مقدمہ دائر کیا خلیفۂ وقت نے ذبح کرنے والے کو بلا کر دریافت کیا کہ اس نے دوسرے
کی گائے کو کیوں ذبح کیا اس کی عورت نے سب صحیح واقعہ بیان کر دیا اس پر
خلیفہ وقت نے کہا کہ کیا تم دیوانے ہو گئے ہو دوسرے کی گائے کو اس طرح ذبح نہیں
کر سکتے اور اس کے ہاتھ قلم کرنے کا حکم دیا جب لوگ اس کے ہاتھ قلم کرنے کے لئے لے جا
رہے تھے کہ امیر المومنین سے ملاقات ہو گئی آپ نے کیفیت دریافت کی جب لوگوں نے
واقعہ بیان کیا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کو دار القضاء واپس لے چلو میں آتا ہوں یہ فرما کر
آپ دار القضاء گئے اور خلیفۂ وقت سے کہا کہ کیا میں اس کا فیصلہ بموجب فیصلہ رسول
کے کروں انھوں نے کہا کہ ضرور فیصلہ فرمایئے آپ نے حکم دیا کہ گائے کے مالک کا سر قلم
کر کے لایا جائے اور گائے کے سر کے پاس رکھ دیا جائے خلیفۂ وقت نے دریافت کیا کہ

یا علی آپ نے گائے کے مالک کا سر قلم کیوں کرا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی مثل خباب خضر ایک اسرار الہی ہے جو ابھی ظاہر ہوگا چنانچہ جب مالک اور گائے کے سر برابر رکھے گئے تو آپ نے کچھ کلمات ارشاد فرمائے ان کے ارشاد فرماتے ہی مالک کا سر بہ آواز بلند گویا ہوا کہ اے مسلمانوں گواہ رہو کہ میں نے اس گائے کے مالک کو بلا وجہ قتل کیا تھا اور گائے غصب کر کے لے گیا تھا۔ حقیقت میں یہ گائے اس شخص کی ملکیت تھی جس نے اسکو ذبح کیا خدا امیر المومنین کو جزائے خیر دے کہ انھوں نے مجھے دنیا میں ہی سزا دے کر حشر کی سزا سے بچا لیا اس کے بعد گائے کے سر نے بھی گویا ہو کر یہی واقعہ بیان کیا۔ یہ دیکھ کر لوگ حیران ہو گئے اور حضرت عمر نے فرمایا بیشک رسول اور اس کا وصی سچے ہیں اور آپ کے دونوں بھوئوں کے درمیان بوسہ دیکر کہا (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا)

معجزہ ۱۰۳

زنانہ لباس پہننے والے زانی کا واقعہ بذریعہ اعجاز فرمانا

غایت المرام میں ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز صبح کو حضرت عمر نماز پڑھانے مسجد آئے تو دیکھا کہ کوئی شخص محراب میں سو رہا ہے آپ نے غلام کو بلا کر اس کے جگانے کا حکم دیا۔ غلام نے جگانے کے ارادے سے جب چادر ہٹائی تو دیکھا کہ ایک جوان مرد ہاتھ و پیر میں مہندی لگائے زنانے کپڑے بلا سر کے مردہ پڑا ہے یہ دیکھ کر حضرت عمر نے اس لاش کو مسجد کے ایک گوشے میں رکھوا کر نماز ادا کی۔ اس کے بعد امیر المومنین کی خدمت میں جا کر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ اس کے متعلق کیا کیا جائے آپ نے فرمایا لاش کو دفن کرا دو اور نو مہینہ تک انتظار کرو اس وقت تم کو ایک بچہ اسی جگہ ملیگا اس کو میرے پاس لانا تو واقعہ معلوم ہوگا چنانچہ نو مہینے گزرنے پر

خدمت حضرت میں حاضر ہوئی، آپ نے اس سے کہا اپنا واقعہ تو خود بیان کرے گی یا میں بیان کروں اس نے کہا یا حضرت میں خود صحیح واقعہ بیان کئے دیتی ہوں میں عامر بن سعد انصار کی لڑکی ہوں۔ رسول خدا صلعم کے ساتھ جہاد میں میرا باپ گیا اور شہید ہو گیا پھر عہد حضرت ابو بکر میں میری ماں کا انتقال ہو گیا اور میں یک و تنہا رہ گئی بغیر کسی مددگار کے تب میں نے پڑوس کی شریف عورتوں سے تعلقات پیدا کئے اور پورا پورا دن ان کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک روز میں عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی کہ ایک ضعیفہ جس کے ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے ہاتھ میں عصا تھا ہم لوگوں کے پاس اور سب سے ان کا نام و نسب دریافت کیا تو میں نے اس کو بتایا کہ میں فلاں کی بیٹی ہوں اور میرا باپ جہاد میں شہید ہو گیا اور میری ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔ یہ سن کر اس عورت نے بہت افسوس کیا اور کہا کہ تو اکیلی گھر میں رہتی ہے کیا تجھ کو کسی عورت کی ضرورت ہے میں تیرے ساتھ رہنا چاہتی ہوں اس نے کہا میں تیرے ساتھ رہکر تیری خدمت کروں گی میں نے کہا کہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے میں آپ کو اپنی ماں کی طرح رکھوں گی اس کے بعد وہ عورت میرے ساتھ میرے گھر آئی اور مصلیٰ بچھا کر نماز میں مشغول ہو گئی میں نے اس کے کھانے کا انتظام کیا روٹی دودھ کھجور لے کر اس کے پاس گئی اور اس کے سامنے رکھ دیا اس کو دیکھ کر وہ رونے لگی کہا کہ میں یہ غذا نہیں کھا سکتی میں تو صرف جو کی روٹی اور نمک کھاتی ہوں میں نے جو کی روٹی پکائی اور نمک لائی وہ نماز سے فارغ ہوئی تو نمک میں راکھ ملا کر اس کے ساتھ تین چار لقمے کھائے اور پھر عبادت میں مصروف ہو گئی۔

صبح کو اس نے کہا کہ تو اکیلی رہے گی جوان لڑکی ہے اگر تو اجازت دے تو میں اپنی لڑکی کو جو تیری ہم عمر ہے لے آؤں میں نے کہا اس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور تھوڑی دیر میں واپس آئی میں نے پوچھا میری بہن کو کیوں نہیں لائیں۔

جب صبح کی نماز پڑھانے خلیفۂ وقت نکلے تو انھوں نے اسی جگہ محراب میں ایک بچہ لیٹا ہوا ملا۔ آپ اسکو حضرت کی خدمت میں لے گئے۔ امیر المومنین نے فرمایا فی الحال انصار میں سے کسی عورت کو اس کی رضاعت پر مقرر کر دو اور بیت المال سے اسکی تنخواہ دی جائے۔ ایک عورت کو اس کی پرورش کے لئے مقرر کر دیا گیا جب محرم میں وہ ایک سال کا ہو گیا تو امیر المومنین نے پالنے والی عورت کو حکم دیا، عید الفطر کے دن وہ اس بچے کو عیدگاہ لے کر جائے وہاں ایک جوان عورت اس بچہ کے پاس آئے گی اور اس کو پیار کرے گی اور کہے گی اے مظلوم اور مظلوم ماں اور ظالم کے فرزند اس وقت اس عورت کو فوراً میرے پاس لے آنا وہ عورت عید کے دن اس بچے کو عید گاہ لے کر گئی اور تھوڑی دیر میں اک جوان عورت اس کے پاس آئی اس کو پیار کیا اور کہا اے مظلوم اور مظلوم ماں اور ظالم باپ کے بچے تو میرے بچے سے بہت مشابہ ہے یہ سُنکر پالنے والی عورت نے اس کا دامن پکڑ لیا اور کہا چلو تم کو حضرت علی نے طلب کیا ہے وہ عورت گھبرائی اور جانے سے انکار کیا اور اس عورت کو تین سو درہم اور ایک بردیمانی دے کر کہا کہ تو کہدینا کہ کوئی عورت نہیں ملی وہ لالچ میں آکر واپس آگئی جب حضرت نے پوچھا کہ حکم کی تعمیل کی تو اس نے کہا کہ اس کو عید گاہ لے گئی تھی لیکن کوئی عورت نہیں آئی۔ آپ اس پر غضبناک ہوئے اور فرمایا تو جھوٹ بولتی ہے وہ آئی اور اس نے تجھکو یہ رشوت دے کر کہا کہ کہدینا کوئی نہیں آیا وہ عورت ڈر گئی اور کہنے لگی یا حضرت آپ علم غیب سے واقف ہیں اچھا میں جاتی ہوں اور اس عورت کو اس کے گھر سے لے آتی ہوں آپ نے فرمایا تیرے ملنے کے بعد سے اس نے گھر تبدیل کر دیا ہے۔ اب عید الضحیٰ میں پھر لے جانا چنانچہ عید الضحیٰ میں وہ پھر لیکر اس بچے کو گئی اور وہ عورت حسب وعدہ آئی بچے کو پیار کر کے پھر وہی کلمات کہے اب اس عورت کو نے اسکو پکڑ لیا اور کہا اب تجھکو زبردستی علی کے پاس چلنا پڑے گا۔ وہ مجبور ہو کر

اس نے کہا وہ بہت عابد و زاہد لڑکی ہے اور تنہائی پسند ہے۔ چونکہ تمہارے ساتھ عورتوں کا مجمع رہتا ہے۔ لہٰذا وہ آنے کو تیار نہیں ہے۔ میں نے کہا میں کسی کو آنے نہیں دوں گی۔ گھر کی کنڈی بند کروں گی۔ یہ سُنکر وہ پھر واپس گئی اور تھوڑی دیر میں ایک جوان لڑکی جو سر سے پیر تک اپنے کو اس طرح پوشیدہ کئے تھی کہ بجز آنکھوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیتا تھا وہ آکر دروازہ پر رُک گئی میں نے کہا کہ اندر کیوں نہیں آتیں عورت نے جواب دیا کہ تیرے حسن و جمال کو دیکھ کر محوِ حیرت ہو گئی یہ کہہ کر اس نے کہا کہ اس نے کہا کہ میں جا کر گھر میں قفل لگا دوں تاکہ کوئی سامان چوری نہ ہو جائے یہ کہہ کر وہ چلی گئی میں نے اصرار کے ساتھ اپنے پاس اسکو بٹھایا اور نقاب ہٹانے اور برقعہ اتارنے پر اسرار کیا اور میں نے خود اس کی نقاب الٹ دی اب جو نقاب الٹی تو وہ ایک جوان مرد تھا جسکے داڑھی مونچھیں تھیں۔ یہ دیکھ کر میں نے اس سے کہا کہ تجھ کو خدا کا خوف نہیں مجھے بدنام کرے گا فوراً چلا جا تجھکو خلیفۂ وقت کا بھی ڈر نہیں ہے یہ کہہ کر میں دروازہ کی طرف لپکی مگر اس نے مجھکو پکڑ لیا اور جبراً مجھے گرا کر میری عزت کو لوٹ کیا۔ فراغت کے بعد اسکو ضعف محسوس ہوا اور وہ لیٹ گیا میری نگاہ پڑی تو اس کی بغل میں چاقو لگا ہوا تھا میں نے چاقو نکال کر اس کی گردن کاٹ دی اور اس کی پوشیدہ کر دی۔ نصف رات کو میں نے لاش کو لے جا کر مسجد میں رکھدیا تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے۔ اس سے مجھے حمل ہو گیا پہلے میں نے حمل گرانے کی کوشش کی مگر خوف خدا سے ایسا نہ کر سکی نو مہینہ کے بعد یہ بچہ پیدا ہوا۔ رسوائی اور بدنامی کے ڈر سے پہلے میں نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا مگر پھر خوف خدا ہوا اور نصف رات کو مسجد میں جا کر اسی جگہ اس بچہ کو ڈال آئی۔ یہ سُنکر حضرت عمر نے کہا تھا کہ میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ اب فرمائیے کہ کیا کیا جائے آپ نے فرمایا اس شخص کی کوئی دیت نہیں کیونکہ اس نے جرم عظیم کیا اور لڑکی نے اپنی عزت و حرمت کے مٹنے کے بدلے میں قتل کیا

لہٰذا اس کو بھی کوئی سزا نہیں دی جا سکتی اس کا بچہ اس کو دے دیا جائے اور اس لڑکی سے کہا کہ اس ضعیفہ کو تلاش کر کے لا دے۔ اس نے تین دن کی مہلت مانگی اور بچہ کو لے کر گھر چلی گئی دوسرے دن وہ اس بڑھیا کو تلاش کرنے نکلی اتفاق سے اس کو ایک گلی میں مل گئی اور وہ اس کو پکڑ کر حضرت کی خدمت میں لائی۔ آپ نے اس سے کہا کہ تو مجھ کو پہچانتی ہے میں علی ہوں اور مجھے ہر بات کا علم ہے لہٰذا سچ واقعہ بتا مگر اس نے بالکل انکار کیا اور کہا نہ میں اس لڑکی کو جانتی ہوں نہ مجھے واقعہ کی خبر ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تو سچ کہتی ہے قبر رسول پر چل کر قسم کھا اس نے قبر رسول پر جا کر قسم کھا کر واقعہ سے انکار کیا۔ اس کا قسم کھانا تھا کہ اس کا چہرہ بالکل سیاہ ہو گیا حضرت نے اس سے کہا کہ آئینہ لے کر اپنا چہرہ دیکھ۔ جب اس نے چہرہ دیکھا تو توبہ کی اور آئندہ تائب ہونے کا وعدہ کیا۔ آپ نے دعا کی اگر یہ عورت سچی توبہ کرتی ہے تو اس کا چہرہ اصلی حالت پر ہو جائے مگر وہ سیاہ رہا تب آپ نے فرمایا کہ تو نے جھوٹی توبہ کی اس وجہ سے تیرا چہرا سیاہ رہا۔ اس کے بعد آپ نے حکم دیا کہ شہر کے باہر بیجا کر اسکو سنگسار کر دیا جائے۔

معجزہ نمبر ۱۰۱

ایک خشک درخت کا ہرا ہو جانا اور پھل دینا

مصباح القلوب میں روایت ہے کہ جنگ نہروان سے واپسی پر جب آپ ایک جگہ سے گزرے تو وہاں ایک درخت انار کا خشک لگا ہوا تھا۔ آپ نے اپنے اصحاب سے دریافت کیا کہ کیا وہ انار کھانا چاہتے ہیں لوگوں نے اقرار کیا۔ آپ نے درخت کی طرف اشارہ کیا وہ فوراً ہرا ہو گیا۔ اس میں پھل آ گئے اور پک گئے۔ آپ نے اصحاب سے کہا جن کے ہاتھ پھل تک پہنچ جائیں وہ پھل توڑ کر کھالیں چنانچہ بعض اصحاب کے ہاتھ پہنچ گئے۔ اور بعض کے لئے خود درخت کی ڈالی اتنی نیچی ہو گئی کہ ان کے ہاتھ پھل تک

پہنچ گئے لیکن بعض لوگوں کے ہاتھ نہیں پہنچے اور جب وہ ہاتھ بڑھاتے تو ڈالیاں بلند ہو جاتی تھیں لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی کہ بعض اصحاب کے لئے ڈالیاں اتنی نیچی ہوگئیں اور بعض کے لئے اونچی ہوگئیں تو آپ نے فرمایا کہ جن کے ہاتھ پھل تک پہنچ گئے وہی ہمارے شیعہ اور محب ہیں اور جن کے لئے ڈالیاں اونچی ہوگئیں وہ ہمارے محب نہیں ہیں۔ اسی طرح جنت میں بھی ہمارے شیعوں کے لئے درختوں کی ڈالیاں خود ان کے قریب آجائیں گی اور وہ کھا سکیں گے۔

معجزہ ۱۰۵

ایک یہودی کا آپ سے معجزہ طلب کرنا

آپ کی خلافت ظاہری کے زمانے میں ایک یہودی آیا اور اس نے رسول خدا کے متعلق سوالات کئے آپ نے جوابات دیئے اور آپ کے معجزہ کا ذکر کیا اور کفار کے سوال پر درخت اپنی جگہ سے آکر رسول اللہ کے پاس جانا پھر اس کا دو ٹکڑے ہو کر پھر ملجانا بیان کیا۔

یہودی نے کہا کہ آپ ان کے وصی ہیں میں آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اس درخت کو حکم دیں کہ وہ ریزہ ریزہ ہوجائے۔ آپ نے فرمایا میں تجھ کو اپنی طرف سے مقرر کرتا ہوں تو اس درخت سے کہ وصی رسول حکم دیتے ہیں کہ ریزہ ریزہ ہوجا اس نے اس درخت سے پکار کر کہا کہ وصی رسول تجھ کو حکم دیتے ہیں کہ تو ریزہ ریزہ ہوجا اس کا یہ کہنا تھا کہ درخت ریزہ ریزہ ہوگیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ یہاں کوئی درخت تھا ہی نہیں۔ یہودی نے پھر کہا کہ اچھا اب آپ اس درخت کو حکم دیں کہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجائے آپ نے فرمایا کہ پھر تو اس درخت سے کہہ کہ وصی رسول حکم دیتے ہیں کہ اپنی اصلی حالت پر آجا اس نے پکار کر کہا درخت فوراً پھر اپنی اصلی حالت میں آگیا۔

پھر اس نے خواہش کی کہ اس میں نئی کونپلیں اور پھل آجائیں اور پھل پک جائیں آپ نے پھر اسی سے کہا کہ تو کہہ۔ درخت میں نئی کونپلیں اور پھل آجائیں۔ کونپلیں اور پھل آگئے۔ پک کر زمین پر ٹپکنے لگے۔ جنکو یہودی نے کھایا۔ اس کے بعد امیرالمومنین نے فرمایا اگر اب بھی تو اسلام نہ لایا تو غضب الہٰی میں مبتلا ہو جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر میں اب بھی اسلام نہ لاؤں تو مجھ سے زیادہ شقی کوئی نہ ہوگا۔ یہ کہہ کر وہ مسلمان ہو گیا اور اقرار کیا کہ بیشک آپ وصی رسول اور خلیفۃ اللہ ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۱۷)

معجزہ ۱۰۶

راہب کا واقعہ

جنگ صفین سے واپسی پر ایک جگہ پانی ختم ہو گیا اور لوگ پیاس سے بیتاب ہو گئے اتنے میں ایک دیر دکھائی دیا۔ لوگ اس دیر پر گئے اور راہب دیر سے پانی طلب کیا۔ اس نے کہا پانی یہاں سے تین فرسخ کے فاصلہ پر ہے اور اپنے مصارف کا پانی رکھتا ہوں۔ یہ سنکر امیرالمومنین نے دیر کے قریب ایک جگہ کو کھودنے کا حکم دیا جب لوگوں نے کھودا تو تھوڑی کھدائی پر ایک بہت بڑا پتھر نظر آیا لوگ مایوس ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس پتھر کو ہٹاؤ اس کے نیچے پانی ملے گا۔ تمام لوگوں نے کوشش کی مگر پتھر کو جنبش بھی نہ دے سکے۔ تب آپ خود آگے بڑھے اور دو انگلیوں سے پتھر کو اٹھا کر پھینک دیا اس کے نیچے نہایت شیریں چشمہ تھا۔ لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور چھاگلیں اور مشکیں بھر لیں اسکے بعد امیرالمومنین نے پھر پتھر کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور زمین برابر کر دی یہ دیکھ کر وہ یہودی دیر سے باہر آیا۔ اور اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ نبی آخر ہیں آپ نے فرمایا میں

میں سید الشہداء کی امداد کے لئے آئے تھے مگر اجازت نہ ملنے پر تخت و سلطنت چھوڑ کر کسی جنگل میں چلے گئے اور وہاں زمین پہ حسین لکھتے اور زار و قطار روتے زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔

معجزہ ۱۹

میں نے مزار علیؑ پر ایک عجیب معجزہ دیکھا

سید وجاہت علی صاحب اپنے سفر نامہ" جب میں نے انقلاب پسندوں کا عراق دیکھا صفحہ نمبر ۹۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں حضرت علی علیہ السلام کے مزار اقدس پر گیا تو ایک چیز جس نے مجھے سب سے زیادہ پریشان کیا وہ تھی کہ مزار لکڑی کے جھولوں سے پٹا پڑا تھا اور ان جھولوں میں نوزائیدہ بچے پڑے ہوئے بلکہ پے تھے ان بچوں کے سر اور ہاتھ سفید کپڑے سے بندھے ہوئے تھے اور اُن کی نگاہیں اوپر آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور یہ سب کے سب ایسے پڑے تھے جیسے انہیں سکتہ ہو گیا ہو۔ اور ان بچوں کے جسموں سے بری طرح پسینہ بہہ رہا تھا کبھی کبھار گرمی کی شدت سے وہ رونے پر مجبور ہوتے۔ اور یہ بچے گھبراہٹ کا شکار ہو کر ہاتھ پیر مارتے تھے تو انکی یہ کوشش بیکار ہو جاتی کیوں کہ ان کو بری طرح سفید کپڑے سے باندھ دیا گیا تھا۔ میں نے جب یہ منظر دیکھا تو مجھ سے رہا نہ گیا۔ حمید موسوی (جو میرا ترجمان تھا) اس سے کہہ ہی بیٹھا کہ "یار یہ کیا حماقت ہے کہ بچے اس طرح پڑے گرمی اور دھوپ میں تڑپ رہے ہیں۔ حمید موسوی مجھے دیکھ کر مسکرائے اور جواب دیا کہ" وجاہت صاحب یہ منت مرادوں کے بچے ہیں۔ جن لوگوں کے بچے نہیں ہوتے وہ امام سید کے روضے پر آکر دعا مانگتے ہیں۔ کہ اے امام تو ہمیں بچہ عطا کر اور جب ہم اس دولت سے مالا مال ہوں گے تو تیرے روضہ پر آکر ایک جھولا چڑھائیں گے اور بچہ کو تیری غلامی میں دے دیں گے اور پھر اس طرح سے یہ منت پوری کرتے ہیں کہ بچوں کو اسی انداز میں تقریباً چار پانچ گھنٹے رکھا جاتا ہے ایک دنبہ اور بکری کی قربانی دی جاتی ہے اور لکڑی کے جھولے کو یہیں چھوڑ دیا جاتا ہے اس طرح سے

وہ نہیں ہوں۔ پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ وصی رسول ہیں۔ آپنے فرمایا ہاں میں وصی رسول آخر النبین ہوں۔ یہ سن کر وہ راہب فوراً اسلام لے آیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ تو نے ابتک اسلام کیوں قبول نہیں کیا تو اس نے کہا کہ یہ دیر یہاں اس لئے بنایا گیا تھا کہ جو اس چشمہ کا پتہ لگائے گا وہی خاتم النبیین ہوگا بجز اس کے یا اسکے وصی کے دوسرا اس چشمہ کا پتہ چلا سکتا ہے نہ پتھر کو ہٹا سکتا ہے۔ میں اس دیر میں اسی لئے رہتا تھا کہ اس نبی آخر الزماں کا پتہ چلاؤں تب اسلام لاؤں چنانچہ جب میں نے دیکھا کہ آپنے پتھر کو دو انگلیوں سے ہٹا دیا اور چشمہ نکل آگیا تو میں سمجھا کہ آپ خود نبی آخر الزماں ہیں یا ان کے وصی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ نبی آخر الزماں ہیں اور آپ ان کے وصی و جانشین ہیں۔

معجزہ ۱۰۷

جنابِ زعفر جن کا واقعہ

امالی جناب سید مرتضیٰ میں عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک روز مسجد کوفہ میں علیؑ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ لوگوں نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا مسجد میں آرہا ہے لوگ یہ دیکھ کر خائف ہوئے امیرالمومنین نے ارشاد فرمایا ڈرو نہیں اس کو راستہ دیدو چنانچہ لوگوں نے راستہ دے دیا اژدہا سیدھا منبر کے قریب گیا پائے اقدس کو بوسہ دیا۔ اور اپنا منہ اٹھا کر آپ کے کان کے قریب لے گیا اور اپنی زبان میں کچھ کہا امیرالمومنین نے اسی کی زبان میں اس کو جواب دیا اور اس نے پھر پائے اقدس کو بوسہ دیا اور چلا گیا جب وہ چلا گیا تو لوگوں نے حقیقت دریافت کی آپنے فرمایا کہ یہ قوم جن سے ہے جبر الم میں جب میں نے جنگ میں فتح حاصل کی تو اس کے باپ کو جنوں کا بادشاہ مقرر کیا اب آج یہ آیا اور اس نے کہا کہ اس کے والد کا انتقال ہو گیا اب آپ کا کیا حکم ہے میں نے کہا جا میں نے تجھ کو تیرے باپ کی جگہ بادشاہ بنایا اس کا نام زعفر ہے۔ یہی وہ زعفر جن تھے جو میدان کربلا

آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہ مزار جھولوں سے پٹا پڑا ہے۔

میں ان حالات کو سن کر حیران تو ہوا مگر سب سے زیادہ جس چیز نے مجھے پریشان کیا وہ تھی کہ یہ بچے گرمی کی شدت کو کیسے برداشت کرتے ہوں گے اور جب ان معصوم اور خوبصورت گورے گورے بچوں کی پیشانی پر پسینے کے قطرات دیکھا تو دل تڑپ جاتا ہے

بھائی اس ہی کو معجزہ اور کرامات کہتے ہیں۔

معجزہ ۱۰۹

ایک تحقیقی مقالہ

"Wonderful Stories of Islam"

By col: P.C Emplawy London

میں نے تحقیقی تلاش میں ایک کتاب اپنی بیٹی سے پڑھوا کر یہ مقالہ لکھا ہے کیونکہ میری بینائی کمزور ہے اس لئے جو کچھ مجھے اس کتاب میں ملا وہ نظر قارئین کر رہا ہوں۔ اور اس امید کے ساتھ کہ یہ آخرت میں میرا زادِ راہ بنے۔ آمین گر قبول افتد رہے عزّ و شرف

سید نامر حسین جعفری کراچی۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی بات ہے پہلی جنگ عظیم کا خوفناک شباب خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کے بھیس میں دنیا والوں پر قیامت ڈھا رہا تھا بیت المقدس سے چند میل دور فوجی دستے یلغار کرتے ہوئے جا رہے تھے کہ اوتترہ نامی ایک چھوٹے سے گاؤں کے ٹیلے سے اندھیری رات میں عجیب سی چمک نکلتی دکھائی دی۔ ایک فوجی دستہ جو اس کے قریب سے گزر رہا تھا۔ یہ نرالی قسم کی چمک دیکھ کر ٹھہر گیا۔ چند سپاہی اسکی روشنی کی طرف بڑھے جب وہ نزدیک پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ خاک و سنگ کا ایک تودہ امتدادِ زمانہ سے شق ہو چکا ہے۔ اور اس کی دراڑوں سے حیرت ناک روشنی نکل رہی ہے

اور ہر راہ گیر کو مشتاق نظارہ بنا رہی ہے۔ سپاہیوں نے اس مقام کو کھودنا شروع کیا۔ تو چار گز کی گہرائی میں چاندی کی ایک مرصع لوح نظر آئی جس سے روشنی کی سفید شعاعیں پھوٹ پھوٹ کر تحیر و استعجاب میں مبتلا کر رہی ہیں۔ انھوں نے اس نقرئی لوح کو جو پون گز چوڑی تھی۔ باہر نکالا تو روشن شعاعوں کا اخراج بند ہو گیا آخر وہ لوح لے کر اپنے افسر اعلیٰ کے پاس پہنچے۔ یہ انگریز فوجی افسر میجر اے این گرینڈل تھا۔ اس نے ٹارچ کی روشنی میں لوح کو دیکھا تو مبہوت رہ گیا۔ اس کا حاشیہ گراں بہا جواہرات سے مرصع تھا اور درمیان میں طلائی حروف تھے جو کسی قدیم زبان کے معلوم ہوتے تھے میجر گرینڈل کی سعی و ساطت سے لوح موصوف دست بدست منزلیں طے کرتی ہوئی افسر انچارج افواج برطانیہ لیفٹننٹ جنرل ڈی اے گلیڈسٹون کے ہاتھ میں پہنچی جس نے اس کو برطانوی ماہرین آثار قدیمہ کے سپرد کر دیا۔ اس لوح کو پڑھنے کے لئے ۱۹۱۸ء میں آثار قدیمہ کے ماہرین خصوصی کی ایک کمیٹی بنائی گئی جس میں برطانیہ، امریکہ، فرانس اور بعض دوسرے ممالک کے ماہرین نے شمولیت کی، کافی تحقیق کے بعد راز کھلا کہ یہ لوح سلیمانی ہے اور اس پر جو الفاظ منقش ہیں وہ قدیم زبان سام میں جو زبور اور غزل الغزلات میں استعمال ہوتے تھے۔ ماہرین کی مساعی بار آور ہوئیں اور ۲۱ جنوری ۱۹۲۰ء کی صبح کو وہ اس صدیوں پرانے راز مکتوم کو منکشف کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لوح مقدس کے الفاظ اور ترجمہ یہ ہے۔ (دائیں سے بائیں پڑھیئے)

[illegible] (ایلی) [illegible] (یا بتول) [illegible] (اللہ) [illegible] (احمد)

(حاسین) [illegible] (یاہ ایلی) [illegible] (حاسن) [illegible]

[illegible] یاہ احمد [illegible] الفطاہ (یا علی) ایری مدکم

[illegible] (یا باتول) [illegible] مقدا (یا احمد پہنچو

(یا حامن) (اکاشی) یا باتبول نگاہ رکھو)

(یاحامین) (امومنطع) (یا حسن کرم فرمائی)

(یارفو) یاحسین خوشی بخشو) (ایلی ایلی ایلی

(یا علی یا علی یا علی

(امو سلیمان صوہ عسوب زالیلا واقا) یہ سلیمان

انہی پانچوں سے فریاد کر رہا ہے۔)

یہ (بذات اللہ کم ایلی) (اور اللہ کی قوت علیؑ ہیں)

اس کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ اس لوح کو برٹش امپیریل میوزیم کی زینت بنایا جائے لیکن جونہی انگلستان کے اسقف اعظم لاٹ پادری LORD BISHIP کے پردے گوش سے یہ خبر ٹکرائی اور اس کو تحقیقات کی تفصیل معلوم ہوئی تو اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ اور یکم مارچ ۱۹۲۳ء کو ایک خفیہ حکمنامہ تحریر کیا گیا جس کا ملخص یہ ہے کہ اگر اس طرح لوح کو کسی میوزیم یا کسی ایسے مقام پر رکھا گیا جہاں عوام و خواص کی آمد و رفت رہتی ہو تو مسیحیت کی بنیادیں متزلزل ہو جائیں گی اور عیسائیت کا جنازہ خود ان کے کاندھوں پر ہوگا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ اس کو چرچ کے خفیہ کمرے میں رکھا جائے جہاں بڑے پادری اور اس کے رازداروں کے سوا کسی کی نظر ہی نہ پڑ سکے چنانچہ اب تک یہ لوح کسی مخصوص کمرے میں پانچ نفوس مطہرہ کا نور پھیلا رہی ہیں۔

آخر یہ راز دو اشخاص ولیم اور ٹامس نے فاش کیا۔ یہ دونوں نیو کیسل جا کر مولانا حسن مجتبیٰ تہرانی کی خدمت میں پہنچ کر دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے ٹامس کا نام فضل حسین اور ولیم کا نام کرم حسین رکھا گیا۔ بحوالہ رضا کار ۲۴ اپریل ۱۹۸۲ء۔ تحریر مراد علی نور)۔

٭

یا قائم آل محمد ادرکنی